ت خ 325

نگارشاتِ آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد

Marfat.com

59572

جملہ حقوق محفوظ

اہتمام ـــــــ ملک مقبول احمد
مطبع ـــــــ شاہ اینڈ سنز پریس پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــــ پینتالیس روپے

مقبول اکیڈمی، لاہور

Marfat.com

فہرست

○

۱	القسطاس المستقیم	۷
۲	الامر بالمعروف ونہی عن المنکر	۴۳
۳	طرابلس کی ایک لیلۃ الشہدا	۷۵
۴	مسئلہ اسلامی	۸۱
۵	قرآن نے کیا راہنمائی کی ہے	۱۰۴
۶	وقت است کہ وقت برسر آید	۱۲۸
۷	درود مقدس یوم الحج	۱۵۴
۸	الطامۃ الکبریٰ	۱۶۲
۹	قتل نفس	۱۷۳
۱۰	اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون	۱۸۵
۱۱	یا لیت قومی یعلمون	۱۹۳
۱۲	لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ	۲۰۰
۱۳	عراق ولیلائے عراق	۲۱۳

Marfat.com

۱۴	نتائج و عبر	۲۲۰
۱۵	سرگزشت مصالحۃ	۲۲۹
۱۶	حیات بعد الممات	۲۳۴
۱۷	ہمّوا بما لم ینالوا	۲۳۸
۱۸	الہلال کی پہلی ششماہی کا اختتام	۲۴۳
۱۹	ابتدائے عشق	۲۵۳
۲۰	وہم بدؤکم اوّل مرّۃ	۲۵۷
۲۱	واتوا البیوت من ابوابہا	۲۶۳
۲۲	شکست صلح	۲۶۷
۲۳	حق و باطل	۲۷۲
۲۴	بیداری	۲۷۷
۲۵	زندہ دلوں کا وطن	۲۷۸
۲۶	اصبروا! ورابطوا!	۲۸۱

Marfat.com

القسطاس المستقیم

مسلمانوں کی آئندہ شاہراہ مقصود؟

(۱)

هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا؟ الذين ضل سعيهم فى الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا۔

تم کو بتاؤں کہ سب سے زیادہ گھاٹے ٹوٹے میں رہنے والے اعمال کن لوگوں کے ہیں۔ ان کے جن کی تمام کوششیں صرف دنیوی زندگی کے پیچھے بھٹک گئیں اور اس پر طرہ یہ سمجھے کر ہم کوئی عمدہ کام کر رہے ہیں۔

مرا دو خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ کج روی نہ کنم ورنہ عزم را خطا ست

جمود اور حرکت

حقیقت یہ ہے کہ خیالات کی جنبش اور حرکت فی نفسہ کوئی مفید شے نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ کسی آئندہ صحیح انجام دافکار سے متصل نہ ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو حرکت محض بعض حالتوں میں بیکار و لاحاصل اور اکثر حالتوں میں جمود سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہوتی ہے بالفاظ سادہ تر:۔ اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص مدتوں سے ایک جگہ بیٹھا ہے بالکل بیٹھا رہنا زندگی کے لئے نہایت مضر اور اعضاء و جوارح کو معطل کر دینے والا ہے۔ اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ وہ حرکت کرے، یہ نہایت عمدہ خیال ہے لیکن یہ حرکت اسی وقت مفید ہو گی جب آپ اسے چلا کر کسی عمدہ باغ کی روش پہ کھڑا کر دیں گے لیکن اگر آپ نے اس میں حرکت پیدا کر کے سامنے کے گڑھوں سے اسے نہ بچایا اور وہ غریب اس میں گر گیا تو اس حرکت سے تو اس کا بیٹھا رہنا ہی بہتر تھا۔

مسلمانوں کے لئے خطرات حیات اب شروع ہونگے

لیڈروں کا طبقہ اپنے

Marfat.com

گزشتہ عہد کو خواہ جدوجہد کی ایک شاندار تاریخ سمجھے مگر ہمارے نزدیک مسلمانوں کی حرکت کی تاریخ اگر شروع ہوگی تو اب سے شروع ہوگی۔ وہ فی الحقیقت اب تک سو رہے تھے زندگی کی ان میں کوئی حرکت نہ تھی اور نیند نے ان پر موت کا جمود طاری کر دیا تھا (ھو الذی یتوفاکم باللیل) ایک سوئے ہوئے انسان کے لئے اس کی کوئی بحث نہیں ہوتی کہ دوڑنا بہتر ہے یا آہستہ چلنا؟ تکیہ لگا کر بیٹھنا بہتر ہے یا دو زانو ہو کر بیٹھنا؟ کیونکہ یہ حالتیں اسے پیش ہی نہیں آتیں۔ لیکن اب وہ جاگے ہیں ان کو بیٹھنا بھی پڑے گا، اٹھنا بھی پڑے گا اور کبھی آہستہ خرامی اور کبھی تیز قدمی سے چلنا بھی پڑے گا۔ پس اب ان کی حالت پیشتر کی سی بے خطر نہ ہوگی، کیونکہ امن موت میں، مگر خطرہ صرف زندگی ہی میں ہوتا ہے جب تک غافل پڑے ہوئے اینٹھ رہے تھے تو نہ ان کو فرش گل پر چلنا تھا اور نہ جنگل کے خارزار پر، لیکن اب دونوں طرح کی زمینوں پر ان کے قدم پڑ سکتے ہیں اس لئے فی الحقیقت سوچنے، غور کرنے، اور حزم و احتیاط کا وقت اب آیا ہے بہت ممکن ہے کہ بیٹھنے کی جگہ اٹھ کھڑے ہوں، کچھ بعید نہیں کہ آہستہ چلنے کی جگہ بے اختیار دوڑنے لگیں ٹھوکریں بھی کھا سکتے ہیں اور درو دیوار سے ٹکرا بھی سکتے ہیں، کیونکہ اب وہ سوئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زندہ اور متحرک ہیں خطرات سے مقابلہ زندگی اور حرکت میں ہوتا ہے جمود اور سکون میں نہیں ہوتا۔

پس پہلے نہیں تو اب ضرورت ہے کہ ایک ایسی حقیقی رہنمائی کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ ہو، جو انہیں معطل بیٹھنے نہ دے چلاتا رہے لیکن ساتھ ہی نگران بھی رہے کہ کہیں راہ کے ادھر ادھر گڑھوں اور خاروں میں نہ پھسل پڑیں۔

مرا د و خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ کج روی نہ کنم ورنہ عزم راہ خطا ست

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم کہ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو رہنما ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگران ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے۔ جو کبھی کوہ سینا پر تجلی بن کر چمکی، کبھی فاران پر ابر رحمت بن کر نمودار ہوئی۔ کبھی (غار ثور) میں لا تحزن ان اللہ معنا کی صدا میں تھی، کبھی (بدر) کے کنارے ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم کے پیغام میں تھی۔ کبھی احد کے دامن میں وکان حقا

علینا نصر المومنین کی بشارت تھی اور آج بھی ایک لٹے ہوئے کارواں، ایک برباد شدہ انجمن کے لئے امید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض ء الہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون امن یھدیکم فی ظلمات البحر والبرّ ومن یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ ء الہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون۔

کون ہے کہ جب ایک مضطرب اور بے قرار روح اس کو پکارتی ہے تو اس کی فریادوں کو سنتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے ہاور کون ہے کہ اس نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور اس کی وراثت بخشی کیا خدا کے سوا کوئی اور ہے؟ پھر بتلاؤ کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت کرتا ہے اور باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت کے لئے بھیج دیتا ہے کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا ہے؟

دنیا میں جب کبھی کسی بنی آدم نے اصلاح حیات کی کوئی منزل طے کی ہے تو صرف اسی ہاتھ کی رہنمائی سے، اور جو اس کی رہنمائی میں آگیا، پھر اس کے لئے گمراہی نہیں۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ۔

خدا جب کسی کو راہ راست پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جس کا دل کھول دیا گیا تو پھر وہ اپنے پروردگار کی روشن کی ہوئی مشعل اپنے سامنے پاتا ہے مگر افسوس ان لوگوں پر جن کے دل ذکر الٰہی سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔

اولیں اور بنیادی مسئلہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس تغیر خیالات کا منشا کیا ہے اور رخ کس طرف ہونا چاہیئے؟ ہم کو نہایت رنج اور قلق کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس لحاظ سے موجودہ تغیرات خیال کا منظر زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے، ہم صاف صاف اور باواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی قدیمی پالیسی کو صرف اس لئے چھوڑتے ہیں کہ تنسیخ بنگال اور مسئلہ یونیورسٹی کی وجہ سے وہ گورنمنٹ سے روٹھ گئے ہیں، یا یہ تغیر صرف اس لئے پیدا

Marfat.com

ہوا ہے کہ آزاد خیال ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اب مسلمان بھی پالیٹکس پالیٹکس پکارنے کے لئے مضطرب ہیں۔ تو وہ یاد رکھیں کہ اس نئے تغیر اور انقلاب میں ان کے لئے کوئی برکت نہیں ہے بہتر ہے کہ اب تک جہاں پڑے سسک رہے تھے وہیں بقیہ ایام ذلت اور خواری اور کاٹ لیں۔ تاریکی ہی میں رہنا ہے تو پھر اس سے کیا بحث کہ وہ کوئی گڑھا ہے یا عمدہ بنا ہوا تہہ خانہ؟ آج تک ان کی تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہی رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال زندگی کی کسی شاخ کو "سلطان قرآن" کے ماتحت نہیں رکھا اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی یا اپنے لئے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا تو قرآن کریم کو اس طرح بھول گئے، گویا اس کا نزول تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہی نہیں، اور یہ بھی سچ نہیں کہ وہ اس نام کی کسی کتاب کے پیرو ہیں۔ اگر مسلمان اس تغیر کے بعد پھر اسی گمراہی میں پڑنا چاہتے ہیں تو یہ ایک دلدل سے نکل کر دوسری دلدل میں پھنسنا اور ایک دام سے نجات پا کر دوسرے میں گرفتار ہونا ہوگا۔ پھر اگر گمراہیوں کے قفس ہی میں ہمیشہ گرفتار رہنا ہے تو موجودہ قفس میں کیا برائی ہے کہ نئے پنجرے کی جستجو کی جائے؟

بیشک تقسیم بنگال کی تنسیخ اور یونیورسٹی کا مسئلہ ہمارے لئے ایک تازیانۂ تنبیہ ضرور ہے اور ہم یقیناً شر الدواب عند اللہ ہوں گے، اگر اس سے عبرت نہ پکڑیں، لیکن ہماری آئندہ پالیسی کی بنیاد کوئی وقتی یا فوری واقعہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک مستقل اور دائمی اعتقاد ہونا چاہیئے، جو اپنے قیام کے لئے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہ ہو۔ فرض کیجئے کہ کل گورنمنٹ نے بنگال کے دو نہیں بلکہ دس ٹکڑے کر دیئے اور سوزبرِ ہند نے اعلان کر دیا کہ یونیورسٹی کا نام علی گڈھ نہیں بلکہ مسلم ہوگا، کیونکہ جو گورنمنٹ ایک دفعہ تقسیم کر کے اسے منسوخ کر سکتی ہے پھر کیا اس حالت میں مسلمانوں کی پالیسی پر ایک تیسرا انقلاب طاری ہو جائے گا؟ اور پھر تغیر! تغیر! کی صدا بلند کی جائیگی؟ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ کا کوئی عقیدہ کوئی خیال، کوئی مقصود، کوئی نصب العین اور کوئی پالیسی نہیں آپ صرف گورنمنٹ کے چشم و ابرو کی حرکت کا نام ہیں اور صرف اس کو تکتے رہتے ہیں۔ اگر مصلحتاً لطف و مہر کی علامتیں نمایاں ہوئیں تو "سمعنا و اطعنا" کہہ کر سربسجود ہو گئے اور اگر مصلحت نے گوشۂ چشم رقیبوں کی طرف پھیر دیا تو لگے منہ بسورنے اور آنسو بہانے۔ سوال یہ ہے کہ خود آپ کے پاس بھی کوئی شے ہے یا نہیں؟

ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تنسیخ سے نہیں، بلکہ پیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ گو عام راہ ضلالت سے الگ

Marfat.com

سہنے کا انہیں الاؤنس دینا چاہیئے، لیکن افسوس ہے کہ ان کے سامنے بھی ہندوؤں کی پولیٹکل جدوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بہ قدم چلنا سیکھ جائیں، بیشک ہمارے عقیدے میں بھی آج کل مسلمانوں کے لئے عبرت اور تنبیہہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی، لیکن پیروانِ "امام مبین" کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمال زندگی کے ایک ضروری شعبے میں ان کا اسلام تعلیم دینے سے مجبور لاچار ہو گیا ہو، اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چچوری ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے، تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا بسترِ نزاع پر سورۂ یٰسین کو دہرا دینے ہی کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے؟

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ اس بارے میں ہمارے خیالات۔ الحمد للہ۔ عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ اور گو موقعہ نہیں مگر ضمناً ان کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات وصفات میں "وحدہٗ لاشریک" ہے، کوئی ہستی اور وجود اس میں شریک نہیں، اسی طرح اس کا "قرآن کریم" اپنی جامعیت اور کمال تعلیم میں "وحدہٗ لاشریک" ہے اور بالکل اسی طرح اس کا لانے والا رسول کمال انسانیت و تعبد، اور قوائے نبوت و اصلاح میں بھی "وحدہٗ لاشریک" ہے، ان کی صفات و خصائص میں کوئی ان کا شریک نہیں۔

راہ نسبت طلبی ہیں کہ چہ شایاں رفتم

پس ضرور ہے کہ جو امت اس خدائے واحد، اس قرآن واحد اور اس رسول واحد کے دامن تعلیم سے وابستہ ہو وہ بھی اپنے اندر اس شان وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے وہ بھی اپنے

Marfat.com

اعمال زندگی کی ہر شاخ میں وحدہٗ لاشریک ہو۔ اس کے اعمال و خصائص بھی من رآنی فقدرای الحق کی صدا لئے اتحاد سے غلغلہ انداز عالم ہوں۔ تمام دنیا کی قومیں اس کے اعمال کا اتباع کریں، زندگی کے ہر حسن و جمال میں اس کے خال و خط مرقع عالم کے لئے نمونہ بنیں۔ وکذالک امۃ وسطا کے یہی معنی ہیں اور اسی لئے مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ :۔

یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا۔

مسلمانو! اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرکے متقی بن جاؤ گے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا میں ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کر دے گا۔

جس قوم کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو، اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لئے نمونہ بننے کی جگہ خود دوسروں کو اپنا کعبۂ مقصود اور قبلہ اعمال بنا رہی ہے؟ سیاسی بحث تو ضمنی ہے ہمارا اصلی ماتم اتنے ہی پر موقوف نہیں، ہم کو تو یہ نظر آ رہا ہے کہ آج مسلمانوں کے لئے تعلیم، اخلاق، معاشرت، سیاست، بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ میں ان کے لیڈر صرف اسی کو فرض رہنمائی سمجھتے ہیں کہ ان کے آگے دوسری قوموں کے اعمال پیش کر دیں، تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں، پولٹیکل آزادی کی ضرورت ہے تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں پھر ہمیں بتلایا جائے کہ خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھ ہے یا نہیں؟ جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جذب قلوب کے لئے مذہب کے ذکر کو ناگزیر دیکھ کر، اپنے شاندار اسٹیجوں پر مذہب! مذہب! اور اسلام! اسلام! پکارتے ہیں قطع نظر اس کے کہ خود ان کی زندگی میں اس اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے کبھی قوم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ کیا گیا ہے؟ اور اگر نہیں بتلایا ہے تو قوم کے لئے ایک مسیحی راہنما اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے؟ سچ یہ ہے کہ وہ غریب خود جس متاع سے تہی دست ہیں دوسروں کے آگے کیا پیش کریں گے؟

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار؟

یہی بنیادی گمراہی ہے جس نے جسم ملت کی ریڑھ کی ہڈی تک کو گھلا دیا ہے۔ مسلمان اگر مسلمان ہوتے، تو سمجھتے کہ ان کے لئے خود ان کے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر

Marfat.com

فی الحقیقت دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال، کوئی واقعی سچائی اور کوئی اچھا عمل پایا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ بدرجہ اولیٰ اسلام میں موجود ہے اور اگر نہیں ہے تو اس کی اچھائی بھی قابل تسلیم نہیں۔ اسلام کے معنی کی اصلی وسعت سے دنیا بے خبر ہے اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور کائنات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے جہاں کہیں صداقت اور جمال موجود ہے یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام ہے، گو دنیا کو اس کی خبر نہ ہو۔ وللہ درما قال :-

عبارا تنا شتی، وحسنک واحد

وکل الی ذالک الجمال یشیر

اللہ اللہ! خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھ کو نمونہ بناؤ، اور میری صفات کاملہ سے مشابہت پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللہ) اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ بناتے ہیں۔ کہ (تخلقوا باخلاق الافرنج) اور اگر کوئی ان کی نقالی بن آتی ہے تو "انا الافرنج) کا نعرہ لگا کر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین بن منصور کو "انا الحق" پر اتنا ناز نہ ہوگا! کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم بڑھاتے ہیں، اتنا ہی ضلالت ان سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ وہ جس قدر ترقی ترقی پکارتے ہیں، اتنی ہی تنزل تنزل! کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ گویا دلدل میں پھنس گئے ہیں جس قدر زور کرتے ہیں اتنا ہی پاؤں اور دھنستا جاتا ہے یا ان کے رشتۂ فلاح میں بدبختی کی گرہ پڑ گئی ہے جس قدر کھینچتے ہیں اتنی ہی وہ اور زیادہ کستی جاتی ہے، اوکظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج، من فوقہ موج، من فوقہ سحاب، ظلمات بعضہا فوق بعض، اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔

جو قوم خدا سے اپنا رشتہ کاٹ دیتی ہے اور اس کے فرمان اور احکام سے روگردانی کرتی ہے اس کے اعمال نور الٰہی سے خالی ہو جاتے ہیں اس پر ضلالت و گمراہی کا ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کو اپنا مرکب بنا کر اس کے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال دیتا ہے :-

Marfat.com

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھولہ قرین۔

اور جو شخص خدا کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے ہم اس پر ضلالت کا ایک شیطان متعین کردیتے ہیں جو اس کے ساتھ رہتا ہے۔

پھر وہ یکسر گمراہی اور ضلالت ہوجاتی ہے، اس کی زندگی ناکامی اور نامرادی کی تصویر بن جاتی ہے۔ وہ طلب مقصود میں آوارہ گردی کرتی ہے، مگر چونکہ مقصود تک پہنچانے والے ہاتھ میں اس کا ہاتھ نہیں ہوتا، اس لئے کبھی مقصود تک نہیں پہنچتی۔ مسلمانوں کے تمام ترقی کے ولولوں اور اصلاح کی کوششوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ نامرادی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں، ان کے لیڈر پانی کو ڈھونڈھتے ہیں، مگر دوڑتے ہیں ریگ زار کی طرف!

اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء۔ حتیٰ اذا جاء لم یجدہ شیئا۔

ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہوتا ہے کہ پیاسا دور سے اس کو پانی سمجھ کر چلا مگر جب پاس آیا تو کچھ بھی نہ تھا۔

عود الی المقصود

پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مسلمان بن کر، ہندو یا مسیحی بن کر نہیں۔ آپ کے ہاں اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر یہ بھی ہے کہ فرض کر لیجئے کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینا پڑی۔ جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں، ان میں تغیر و تبدل ہر وقت ممکن ہے، البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے؟ ذرا غور سے کام لیجئے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں، ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو، لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو ان کی مستقل اور مخصوص راہ ہو، جس میں کبھی تغیر کی ضرورت نہ ہو، تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ ہو، نیز کہا جا سکے کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ محض خارجی حالات کے تابع ہو کر آپ اپنے تئیں بالکل بھول جائیں، یہ نہ ہو کہ آپ کی پالیسی گورنمنٹ کے انداز نظر کا نام ہو، لطف و مہر کی بہار آئے، تو آپ کی پالیسی دوسری ہو، اغماض و اعراض کی باد خزاں چلے، تو آپ کا آشیانہ دوسری جگہ بن جائے تقسیم بنگال کی تقسیم

Marfat.com

تو تیسا اور یونیورسٹی کا الحاق و عدم الحاق آپ کی پالیسی کو تیار نہ کرے۔ بلکہ آپ کے منتظم تعلیم دل، دماغ اور آپ کے گمشدہ رشتہ الٰہی کا الحاق آپ کے لئے دائمی اور ناممکن التبدیل پالیسی مہیا کر دے

(۲)

وان ھذا صراطی مستقیما	یہی میرا (دین الٰہی کا) سیدھا راستہ ہے پس تم
فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل	اسی کے ہو رہو۔ اور اور راستوں پر نہ پڑو،
فتفرق بکم عن سبیلہ	کیونکہ وہ تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا کر منتشر کر
ذالکم وصاکم بہ	دیں گے۔ یہ خدا کی تمہارے لئے وصیت ہے
لعلکم تتقون۔	تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

میں شاید اپنے مطلب کو اب تک ٹھیک ٹھیک ادا نہ کر سکا۔ اس لئے زیادہ واضح طور پر آج عرض کرتا ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ مضمون وسیع اور شاخ در شاخ ضمنی مطالب پر مشتمل ہے، جب لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں تو مجبوراً تفصیل و اطناب سے کام لینا پڑتا ہے۔ تاہم مطمئن ہوں کہ کوئی غیر ضروری بیان زبان قلم پر نہیں گزرتا۔

مسلمانوں کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے؟

پالیٹکس جس کی طرف اب مدتوں کی غفلت کے بعد مسلمانوں نے شیفتگی کی نظر اٹھائی ہے، قومی زندگی کے اعمال کا ایک سب سے بڑا شعبہ ہے۔ لیکن ہم اسے مسلمانوں کے لئے کوئی اصلی مقصود اور بنیادی شے نہیں سمجھتے۔ اور قوموں کے لئے اگر سیاست ان کے تمام اعمال کی بنیاد ہے تو اس لئے ہے کہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے کے لئے وہ سیاسی جذبات سے ایک گرم انگیٹھی کا کام لیتے ہیں لیکن جس قوم کے پاس ایک شعلہ فشاں آتش کدہ موجود ہو اسے انگیٹھی کی کیا ضرورت ہے؟ جب تنور گرم ہو جاتا ہے تو بہت سی انگیٹھیاں اس سے گرم کر لی جا سکتی ہیں لیکن انگیٹھی تنور کا کام نہیں دے سکتی۔

اس وقت برسوں کے جمود نے کروٹ لی ہے اور گویا انقلاب و تغیر کا ایک اچھا موسم مسلمانوں پر گزر رہا ہے اس وقت جس چیز کی تخم ریزی کر دی جائے گی، آگے چل کر اسی کے پھل کو اپنے دامن میں دیکھ سکیں گے پس اس بارے میں میری دعوت کا لب لباب یہ ہے کہ

Marfat.com

مسلمان محض پالیٹکس ہی کو اپنا مقصود حقیقی نہ بنائیں، اور اس طرح ایک عمدہ موسم کو، جس میں وہ شاید ایک پورا باغ لگا سکتے ہیں، صرف ایک ہی درخت کے بونے میں ضائع نہ کر دیں۔ دوسری قوموں کی نظیروں پر نظر رکھنا ان کے لئے کچھ سود مند نہیں ہو سکتا۔ ان کو صرف اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیئے کیونکہ ان کے پاس ایک شے ہے جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کو اپنا مقصود بنا کر وہ ان تمام چیزوں کو بھی بوجہ احسن و اکمل لے سکتے ہیں، جو اور قومیں حاصل کر رہی ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اس شے کو اپنا اصل مقصود اور نصب العین بنائیں، جس کی تلاش میں انہیں گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ ہمیشہ سے خود ان کے گھر کے اندر موجود ہے یعنی صرف اتباع دین مبین اور اعتصام بحبل اللہ المتین ان کے لئے ان کے خدا کی طرف سے ایک دائمی مقرر کردہ نصب العین ہے، اور ایک مسلم ہستی کے لئے اس کے سوا کوئی مقصود حقیقی نہیں ہو سکتا۔ نہ پالیٹکس، نہ تعلیم، نہ اخلاق اور نہ معاشرت کیونکہ زمین پر جس قدر "کمال" اور "جمال" ہے وہ سب اس سے ہے، یہ کسی چیز سے نہیں ہے۔ دنیا میں جس قدر خوبیاں اور محاسن ہیں، سب اس کے نیچے ہیں، کیونکہ اس کے اوپر الوہیت کے درجے کے سوا اور کوئی درجہ نہیں۔ دنیا میں جس وقت سے انسانی ہدایت و شقاوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے صرف یہی ایک صراط مستقیم اور ملت قویم تمام انسانی فلاح و اصلاح کا وحدہٗ لاشریک وسیلہ رہی ہے۔

وقالوا كونوا
هودا او نصارىٰ تهتدوا
قل بل ابراهيم حنيفا
وما كان من المشركين
قولوا امنا بالله وما
انزل الينا وما انزل
الى ابراهيم واسماعيل
واسحاق ويعقوب والاسباط
وما اوتي موسىٰ

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی
بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے (یعنی اسلام کے سوا
اور طریقے اختیار کرو) اے پیغمبر کہہ دے کہ کبھی نہیں
ہمارے لئے تو صرف ابراہیم ہی کا طریقہ طریق ہدایت
ہے اور اے مسلمانو! تم بھی کہہ دو کہ ہمارا طریق یہی
ہے کہ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن پر جو
ہم پر اترا، اور اس تعلیم پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق
یعقوب اور اولاد یعقوب پر اتری اور موسیٰ اور
عیسیٰ کو جو تعلیم دی گئی اور انہیں پر موقوف نہیں

Marfat.com

وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔

بلکہ دراصل اور تمام پیغمبروں اور رسولوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے جو تعلیم دی گئی ان سب کی تعلیم ایک ہی طریق اسلام کی تھی پس ہم ان میں کوئی تفریق اور امتیاز نہیں کرتے اور رکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

ترجو النجات ولم تسلک مسالکھا
ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

اگر مسلمانوں نے اپنے لئے ایک نہایت آزادانہ پولٹیکل پالیسی اختیار کر لی، کانگرس سے بھی بہتر ایک پروگرام ان کے ہاتھ میں ہوا، آئرلینڈ کے حکومت طلبوں سے بڑھ کر جوش اور سرگرمی پیدا کر لی، پالٹیکس میں وہ ازسرتاپا غرق ہو گئے، ان کا ہر فرد گلیڈ اسٹون اور مارلے ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اگر انہوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے اندر اسلام کی عملی روح پیدا نہ کی، اپنے تیئں دین الٰہی کی سلطنت کے ماتحت داخل نہ کیا، اور خشیۃ الٰہی اور زاد تقوی سے محروم رہے تو میں اس یقین کی لازوال طاقت کے ساتھ، جس کے لئے کبھی موت اور شکست نہیں۔ اس بصیرت الٰہی کے ساتھ جس میں کبھی تزلزل اور تذبذب نہیں۔ ازسرتاپا صدائے ربانی بن کر کہتا ہوں کہ اگر آگ جلاتی ہے اور پانی ڈبوتا ہے اگر آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا، مگر مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے۔ اگر مچھلی خشکی میں، اور پرند دریا میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر قوانین فطریہ اور نوامیس طبیعیہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ دو اور دو پانچ نہیں بلکہ ہمیشہ چار ہوتے ہیں تو یہ بھی کبھی نہ مٹنے والی صداقت اور صفحہ کائنات پر نقش سنگی ہے کہ مسلمانوں کو یہ تمام نری سیاسی ہنگامہ آرائیاں، تعلیم و تربیت کا غوغائے محشر خیز اور پولٹیکل پالیسی کے تغیر و تبدل کا ہیجان طوفان آور، ایک لمحہ، ایک دقیقہ، ایک عشر دقیقہ تک کے لئے بھی کچھ نفع نہیں پہنچا سکے گا۔ ان کی تمام جدوجہد بیکار ہو جائے گی، تغیر کا ابر ان پر سے بغیر ایک قطرہ بارش کے گزر جائے گا، ان کی امیدوں کی خشک سالی بدستور باقی رہے گی،

Marfat.com

وہ جس قدر سعی رہائی کریں گے، اتنا ہی چاروں طرف کی لپٹی ہوئی زنجیروں کی بندش سخت تر ہوتی جائے گی۔ گمراہی و ضلالت کا شیطان کبھی ان سے الگ نہ ہوگا، ان کے گلوں میں جو طوق مذلت اور پاؤں میں جو زنجیر ادبار و تسفل پڑی ہوئی ہے وہ قیامت تک نہ ٹوٹے گی۔ جہالت و ضلالت، (محکومی و غلامی)، ذلت و خواری کی صفوں میں ہمیشہ محصور رہیں گے، اور دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو قومی عزت کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا: خسر الدنیا والاخرۃ، ذالک ھو الخسران المبین:

ان الذین کذبوا باٰیاتنا واستکبروا عنھا، لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ، حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذالک نجزی المجرمین۔

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جھکنے کی جگہ غرور سے اکڑ بیٹھے تو یاد رکھو کہ ان کے لئے نہ تو آسمانی برکت کا دروازہ کبھی کھلے گا اور نہ تو بہشت کی زندگی انہیں نصیب ہوگی ہاں اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری آیات کو جھٹلا کر پھر فلاح و برکت بھی حاصل کر لیں۔

میں نے کہا کہ "اگر آگ جلاتی اور پانی ڈبوتا ہے" نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ممکن ہے کہ آگ نہ جلائے اور پانی نہ ڈبوئے، مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہیں کہ خدا کا وہ قانون شقاوت و ہدایت بدل جائے، جس کے لئے ابتدائے خلقت بنی آدم سے آج تک تاریخ میں کوئی مستثنیٰ شہادت موجود نہیں۔ یہ میں لکھ رہا ہوں اور میرے اندر یقین اور اعتقاد کی ایک آواز بے چین و مضطرب ہے مگر افسوس کہ اس کی ترجمانی کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ حیران ہوں کہ کیونکر، اور کن لفظوں میں اپنا دلی یقین آپ کے دلوں میں بھی پیدا کر دوں تاہم میں یہ کہنے سے کبھی نہ تھکوں گا، کہ جن احکام اسلام کو آپ نہایت بے پروائی سے ایک مذہبی بندش کہہ کر گزر جاتے ہیں، وہ بندش تو ضرور ہے مگر ایک ایسے قانون کی بندش ہے جس کی سلطنت تمام قوانین مادیہ کے نظام حکومت سے بالاتر اور وراء الوریٰ ہے،

Marfat.com

اور نظم کائنات کے تمام اجزا اسی بندش سے بندھ کر مرتب اور منتظم ہوتے ہیں۔ یہی بندش ہے کہ لسان الٰہی نے اس کو کہیں "حدود اللہ" کے لفظ سے یاد کیا ہے، کہیں "سنت اللہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، کہیں "فطرت اللہ" اس کا نام رکھا ہے، کبھی "صراط المستقیم" کہا ہے، اور کبھی "دین قویم" کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ وہ فی الحقیقت ایک ربانی حکومت کا انتظام ہے، اور جب کوئی فرد یا قوم اس کے تحت تسلط سے نکلنا چاہتی ہے تو گویا وہ خدا کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتی ہے پھر اس کی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال یکسر بغاوت اور سرکشی ہو جاتے ہیں اور وہ رحمانی سلطنت سے نکل کر شیطانی حکومت میں داخل ہو جاتی ہے۔

یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم۔	خدا کہتا ہے کہ انسان حقیر! بتلا کہ کس چیز نے تجھ کو اس پر آمادہ کر دیا کہ اپنے رب کریم سے بغاوت کر دے؟

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باغی انسان کو کوئی گورنمنٹ پناہ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح رب السموات والارض کی بغاوت اور قانون شکنی کے بعد بھی کائنات کا ہر دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے کسی سعی میں وہ کامیاب نہیں ہوتا، اور کوئی کوشش اس کی فلاح یاب نہیں ہوتی۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔	جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری تعلیم کو تلاش کرے گا، اس کی سعی و تلاش کبھی مقبول نہ ہو گی اور اس کے تمام کاموں کا آخری نتیجہ ناکامی و نامرادی ہو گا۔

قرآن مجید نے امم سابقہ و اقوام پیشین کا تذکرہ بار بار کیا ہے۔ یہ صرف اس لئے ہے کہ اس "قانون ہدایت و شقاوت" کے نتائج پر انسان کو توجہ دلائی جائے۔ جابجا ان اقوام متمدنہ و عظیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو آنے والی اقوام سے زیادہ قوی اور مستحکم تمدن رکھتی تھیں لیکن جب انہوں نے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا، اور خدا کی حکومت میں رہ کر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی، تو کوئی انسانی سعی و تلاش فلاح ان کو ہلاکت

و بربادی سے نہ بچا سکی۔ یہاں تک کہ آج ان کے آثار و اطلال بھی دنیا میں باقی نہیں۔

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اشد منھم قوۃ و اثاروا الارض وعمروھا اکثر مما عمروھا، وجاءتھم رسلھم بالبینات فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں؟ اگر پھرتے تو دیکھتے کہ جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ وہ یہ قومیں تھیں جو ان سے تمدن و ترقیات اور قوائے جسمانی میں بڑھ کر تھیں انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے نشان چھوڑے اور جس قدر تم نے اس کو متمدن بنایا ہے اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پھیلایا۔ لیکن جب ہمارے رسول ان میں بھیجے گئے اور ہماری نشانیاں ان کو دکھلائی گئیں تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے جھٹلا دیا اور برباد و فنا ہو گئے۔ خدا ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

یہی اسلام وہ قانون "حیات و ممات اقوام" ہے۔ جس کی طرف قرآن نے جا بجا اشارہ کیا ہے۔

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر۔

جتنی مصیبتیں اقوام و ملل پر نازل ہوئیں وہ ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی ہیں (یعنی پہلے سے وہ بصورت ایک قانون منضبط کے موجود ہے) اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی۔

کائنات میں حیات و قیام صرف مسلم کے لئے ہے

اور غور کیجئے تو یہ کوئی ایسا دعوےٰ نہیں ہے جس کے لئے زیادہ دلائل آرائی مطلوب ہو، اگر مطلوب ہے تو اس لئے کہ دنیا میں آج

Marfat.com

اسلام کے پیروؤں کے لئے سب سے زیادہ اسلام کی دعوت معمہ ہو رہی ہے۔ اسلام تو فی الحقیقت ان قوائے فطریہ کے صحیح استعمال کا نام ہے جن کی حکومت سے دنیا کی کوئی شے خارج نہیں۔ مچھلی کے لئے پانی میں تیرنا، پرندوں کے لئے ہوا میں اڑنا، نباتات کا زمین میں نشوونما پانا اور انسان کا زمین کے اوپر رہنا یہ سب چیزیں اسلام کے مفہوم حقیقی میں داخل ہیں، کیونکہ اس کا دوسرا نام "سنت اللہ" اور "فطرت اللہ" ہے۔ پھر کیا مچھلی پانی کی جگہ ہوا میں، پرند ہوا کی جگہ پانی میں، اور انسان زمین کو چھوڑ کر سمندر دل میں زندہ رہ سکتا ہے؟ اور اگر نہیں رہ سکتا، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں کوئی شے غیر مسلم ہو کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ حیات اور زندگی صرف مسلم کے لئے ہے اور جو قومیں زندہ ہیں گو ان کو معلوم نہ ہو، مگر ہم کو معلوم ہے کہ وہ اسلام ہی کے سرچشمے سے سیراب ہو رہی ہیں۔ یہ اپنی بدبختی ہے کہ پاس رہ کر بھی ہم تشنہ لب ہیں۔

افغیر دین اللّٰہ	کیا وہ لوگ دین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور تعلیم
یبغون حکمًا ولہ	کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ
اسلم من فی السمٰوات	اس آسمان اور زمین میں کوئی نہیں جو
والارض طوعًا وکرھًا	چار و ناچار اسی دین اللہ کا مسلم یعنی
وعلیہ یرجعون۔	حکم بردار نہ ہو۔

ادخلوا فی السلم کافہ

پس باوجود اس کے کہ ہم پولیٹیکل زندگی کو حیات ملی کا ایک ضروری شعبہ سمجھتے ہیں، باوجود اس کے کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، جب تک اس کے اندر سیاسی جذبات مشتعل نہ ہوں اور باوجود اس کے ہم روز اول سے مسلمانان ہند کی ایک بڑی بدبختی یہ قرار دے رہے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے غلامی و خوشامد کی دارو ئے بے ہوشی سے قوم کی قوم کو مرض النوم میں مبتلا کر دیا؟ ہم مسلمانوں کو کبھی یہ صلاح نہیں دیں گے کہ وہ صرف پولیٹیکل آزادی کے ولولے ہی کو پیدا کر کے اصلاح و تغیر کی طرف سے فارغ البال ہو جائیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے

Marfat.com

لئے پولیٹیکل پالیسی کے تغیر میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی، اگر ان کے اندر مذہبی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ بخار کے مریض کے لئے ڈاکٹر کے آگے یہ سوال نہیں ہوتا کہ اس کا جسم گرم کیوں ہے، اور آنکھوں میں سرخی کیوں ہے؟ بلکہ اس پر غور کرتا ہے کہ بخار کی تولید کی اصلی علت کیا ہے؟ اگر آپ صرف مریض کے جسم کی حرارت ہی کے شاکی ہیں تو زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں، ایک من برف منگوا کر اس کے ریزوں میں اسے بٹھا دیجئے۔ اُمید ہے کہ سارا جسم ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ مسجد کا منارہ سیدھا نہیں، میں رو رہا ہوں کہ بنیاد ٹیڑھی ہے۔ آپ صرف پالٹیکس کو کیوں ڈھونڈھتے ہیں جب کہ ایک ایسی مضبوط اور لازوال کرسی آپ کو ملتی ہے، جس پر نہ صرف پالٹیکس، بلکہ قومی زندگی کی عمارت کے تمام ستون کھڑے ہو سکتے ہیں، اور ستون کے لئے کرسی ناگزیر ہے۔

مسلمانوں کے لئے اوّلیں کام

پس موجودہ تغیر کے بعد اب مسلمانوں کو سفر ہی منزل سے شروع کرنا چاہیئے، جو ان کے سفر کا قدرتی مبداء ہے اور جہاں ان کو پچھلا سفر شروع کرنا تھا، مگر انہوں نے نہیں کیا۔ ان کو نہ تو پولیٹیکل پالیسی کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیئے، نہ اعلیٰ تعلیم کے افسانہ لاطائل میں پڑنا چاہیئے، نہ لیگ کے غلامانہ اور موت آور پالٹیکس پر توجہ کرنی چاہیئے اور نہ کانگریس کی رپورٹوں میں اپنے لئے نسخۂ فلاح ڈھونڈھنا چاہیئے، ان کو صرف ایک ہی کام کرنا چاہیئے یعنی بلا یہ سوچے ہوئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں، اپنا ہاتھ دست الہٰی میں دے دینا چاہیئے۔

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

نہ وہ پالٹیکس کو سوچیں اور نہ تعلیم کو، نہ آزادی کی مدح کریں اور نہ غلامی کا طوق پہنیں۔ یہ باتیں ان کے سوچنے یا فیصلہ کرنے کی نہیں ہیں۔ ان کا فیصلہ خدا کو کرنا تھا، اور اس نے کر لیا۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ اتباع کلمات اللّٰہ و جمیع "ما جاء بہ القرآن" کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنے تئیں تمام انسانی تعلیموں اور اقوام کے اتباع و محاکات کے ولولوں سے خالی کر کے صرف اس ایک ہی علم کی تعلیم پر چھوڑ دیں۔ اگر اسلام ان کو

59572

Marfat.com

پالیٹکس میں بلانا چاہے تو لبیک کہ کے دوڑ جائیں۔ اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے تو اشارے کے ساتھ ہی مجتنب ہو جائیں۔ اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد، دو ہی چیزیں اصلی ذریعہ فوز و فلاح ہیں تو وہ سر سے پاؤں تک غلامی کی تصویر بن جائیں۔ اگر وہ کہے کہ آزادی اور حقوق طلبی ہی میں قومی زندگی اور عزت ہے تو ان کا وجود یکسر ہیکر حریت و جہد حریت ہو جائے۔ اخلاق، تعلیم، تمدن، شائستگی، اصلاح معاشرت، غرضیکہ ایک متمدن زندگی کے جتنے اجزاء ہیں، ان میں وہ جس طرف بلائے اسی طرف جھک جائیں۔ خود ان کی کوئی خواہش، کوئی ارادہ، کوئی تعلیم، کوئی پالیسی نہ ہو۔ ان کی خواہش اور پالیسی صرف اتباع قرآن ہو۔ وہ اس تنکے کی طرح جس کو کسی بحر طوفان خیز میں ڈال دیا گیا ہو، اپنے تئیں تعلیم الٰہی کے سمندر میں چھوڑ دیں۔ جس طرف وہ چاہے لے جائے اور جس کنارے پر چاہے انہیں لگا دے۔ جب خدا ان کا تمام بوجھ اپنے سر لیتا ہے تو وہ خود اپنے کاندھوں کو کیوں تھکاتے ہیں؟

اگر مسلمانوں نے ایسا کر لیا (اور وعدہ الٰہی ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا) تو وہ یاد رکھیں کہ آج جن چیزوں کے لئے بھٹک رہے ہیں، اور نہیں ملتیں، اگر ان کا مطلوب حقیقی یعنی اسلام ان کو مل گیا تو وہ خود بخود ان کے قدموں پر آ کر گر جائیں گی۔ ان میں سے ایک ایک کی تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں، وہ بہت گمراہ ہو چکے، جو سر عزت کی سربلندی کے لئے بنا تھا بہت ٹھکرایا جا چکا، اب بھی سنبھل جائیں کہ خدا کا ہاتھ بیعت لینے کے لئے بڑھا ہوا ہے، وہ اسے چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ پر کیوں بیعت کر رہے ہیں؟ ان کے تمام اعضا مردہ و غیر متحرک ہو رہے ہیں لیکن اس کے لئے سر میں تیل کی مالش یا تلوے کا سہلانا اصلی علاج نہیں ہے ان کو روح کی ضرورت ہے جس دن جس آن، جس لمحے ان میں اسلام کی گم گشتہ حرارت غریزی عود کر آئے گی اسی وقت پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر سر کے بالوں کی جڑ تک ان کا تمام جسم زندہ ہو جائے گا۔ ان کا اخلاق، ان کا تمدن، ان کی سوشیل حالت، ان کی سوسائٹی کا نظام اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ ان کی پولیٹیکل حالت، غرضیکہ حیات ملی کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہوگا

جو باحسن شکل و باکمل حال ان کے پاس موجود نہ ہو جائے۔

ومن یسلم وجهه الی الله وهو محسن فقد استمسك بالعروة الوثقى ۔ والی الله عاقبة الامور۔

اور جو شخص ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور ساتھ ہی اعمال حسنہ اختیار کئے تو بس یقین کرو کہ اس نے مضبوط رسی تھام لی اور انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(۱۳)

قل هل من شركائكم من یهدی الی الحق ؟ قل الله یهدی للحق ۔ افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی ؟ فما لكم كيف تحكمون وما یتبع اکثرهم الا ظنا ، ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ، ان الله علیم بما یفعلون۔

اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ تمہارے بنائے ہوئے معلموں میں کوئی ایسا بھی ہے جو راہ حق کی ہدایت کرے ؟ کہہ دو کہ اللہ ہی ہے جو حق کا راستہ دکھلاتا ہے پس جو حق کی راہ دکھائے وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی تعلیم کی پیروی کی جائے ، یا وہ عاجز انسان جس کا یہ حال ہے کہ جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھا دے وہ خود بھی راہ نہیں پا سکتا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟ یہ کیسے حکم لگا رہے ہو ؟ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں اکثر لوگ صرف اپنے خیال و وہم کی بنائی ہوئی باتوں پر چلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہم و گمان حق کے یقین کے مقابلے میں کام نہیں آسکتا۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کارروائیوں سے خوب واقف ہے۔

★

Marfat.com

احرام عہد روز اوّل، کعبہ کوئے دوست
جز راہ عشق ہر کہ رود بر خطا رود

صحت کے لئے تندرست کو نہیں مریض کو دیکھنا چاہیئے

اگر مریض بدپرہیزیوں اور بیماریوں سے تنگ آکر چاہتا ہو کہ آئندہ کے لئے ایک صحیح و تندرست کی زندگی حاصل کرے تو اس کے لئے حفظ صحت کی کسی کتاب کے پڑھنے سے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اپنی بیماریوں اور پچھلی بدپرہیزیوں کا مطالعہ کرے۔ مسلمان اگر آئندہ اپنی حیات ملّی کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے گزشتہ اور موجودہ امراض علی الخصوص اپنی بدپرہیزیوں پر نظر ڈالیں اور آئندہ ان سے بچنے کا سامان کریں۔

مسلمانوں کے تمام امراض کی اصلی علت جس نے مختلف عوارض کی شکلیں اختیار کرلی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انہوں نے تعلیم الٰہی کے عروۃ الوثقیٰ کو چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ مہلک بدپرہیزی یہ ہے کہ سعی اصلاح و ترقی کا جو قدم اٹھایا، وہ مذہب سے الگ رہ کر اٹھایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صحت و تندرستی ہی سے محروم ہوگئے۔ مسلمانوں میں پرانی تحریک تعلیمی ہے اور نئی سیاسی، لیکن دونوں کا یہی حال ہے اور یہی سبب ہے کہ پہلی پوری کامیاب نہ ہوئی اور دوسری اپنی عمر کے چوتھے سال میں ہی بستر نزع پر پائی گئی، اب جو کچھ ہے اس کی تجہیز و تکفین کی دھوم ہے۔ کہ کئی کروڑ مسلمانوں کی پنجاہ سالہ "متفقہ اور مسلمہ" پالیسی کے

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

دین اور دنیا کی تفریق

ہم کو مسلمانوں کی گزشتہ جدوجہد ترقی پر بہت کچھ لکھنا ہے، کیونکہ جب تک پچھلی غلطیاں سامنے نہ آئیں آئندہ کے لئے ان سے پرہیز ممکن نہیں۔ لیکن یہ ایک مستقل موضوع بحث ہے یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آجکل کانفرنسوں میں ہمارے قومی خطیبوں نے بزم آرائیوں کے لئے جو موضوع اختیار کر رکھے ہیں، ان میں ایک برسوں کا پامال مضمون دین اور دنیا کا

Marfat.com

باہمی تعلق بھی ہے، بار بار اس کو دہرایا گیا ہے اور ہمیشہ زور دے دے کر کہا گیا ہے کہ اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق کا سوال نہیں، وہ دین کو دنیا سے الگ نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے کہ دین دنیا ہی کے حسنِ عمل کا نام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مثل آج کل کے بہت سے اقوال کے یہ قول محض بھی صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اعمال کا کیا حال ہے؟ وہی مدعیانِ اصلاح جو اس صداقت کو زبانی دہراتے ہیں، ان کی انفرادی زندگی اور ان کی تمام قومی تحریکوں کے اعمال میں بھی اس کا کچھ اثر ہے یا نہیں؟

حالت یہ ہے کہ خود ہمارے نئے لیڈروں نے دین اور دنیا کے اندر تفریق کی ایک ایسی جھیل حائل کر دی ہے جو روز بروز دونوں کناروں کو دُور تر کر رہی ہے اور ان کو کسی طرح ملنے نہیں دیتی۔ انہوں نے قومی اصلاح و ترقی کی جس قدر تحریکیں شروع کیں ان کو مذہب سے اس طرح الگ رکھا، گویا نہ تو پیروانِ اسلام ان کے مخاطب ہیں اور نہ مسلمانوں کی قوم سے خود انہیں کوئی واسطہ ہے، ان کی زندگی، ان کے اعمال ان کی آواز، ان کی نظریں، ان کی مثالیں، ان کے پیشِ نظر نمونے بلکہ ان کے تمام افعال و کردار یکسر اسلام سے بیگانہ اور از فرق تا بقدم مذہب سے ناآشنا رہے انہوں نے ہمیشہ دنیا کو دین سے الگ دیکھا اور جب کبھی قدم اٹھایا تو دنیا کی طرف، حالانکہ اگر دین کی طرف بڑھتے تو دنیا خود ان کی طرف دوڑتی۔

یعلمون ظاهراً من الحیوۃ الدنیا، وهم عن الاخرۃ هم غافلون۔	یہ لوگ صرف دنیا کی ظاہری دلفریبیوں ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کو بالکل بھولے ہوئے ہیں۔

مذہب سے یہ الحاد آمیز بیگانگی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ آج اگر کوئی صدائے قرآنی بلند کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتا ہے کہ یہ کیسی آواز ہے؟ بہت سے اس خیال پر متعجب ہیں کہ مسلمانوں کی پولیٹیکل پالیسی بھی قرآن پر مبنی ہو، رایت المنافقین یصدون عنک صدودا (۱) بہتوں کو یہ کہنے سے نفرت اور غصے کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے جو کچھ ہے قرآن ہی میں ہے اور قرآن ہی سے

Marfat.com

ہے (قل موتوا بغیظکم) اور بہت ہیں جو فرعون کے جادوگروں کی طرح خوفزدہ ہو رہے ہیں کہ کہیں مذہب کا عصائے موسوی ثعبان مبین بن کر ان کو نگل نہ جائے۔

رایت الذین	جن لوگوں کے دل ضلالت سے مریض ہو
فی قلوبھم مرض	رہے ہیں، تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری
ینظرون الیک	طرف ایسے خوفزدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں
نظر المغشی علیہ	جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو
من الموت۔	اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

ہم کسی کی نیت کی نسبت زبان کھولنے کا حق نہیں رکھتے، لیکن واقعات اور نتائج بعض اوقات نیت کی پرواہ نہیں کرتے اور حکم نتائج پر ہی مرتب ہوتا ہے ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ آجکل کے کارفرما طبقے میں بہت سے لوگ اعتقاداً ملحد نہ ہوں لیکن اس اعتقاد کو لے کر کیا کیجئے، کہ عملاً سر سے پاؤں تک ان کی جس شے کو دیکھئے حسن الحاد کی دلربائیوں کا یہ حال ہے کہ:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

اور باتوں سے قطع نظر کیجئے ہمارے اعتقاد میں سب سے بڑی یزداں فراموشی اور الحاد پرستی تو یہی ہے کہ ایک گروہ مسلمانوں کی اصلاح کا دعوے کرے، اور پھر اپنے تمام کاموں کے لئے اسلام کو اور اس کے خدا کو چھوڑ کر انسانی خیالات کے اصنام وطواغیت کو اپنا حکم بنائے:

الم تر الی الذین	اے پیغمبر ان لوگوں کو نہیں دیکھتے، جو
یزعمون انھم آمنو	اس زعم باطل میں پڑے ہیں کہ ہم مومن
بما انزل الیک	و مسلم ہیں، حالانکہ وہ کیونکر مومن ہو سکتے
وما انزل من	ہیں جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ خدا کو چھوڑ
قبلک، یریدون	کر چاہتے ہیں کہ دوسروں کو اپنا حکم بنائیں
ان یتحاکموا الی	حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ خدا کے سوا

Marfat.com

الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالاً بعیدا۔ — دوسروں کی اطاعت سے انکار کردیں اصل یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں نہایت سخت درجے کی گمراہی میں مبتلا کردے

جن باتوں کو ہمارے لیڈر اسلام سے ناآشنا رہ کر کہتے رہے، اگر چاہتے تو انہی باتوں کو وہ اسلام کی زبان سے ادا کر سکتے تھے تعلیم اگر ضروری تھی، علوم جدیدہ کی اگر دعوت دینا چاہتے تھے، معاشرت میں ضروری تبدیلی کے خواہاں تھے، یا اور جتنی باتیں قوم کے آگے پیش کرنا چاہتے تھے، ان میں کون سی شے ایسی ہے جس کے لئے قرآن کریم اور تعلیم الٰہی کو سامنے نہیں رکھ سکتے تھے؟ پھر کسی دعوت کے لئے یہ طریقہ مؤثر تھا کہ انسانوں کی نظیر دی جائے، یا یہ، کہ خدا کا حکم ہے؟ غور کیجئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟

اگر واقعی یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کی دین اور دنیا دونوں ایک ہیں، اگر یہ واقعہ ہے کہ وہ قرآن نامی ایک کتاب کے پیرو ہیں، اس میں کوئی دھوکا نہیں کہ خدا کا ایک برگزیدہ رسول تھا۔ جس کے پیش کئے ہوئے احکام ان کے لئے ذریعہ فوز و فلاح ہیں، تو ہمارے لیڈروں کی حالت اس سے بالکل متضاد ہونی تھی، جو آج ہم بدبختی سے دیکھ رہے ہیں وہ ایک ایسی جماعت ہوتی، جس کے دل اور زبان دونوں میں اسلام ہوتا جن کا ہاتھ کسی حالت میں قرآن سے خالی نہ ہوتا بلکہ قرآن کی گرفت سے اس طرح رک جاتا کہ کسی دوسری شے کو اٹھانے کی مہلت ہی نہیں پاتا۔ وہ از سر تا پا مذہب کی تصویر ہوتے اور تعلیم الٰہی کا عملی نمونہ، ان کی ہر صدا مذہب میں ڈوبی ہوتی، اور ہر قدم مذہب ہی کی جانب اٹھتا۔ ان کی زبان کھلتی تو مذہب کے لئے اور قلم حرکت کرتا تو مذہب کے نام پر۔ وہ ہر بہتر سے بہتر خیال، اور ہر عمدہ سے عمدہ بات قوم کے آگے پیش کرتے مگر جو کچھ کہتے مذہب کے واسطے سے اور جو کچھ لکھتے مصحف کی سیاہی سے۔

وہ جب ہمارے سامنے آتے، تو گو ان کے سروں پر ہیٹ ہوتا، مگر زبان پر قرآن ہوتا، ہمیں اس کی چنداں پروا نہ تھی کہ ان کے سر پہ کیا ہے؟ مگر اس سے کیونکر غفلت کریں کہ ان کی زبان پر کیا ہے؟

Marfat.com

لیکن ایسا ہوتا تو کیونکر ہوتا ؟ دین و دنیا کی عملی تفریق نے قوم کی اصلاح وارشاد کی باگ ایک ایسی جماعت کے ہاتھ میں دے دی جو اگر ایسا کرنا بھی چاہتی تو نہیں کر سکتی الحاد ان کے دل میں چپکے چپکے کام کر رہا تھا، اور دماغ مذہب سے ناآشنا تھا، ان کو جس قرآن اور جس اسلام کی خبر ہی نہ تھی، اس کو قوم کے آگے پیش کرتے تو کیا کرتے ؟

روح کی تلاش سے پہلے اُٹھ بیٹھنے کی سعی

پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں، ایک سرد لاش اُٹھ کر بیٹھ جائے تو یہ کوشش لاحاصل ہوگی کہ اس کے ہاتھ پر گرم گرم تیل کی مالش کریں، یا سر کو سینکنا شروع کر دیں۔ بیشک ہاتھ ایک نہایت کارآمد اور ضروری عضو ہے مگر صرف اس کو گرم کر دینے سے زندگی کی حرارت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اصلی شے روح ہے جس وقت روح جسم میں عود کر آئے گی، خود بخود تمام اعضا کام دینے لگیں گے۔ جسم ملت کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ سیاست، اخلاق، تمدن، تعلیم، اصلاح معاشرت یہ تمام چیزیں اس کے لئے نہایت ضروری اور کارآمد اعضا ہیں، لیکن ان سب کی زندگی روح پر موقوف ہے میں نے کبھی لکھا تھا کہ قومی زندگی کے لئے دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں، پالٹیکس اور مذہب مگر یہ کہنا باقی ہے کہ اور قوموں کے لئے صرف پالٹیکس حیات بخش ہو تو ہو، مگر مسلمانوں کے لئے جن کا سارا کاروبار حیات مذہب ہی کے دم سے ہے، وہ روح مذہب کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم، واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون۔

مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار سنو! وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمہارے اندر زندگی کی روح پھونک دے اور اور یقین کرو کہ اللہ انسان اور اس کے دلوں میں جب چاہتا ہے آڑے آ جاتا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ بالآخر ایک دن تم سب اس کے آگے کھڑے کئے جاؤ گے

ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں، اسی طرح اور قومیں بھی۔ لیکن مسلمانوں کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں جو کسی خاص نسل و خاندان یا زمین کے جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ ان کی ہر چیز مذہب یا بالفاظ مناسب تر ان کا تمام کاروبار صرف خدا سے ہے۔ پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو نہیں قرار دیں گے، اس وقت تک نہ ان میں قومیت کی روح پیدا ہو گی اور نہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر سکیں گے آج دنیا "قوم" اور "وطن" کے نام میں اپنے لئے جو تاثیر رکھتی ہے، مسلمانوں کے لئے وہ اثر صرف "اسلام" یا "خدا" کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں "نیشن" کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپ کے پاس اس کے مقابلے میں کوئی لفظ ہے تو "خدا" یا "اسلام" ہے۔

تشخیص کے بعد اگر تشخیص کے بعد علاج آسان ہے۔ اگر گزشتہ امراض کی دریافت کے بعد آئندہ کے لئے حصول صحت میں کوئی دشواری نہیں اور اگر صحت کی آرزو کے ساتھ مرض کے حصول کی خواہش کبھی جمع نہیں ہو سکتی تو مسلمانو کے لئے ان کی آئندہ شاہراہ مقصود کا سوال بالکل صاف ہے اور وہ ایک ہی ہے آج تک ان کی تمام کوششیں اس لئے بارآور نہیں ہوئیں کہ ان کو آگ کی تلاش تھی، چاہیے تھا کہ چنگاریوں کو پھونکتے تاکہ آگ بھڑکتی اور تنور گرم ہو جاتا، لیکن وہ ہمیشہ راکھ کے ڈھیر کو پھونکتے رہے۔ ان کی محنت میں کوئی شک نہیں مگر اس کو کیا کیجئے کہ راکھ کو پھونکنے سے آگ نہیں پیدا ہو سکتی۔

ونار لو نفخت بہا اضاءت

ولکن انت تنفخ فی الرماد

ضلالت اعمال کی یہی مثال ہے جو قرآن حکیم نے دی ہے، اور فی الحقیقت قرآن کے سب سے گہرے معارف اس کی مثالوں ہی میں ہیں۔

مثل الذین کفروا بربہم جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی اطاعت

Marfat.com

اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علیٰ شئی، ذالک ھو الضلال البعید

سے انکار کیا، ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے گویا راکھ کا ڈھیر ہیں کہ آندھی کے دن اس کو ہوا اڑا لے گئی۔ اسی طرح جو کام ان لوگوں نے کئے ہیں ان میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا یہی گمراہی پرلے درجے کی گمراہی ہے

مسلمانوں میں تعلیمی رفتار اب تک مقابلتاً کیوں سست ہے؟ پولیٹیکل آزادی کے دلدادے کیوں ان میں نہیں ابھرے؟ ایثار و قربانی کی مثالیں کیوں ناپید ہیں؟ سحر نگار اہلِ قلم اور آتش بیان مقرر کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ ان سب کا جواب یہی ہے کہ ایک مُردہ لاش سامنے تھی، لیڈروں نے اس کے اعضا تقسیم کر لئے کسی نے تلوا سہلایا، اور کسی نے سر سینکنا شروع کر دیا مگر روح کی کسی کو فکر نہیں ہوئی۔ پھونکنے کے لئے بہتوں نے اپنے چہروں کو چولھے سے لا دیا مگر جتنی پھونکیں ماریں، وہ سب یا تو چولھے کے باہر کی مٹی اڑاتی رہیں یا اندر کی جمع شدہ راکھ کو بکھیرتی رہیں۔ آگ بھڑکتی تو کیونکر بھڑکتی؟ اور تمام اعضا کام دینے تو کیوں کر دیتے؟ بدبختی ہے کہ اتنی صاف بات بھی کسی کے سمجھ میں نہیں آئی؟

خلاصۂ مطالب ہم نے گزشتہ تین نمبروں میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں، بہتر ہوگا اگر ان کو بطور حاصل بیان کے یہاں عرض کر دیں۔

(۱) موجودہ تغیر خیالات ایک قیمتی فرصت ہے، اگر ایک دیوار ٹیڑھی کھڑی کر دی گئی ہو اور آپ اس کے نقص کو معلوم بھی کر لیں تاہم کسی بنی ہوئی چیز کا گرانا اور پھر از سر نو بنانا اس درجہ مشکل کام ہوتا ہے کہ ممکن ہے برسوں تک آپ کو نئی دیوار کھڑی کرنے کی مہلت نہ ملے لیکن اگر طوفان یا بارش کے ناگہانی حملے سے گر جائے، تو پھر آپ کو نئی دیوار بہر صورت بنانی ہی پڑے گی یہی حال مسلمانوں کی قدیمی پالیسی کا ہے وہ خود بخود گر چکی ہے۔ نئی پالیسی کی دیوار بنانے کے لئے اب پچھلی دیوار کے گرانے کی ضرورت نہیں، صرف اس کی ضرورت ہے کہ اب جو بنیاد رکھی جائے وہ درست ہو۔

Marfat.com

(۲) مسلمانوں کے لئے ہر شے ان کے مذہب میں ہے، پس اگر وہ آج کل پولیٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کی جگہ اس شے ہی کو کیوں نہ پیدا کر لیں، جو نہ صرف پالیٹکس بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے؟

(۳) قرآن کریم صرف نماز اور وضو کے فرائض بتلانے ہی کے لئے نازل نہیں ہوا، بلکہ وہ انسانوں کے لئے ایک کامل و اکمل قانون فلاح ہے جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی، اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا۔ ان کے لئے کبھی موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

(۴) مسلمانوں کا تمام کاروبار خدا سے ہے، اور خدا کے سوا جو کچھ ہے، وہ ان کے لئے اصنام و طواغیت یعنی بتوں کا حکم رکھتا ہے پس جب تک وہ خدا کے آگے نہیں جھکیں گے دنیا کی کوئی چیز ان کے آگے نہیں جھکے گی۔

(۵) ان کو اپنا نصب العین صرف "اسلام" بنانا چاہیئے اور ساری طاقت اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں اسلام ہی ان کے لئے پالٹیکس کی راہ کھولے گا، تعلیم کا حکم دے گا، اخلاق و خصائل میں تبدیلی پیدا کر دے گا، اور وہ تمام باتیں جن کو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر وہ للچا رہے ہیں، نقصان اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائیں گی۔ ھذا تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔

(۷)

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ ؟ ؟ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔	مسلمانو! اگر اللہ کی نصرت تمہارے ساتھ ہو تو پھر تم پر کوئی شے غالب نہیں آسکتی، لیکن اگر اللہ ہی تم کو شکست دینا چاہے تو بتلاؤ کہ اسکے بعد پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ صاحبان ایمان تو صرف اللہ ہی سے اپنا کاروبار رکھتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہاں رہ عشق ست کہ گشتن ندارد باز گشت
جرم را ایں جا عقوبت ہست استغفار نیست

گذشتہ مطالب کے گوش گزار کر دینے کے بعد اب صرف چند باتیں اور عرض کرنی باقی رہ گئی ہیں، اگرچہ سچ پوچھئے تو پوری داستان ہی باقی ہے اور شاید ہمیشہ باقی ہی رہے گی۔

قصہ عشق بہ شیرازہ نگنجد۔ زنہار
بگذاریدکہ ایں نسخہ معجزا ماند

اس تبدیلی کے نتائج

قدرتی طور پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر ایسی تبدیلی عمل میں آگئی (وما ذالك على الله بعزیز) تو اس کے نتائج کیا ہوں گے ؟ آغاز مضمون میں جن آئندہ خطرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ کیا کیا ہیں ؟

لیکن غور کیجئے تو در اصل ہماری دعوت اثبات فوائد و نتائج سے مستغنی ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم الٰہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہے، کبھی فوز و فلاح نہیں پا سکتا۔ اگر ہم اپنی دعوت کی خوبیاں ثابت نہ کر سکیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اس کے لئے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کی دعوت انسانوں کی طرف سے ہے اور اس کی پکار تعلیم الٰہی کی طرف۔

ومن احسن قولا	اور اس سے بہتر اور کس کی پکار ہو سکتی ہے
ممن دعا الى الله	جس نے اللہ کی طرف بلایا، اعمال نیک
وعمل صالحا و	انجام دئیے اور اپنے تیئں کسی انسانی نسبت
قال اننى من	کی طرف نہیں بلکہ خدا کی طرف منسوب کر کے
المسلمين۔	کہا کہ میں صرف مسلم ہوں۔

انسانی اعمال و اقوال دوسرے انسان کے لئے محتاج تصدیق ہیں مگر خدا کی آواز جب انسان کو مخاطب کرتی ہے تو وہ خود حق اور صداقت ہے اور اپنی تصدیق کے لئے کسی

Marfat.com

استدلال کی محتاج نہیں۔ اگر سچ کوئی متشکل وجود ہوتا اور بولتا، تو کیا اس سے دلیل طلب کی جاتی کہ وہ سچ ہے؟ آفتاب اگر کہے کہ میں روشن ہوں تو آپ اس کے جواب میں کیا کہیں گے؟

ہم جلدی میں لکھ گئے کہ "ہمارا اعتقاد ہے" حالانکہ "ہر مومن قلب" کا یہی اعتقاد ہونا چاہیئے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ "وہ صحیح الفطرت انسان، جس کی فطرت اصلی کا ذوق خارجی اثرات ضلالت سے بگڑ نہ گیا ہو کیونکہ انسان کی" فطرت اصلی" اور" اسلام" دو مترادف لفظ ہیں اور فطرت انسانی کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہی ہے اس کے خلاف انسان کے جس قدر اعمال ہیں ان کو خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی ضلالت سمجھئے ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت انسانی کے خلاف ہو، قرآن حکیم" عمل الشیطان" سے تعبیر کرتا ہے کہ عمل رحمانی تکوین فطرت اصلی و ودیعت تمیز ہدایت و ضلالت ہے۔ کما ورد فی الحدیث المشہور: کل مولود یولد علی فطرۃ (او علی فطرۃ الاسلام) والواہ یہودانہ وینصرانہ (الی اخرہ)

فاقم وجھک للدین القیم: فطرۃ اللہ الذی فطرۃ الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ۔

پس صرف دین قیم فطری کے ہو جاؤ، وہ خدا کی قائم کی ہوئی فطرت ہے جس پہ انسان پیدا کیا گیا، اور خدا کی فطرت میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

پس ہر صحیح الفطرت انسان کے لئے یہ دعوت ایک ایسی صداقت بحث ہے جو کسی بحث و استدلال کی محتاج نہیں۔ یہ اس کے لئے کوئی نئی دعوت نہیں ہے بلکہ اس کے اندر کی اس صدائے فطرت کا اعادہ ہے جو ہر آن و ہر لمحہ اس کے اعماق قلب سے اٹھ رہی ہے اور اس نقش خلقت کا عکس ہے جو نقاش قدرت نے اس کے صفحہ جبلت پہ کھینچ دیا تھا گو باہر کے غوغائے ضلالت نے اس کے سامعہ کو مشغول نہ کر دیا ہو، جب کان لگائے، اس آواز کو سن سکتا ہے اور جب آنکھ بند کرے اس نقش کو دیکھ سکتا ہے:

ان فی ذالک لذکری

اور اس میں بہت بڑی بصیرت ہے

لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد۔ — اس کے لئے جو اپنے پہلو میں سوچنے والا دل رکھتا ہو اور جس کے سر میں سننے والا کان ہو

البتہ یہ ضرور ہے کہ دستر خوان کے لذائذ کا اعتراف کرنے کے لئے ایک تندرست شخص کی زبان چاہیئے، نہ کہ ایک ایسے مریض کی جو رات بھر تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر بستر سے اٹھا ہو، اگر آپ کے منہ کا مزہ بگڑا ہوا ہے تو آپ کو شہد حنظل ثابت کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ اپنے کام و زبان کے ذوق رفتہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

پس حقیقت اندیشی کی نظر ڈالئے تو اتباع دین الٰہی کے داعی کے سر بحث و استدلال کا کوئی بار نہیں ہے، اس نے جس وقت یہ کہا کہ تعالوا الیٰ ما نزل علی الرسول (اس تعلیم کی طرف آؤ جو خدا نے اپنے رسول کریم پر اتاری) تو وہ اسی وقت سبکدوش ہو گیا، کیونکہ اگر اس کی دعوت دلیل کی محتاج تھی تو اس نے دعوے کے ساتھ دلیل بھی پیش کر دی۔ روشنی کے لئے یہی دلیل ہے کہ وہ روشنی ہے اس کی صداقت کی اس سے بڑھ کر برہان مبین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسانوں کی طرف نہیں بلاتا، بلکہ داعی الی اللہ و ما نزل علی رسولہ ہے۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ۔ — اس تعلیم کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے یعنی خدا کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکاؤ۔

تاہم کیا کیجئے کہ بدبختی سے زمانہ وہ آ گیا ہے جو ایک مسلمان کے آگے اسلام کی خوبیوں کو ثابت کرنا بہ نسبت ایک مسیحی کے زیادہ ضروری ہے۔ عین نصف النہار کی دھوپ میں کھڑا ہو کر ایک حریف آفتاب سے مقابلے کی آنکھیں لڑاتا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ اس کے روشن ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ پیاس کسی کو نہیں ہے مگر پانی سے پوچھتے ہیں کہ اسے کیوں تشنگی کے لئے مفید تسلیم کیا جائے؟

Marfat.com

حریف کاوش مژگاں خون ریزش نئی زاہد
بدست آور رگ جانے ونشتر را تماشہ کن

بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اس دعوت کے نتائج پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔ روشنی کی برکتیں کسے معلوم نہیں مگر پھر بھی آپ بار بار دُھرا دُھرا کے کہے جائیں تو بہتر ہے کیونکہ لوگوں نے تاریک غاروں اور تہہ خانوں کو اپنا نشیمن بنالیا ہے کذالک نصرف الایات لعلھم یتذکرون (اور اسی لئے ہم بار بار دُہرا کر موعظت و تذکیر سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں، ہماری دعوت دراصل دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مسلمان اپنے تمام اعمال میں جب تک کوئی علمی مذہبی تبدیلی پیدا نہیں کریں گے محض سیاسی یا تعلیمی تغیرات و ترقیات ان کے لئے سودمند نہیں ہو سکتیں۔

(۲) تعلیم، معاشرت اور سیاست میں ان کو بربنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ بربنائے مذہب۔

پہلے حصے کو ہم موخر رکھ کر سردست دوسرے ٹکڑے پر ایک مختصر بحث کرنی چاہتے ہیں۔
ہم نے گزشتہ نمبر میں کہا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں تعلیم قرآنی کے ہاتھ پر چھوڑ دیں۔

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہم ایسا کریں تو تعلیم، معاشرت اور پالیٹکس میں قرآن ہم کو کس طرف لے جائے گا؟ تعلیم میں ہم آج جو علوم و فنون جدیدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جو مقصد انتہائی ہمارے پیش نظر ہیں مذہب کی راہ سے بھی بھی وہاں تک پہنچ سکیں گے یا نہیں؟ اور اگر پہنچیں گے تو خالص قومی تحریک اور اس تحریک میں کیا فرق ہوگا؟ معاشرت میں اس کا ہاتھ ہمیں کہاں تک لے جائے گا؟ اور جو زندگی ہماری ہوگی، وہ بیسویں صدی کی معاشرتی ضروریات سے مطابق ہو سکے گی یا نہیں؟ پالیٹکس

Marfat.com

میں اس کی تعلیم کیا ہو گی؟ وہ غلامانہ محکومی کو فضیلت انسانی قرار دے گا جیسا کہ اب تک مسلمانوں کا حال رہا، یا آزادی و خود مختاری جمہوریت و مساوات کا ولولہ پیدا کرے گا جس کی طرف موجودہ تغیرات کا عام رجحان ہے؟ اور پھر بالفرض تعلیم قرآن و اسلام کی راہ سے ہم نے ایک آزادانہ پولیٹیکل پروگرام مرتب بھی کر لیا تو اس میں مزیت و فضیلت کیا ہوئی کیونکہ یہی شے ہم مذہب سے الگ رہ کر، یورپ کی موجودہ جمہوریت کے اتباع اور ہمسایوں کی نظیر سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ سوالات ہیں جن کا جواب دینا اس حصہ بحث میں ضروری ہے۔

لیکن تعلیم اور معاشرت سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ پالیٹکس کی شاخ پر نظر ڈالیں کیونکہ گو آج تک مسلمانوں کی اصلاح پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ تعلیم اور معاشرت کی اصلاح مذہب کی راہ سے شروع کی گئی ہو، مگر تاہم چونکہ نئے معلمین کا سرمایہ اصلاح اب تک صرف تعلیم ہی رہا ہے اس لئے گاہ گاہ ان کے ایوان تجدید میں برِ بنائے مصالح چند در چند مذہب کو باریابی کی عزت دے دی جاتی ہے اور چنداں بے التفاتی پر اصرار بھی نہیں ہے مسلمانوں کی جیب پر اب تک مذہب کی حکومت کچھ نہ کچھ باقی ہے۔ اور اس صید کے لئے چندے کے جال میں سب سے زیادہ پر کشش مذہب ہی کا ہے۔

واعظین و معلمین: حال ہی میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر اسلام و قرآن کے استغراق و انہماک سے بالکل عدیم الفرصت رہتے ہیں اور قرآن کریم کے "حامی تعلیم "دین فطری" اور "مصلح اخلاق و معاشرہ" ہونے کے بہت سے دلآویز اسباق ان کے نوک زبان ہیں۔ بعضوں پر تو کانفرنسوں کی خانقاہوں میں جب ہیجان جذبہ قومی سے عالم تواجد و تراقص طاری ہوتا ہے تو "فطرة" اور "اسلام" کا پردۂ بیگانگی و تعین بکلی مرتفع ہو جاتا ہے اور عالم اتحاد کے مشاہدات سے بے خود ہو کر "الاسلام ہو الفطرة، والفطرة ہی الاسلام" کا ترانہ وحدت گانے لگتے ہیں۔

Marfat.com

یارب ز سیل حادثہ طوفاں رسیدہ باد
بت خانہ کہ خانقہش نام کردہ اند

اس میں شک نہیں کہ اسلام ایک دین فطری ہے، التی فطر الناس علیہا، اور تمام عالم میں کوئی انسانی فطرت ایسی نہیں ہے جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے، لیکن اگر انسانی خلقت کے بعض نمونے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جیسے اس دین فطری کے ان نئے معلمین و واعظین کے ہیں، تو پھر تو اسلام کی فطرت کے مقابلے میں شکست تسلیم کر لینا ناگزیر ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کی فطرت اسلام سے اس درجہ متباعد و متضاد واقع ہوئی ہے کہ آج تک ان کی فطرت اعمال کے ساتھ یہ دین فطری ایک لمحہ کے لئے بھی جمع نہ ہو سکا، اور گو وہ یورپ کے معترضین اسلام کو نماز کا فلسفہ اور روزے کے وفائق فطریہ سمجھانے کے لئے پورے مستعد ہیں، مگر سوء اتفاق سے اس فلسفہ و اسرار فطرت کو کبھی ان کے ایوان اعمال میں باریابی کی عزت نصیب نہیں ہوئی۔ بل قلوبھم فی غمرۃ من ھذا، ولھم اعمال من دون ذالک ھم لھا عاملون (ان لوگوں کے دل اس دین فطری سے غافل ہیں اور ان کے دوسرے اعمال بھی جن کے وہ مرتکب ہوتے ہیں)

اب ہم صرف اس حصہ مبحث پر نظر ڈالتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے آئندہ کے لئے اپنا پولیٹیکل پروگرام مذہب کی بنا پر قرار دیا تو ایک خالص پولیٹیکل تحریک کے مقابلے میں کیا نتائج مرتب ہوں گے؟

اتباع شک اور اتباع یقین

اولین اور بنیادی شے تو یہ ہے کہ اگر ایک "راہ یقین" کی دعوت آپ کو پکار رہی ہے تو آپ "شک" اور "ظن" کی طرف کیوں دوڑتے ہیں؟ وہ پالیسی جو محض انسانی اتباع اور نظیر کی بنیاد پر قائم کی جائے گی، شک اور گمان ہوگی، کیونکہ انسانی دماغ کا ہر خیال شک ہے، خواہ اس کا نام محصور علم ہو یا محدود تجربہ، اور یقین کا سرچشمہ اگر کوئی ہے تو وہ "اسلام" یا مذہب حقیقی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ کفر و ضلالت اور الحاد و دہریت کو "شک" اور "گمان" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ انسانی دماغ کی انتہائی سرحدیں بھی اگر کوئی ڈھونڈھنا چاہے تو یقین کا پتہ نہیں چل سکتا۔ ایک ملحد فلسفی ہر چیز میں شک کر سکتا ہے کہ یہ کیونکر ہے؟ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ نہیں ہے تو نفی کے لئے حکم یقینی کہاں ہے؟ تو اس کا جواب اس کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن مذہب ایک یقین کی دعوت لے کر آتا ہے وہ حقائق اور وجود میں شک نہیں پیدا کرتا، بلکہ حقائق کے لئے ایک یقین اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ:۔

ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔	یہ ہے میرا طریقہ کہ اللہ کی طرف بلاتا ہوں اس یقین پر، جو مجھ کو، اور میرے ماننے والوں کو طریق الٰہی پر ہے۔

اس نے ہر جگہ منکرین تعلیم الٰہی کو سب سے بڑا الزام یہ دیا ہے:

ما لھم بذالک من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔	ان کے پاس کوئی علم و یقین نہیں، سوا اس کے کہ شک اور گمان میں گمراہ ہو رہے ہیں، حالانکہ شک یقین کے مقابلے میں کب ٹھہر سکتا ہے؟

دوسری جگہ کہا:

ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ؟ ان تتبعون الا الظن، وان انتم الا تخرصون	کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جو ہمارے آگے پیش کر سکو؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نہیں صرف اپنے واہموں پر چلتے ہو۔

بلکہ اگر قرآن کریم پر تدبر و تفکر کی نظر ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ "کفر" اور "شک" اس کی اصطلاح میں ہم معنی الفاظ ہیں، اور وہ کفر کو ہر جگہ شک پرستی سے اور اسلام کو یقین و علم سے تعبیر کرتا ہے (لیکن یہ اس بحث کا موقعہ نہیں)

پھر سوال یہ ہے کہ اتباع و پیروی کی مستحق وہ تعلیم ہے جو یقین اور اعتقاد بخشی ہو

یا وہ جس کا تمام تر ماحصل شک اور ظن ہے؟

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع ، امن لا یھدی الا ان یھدی؟ فما لکم کیف تحکمون؟ وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ان اللہ علیم بما یفعلون۔

جو حق اور یقین کی راہ دکھلائے، وہ زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ انسان، جو خود کسی راہ دکھلانے والے کا محتاج ہے؟ تم لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیسے حکم لگا رہے ہو؟ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اپنے وہم و قیاس کی اٹکلوں پہ چلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہم یقین کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔

عدم تغیر و استقلال رائے

ہم نے کسی گزشتہ نمبر میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی ایک ایسی پولیٹیکل پالیسی تیار کرنی چاہیئے جو کبھی متغیر نہ ہو، اور جس کی بنیاد ایک محکم عقیدہ ہو، نہ کہ بعض خارجی اسباب لیکن مذہب کے سوا اور کون سا اعتقاد ہو سکتا ہے، جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہو؟ انسانی آراء و قیاس میں تغیر لازمی ہے، کیونکہ وہ ظنون اور اوہام ہیں اور خارجی اسباب و علل کے تابع، لیکن احکام الہیہ کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ ایسی یقینیات ہوں، جن میں کبھی تغیر نہ ہو سکے، اگر کوئی مذہبی حکم متغیر ہو سکتا ہے تو وہ اس کا مستحق ہی کب ہے کہ اس کو مذہب کے لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

پس اگر مسلمانوں کی پولیٹیکل پالیسی ان کے مذہبی اعتقاد پر مبنی ہوئی تو جب تک ان کے دلوں میں اسلام کا اعتقاد باقی ہے اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان کے ہمسایوں کی پالیسی بدل جائے گی مگر ان کی پالیسی بدل نہ سکے گی، کیونکہ جس راہ نما کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ ہو گا اس کی راہ ایک ہی ہے اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں تغیر ہو تو اس کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ انسانی حکومتوں کے اصول حکمرانی ہی نہیں

Marfat.com

بلکہ سرے سے حکومتیں ہی بدل جائیں تو بھی اسلام نہیں بدل سکتا تو پھر اس سے ماخوذ اور اس پر مبنی اعتقاد بھی نہیں بدل سکتا۔

تصادم احزاب و تزاحم آرا

اب تک مسلمان ملکی ترقی اور آزادی کی تمام تحریکوں سے فخر کناں الگ ہو رہے ہیں، اس لئے ان کو پولیٹیکل زندگی کے سفر کی کوئی منزل پیش ہی نہیں آئی۔ یہ منزلیں ابتدا سے طے شدہ اور مقرر ہیں اور ہر محکوم قوم جو سیاسی زندگی حاصل کرنا چاہے گی، ضرور ہے کہ ان سے ایک بار گزر جائے۔ منجملہ ان منازل کے ایک نہایت خطرناک منزل پولیٹیکل مطالبات کا اصولی اختلاف نزاع اور اس بنا پر مختلف پارٹیوں کا قیام ہے بغیر اس منزل سے گزرے اس راہ کو طے کرنا تاریخ کے تجربے اور موجودہ واقعات کے مشاہدے کے لحاظ سے تقریباً محال ہے ملکی آزادی کی خواہش کو دل میں پیدا ہونے اور نشوونما پانے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا، تو پھر آپ کے پاس کوئی مقیاس الحرارت نہیں ہے، جس سے ہمیشہ اس حرارت دماغ سوز کی ڈگری کا خط دیکھتے رہیں پولیٹیکل زندگی مختلف طبائع میں مختلف درجے کی حرارت پیدا کر دیتی ہے اور اس لئے پولیٹیکل جد و جہد کے شروع ہوتے ہی مختلف جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں سب سے بڑا نزاع ملکی آزادی کی آخری منزل کی نسبت ہوتا ہے کہ وہ کیا ہو؟ ایک جماعت خالص جمہوری اعتقاد پر قائم ہو جاتی ہے، دوسری جمہوریت کو شاہی اقتدار کے ساتھ قائم رکھنا چاہتی ہے۔

ایک جماعت غیر ملکی حاکموں کے زیر سیادت خود مختار ملکی حکومت پر قناعت کر لیتی ہے، دوسری جماعت ملک کو صرف ملکیوں کے لئے چاہتی ہے اور اس کا نصب العین صرف حکومت خود اختیاری ہی نہیں بلکہ اغیار و اجانب سے ملک کو خالی کرنا ہی ہوتا ہے اگر دور نہ جائیں تو اپنے برادران ملک کی پولیٹیکل جد و جہد میں اس کی مثال آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اس نزاع احزاب اور اختلاف مقاصد کا سیاسی زندگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہو جانا بالکل قدرتی ہے۔ یہ طبیعت انسانی کے طبیعی جذبات: حرص و قناعت، اعتدال و سختی اور شدت و نرمی کا پولیٹیکل ظہور ہوتا ہے اس لئے بلا استثنا دنیا کے سیاسی جد و جہد کے عہد کے قریب میں کوئی قوم اس منزل سے گزرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ یہ اختلاف و نزاع جس درجہ ناگزیر نظر آتا ہے

Marfat.com

اس سے زیادہ اس کی مضرتیں واضح ہیں سب سے پہلا مضر نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ ملکی آزادی کے حملے سے بچنے کے لئے یہ نزاع حکومت کے ہاتھ میں ایک مضبوط ڈھال بن جاتا ہے اور حملہ آوروں کا باہمی نفاق، حریف کو فرصت دے دیتا ہے کہ جنگ کے نتیجے سے محفوظ ہو جائے ہندوستان کا موجودہ پولیٹیکل سکون اسی کا نتیجہ ہے، اور مصر میں "حزب الوطنی" کی تحریک اسی لئے بار آور نہ ہو سکی کہ وہاں کی ماڈریٹ پارٹی (حزب الامہ) کو انگلستان نے اپنے ہاتھوں لے لیا، اور آزادی کی ایک تلوار سے دوسری تلوار کے دو ٹکڑے کر دئے۔

مسلمان اگر پولیٹیکل جدوجہد کا سفر شروع کرنا چاہتے ہیں (اور افسوس کہ اب شروع کرتے ہیں) تو ان کے لئے بھی اس منزل سے گزرنا ضروری ہے۔ لیکن ہم کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی پولیٹیکل زندگی کو مذہب سے وابستہ کر دیں اور جس راہ کو اختیار کریں اسے اپنا ایک مذہبی حکم سمجھ کر اختیار کریں تو اسلام کے خوارق سے بعید نہیں کہ وہ ان کو ان موانع راہ سے بالکل محفوظ کر دے اور وہ اس امن و سکون کے ساتھ راہ سے گزر جائیں کہ سیاسی جدّوجہد کے کلیات میں ان کا وجود ایک مثال مستثنیٰ ہو۔

ہم نے کہا کچھ بعید نہیں لیکن غور کیجئے تو ایسا ہونا یقینی اور لازمی ہے جب مسلمان اپنی پولیٹیکل جدوجہد کو محض سیاسی ولولوں سے نہیں بلکہ اپنے اعمال دینی کی طرح شروع کریں گے تو ان کی زندگی اور اعمال احکام دینی کے تحت میں آ کر بالکل محدود و متعین ہو جائیں گے۔ اختلاف و نزاع تو جب ہو جب انسانی دماغ کو اس میں دخل ہو، مذہبی احکام تعبدیہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، ان کا پالٹیکس مذہب کی حکومت میں آ جائے گا۔ وہ خود مختار نہ ہوگا کہ اپنے لئے مقاصد اور اس کے حاصل کرنے کے وسائل ڈھونڈھے، بلکہ جو ایک ہی مقصد اور ایک ہی طریق حصول مقصد، اس کو مذہب بتلا دے گا، مجبور ہوگا کہ صرف اسی میں محدود رہے۔ جس طرح ایک مسلمان نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے، بالکل اسی طرح ایک سیاسی مقصد کو حکم الٰہی سمجھ کر تلاش کرے گا۔

Marfat.com

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر،

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔

(۱)

ایک اصولی بحث

سچ یہ ہے کہ پل صراط کی راہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کے نیچے آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں لیکن اس کا سامنا صرف قیامت کے دن پر ہی کیوں اٹھا رکھا جائے؟ (الدنیا مزرعۃ الاخرۃ) آج دنیا کے سفر میں بھی پل صراط ہر شخص کے سامنے ہے۔

یہ پل صراط درحقیقت (اخلاق) کی دشوار گزار راہ ہے، جذبات و امیال انسانی کے اعتدال کا لاینحل مسئلہ ہی اصلی پل صراط ہے بال سے زیادہ باریک تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور اس کے نیچے ہلاکت و بربادی کا قعر، آدم کی اولاد میں سے کوئی نہیں جس کو اس پر ایک بار نہ گزرنا ہو۔

وان منکم الا واردھا | تم میں سے کوئی نہیں جو اس پر سے نہ گزرے
کان علی ربک حتما مقضیا۔ | یہ ایک وعدہ اور فیصلہ ہے جس کو خدا نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

اخلاق کے سینکڑوں مشکل مسائل ہیں سے ایک مشکل تر مگر اصولی مسئلہ حب و بغض تولا و تبرا تحسین و تذلیل اور عفو و انتقام کا بھی ہے، ایک طرف اخلاق ہم کو تلقین کرتا ہے کہ دل کو محبت کے لئے مخصوص کر دو کہ اس گھر کے لئے یہی فانوس موزوں ہے انیس سو برس پیشتر ایک

Marfat.com

اسرائیلی واعظ کہتا ہے کہ: دشمنوں کو بھی پیار کرو۔ کیونکہ اگر صرف چاہنے والوں کو ہی چاہا تو تمہارے لئے کیا اجر؟

اخلاق کے اولین اور سامنے کے سبق یہی ہیں کہ پیار کرو، خاکسار بنو، کسی سے بغض نہ رکھو۔ سب کی عزت کرو، انسان کی انسانیت کا بغیر تفریق ادب کرو، اور جس کو سامنے دیکھو سر جھکاؤ سوسائٹی نے بھی صدیوں سے ان تعلیموں کو اعتقاداً قبول کر لیا ہے اور اصطلاحی اخلاق مذمت پاس و لحاظ، شرم و حیا، شرافت و انسانیت تمام الفاظ انہیں معنوں میں بولے جاتے ہیں۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسی اخلاق کا ایک دوسرا پارٹ ہے، جہاں اگر اس کی یہ غریب و مسکین صورت ایک سخت اور جابرانہ خشونت سے مبدل ہو جاتی ہے اور دنیا میں اگر اس کی صدا پہلی تعلیم دیتی ہے تو خود اس کا عمل دوسری شکل میں سامنے آتا ہے وہ چور کو قید کرتا ہے قاتل کو پھانسی پر چڑھاتا ہے نیکی کی جتنی تعریف کرتا ہے اتنا ہی بدی کو برا بھی کہتا ہے، زید کو کہتا ہے کہ وہ نیک ہے اس لئے اچھا ہے، عمر کو کہتا ہے کہ تم بداعمال ہو، اس لئے برے ہو، ظالم سے اس کے ظلم کا اور مجرم سے اس کے جرم کا مطالبہ کرتا ہے! پہلی حالت میں جس قدر عاجز تھا، اتنا ہی اس حالت میں مغرور و متکبر ہو جاتا ہے پہلے اگر عاجزوں کے جھکے ہوئے سروں کو اٹھا کر اپنے سینے پر جگہ دیتا تھا تو اب سرکشوں کے سروں کو اپنی ٹھوکروں سے پامال کرتا ہے اور پھر ساتھ ہی حالت یہ ہے کہ اس کی پہلی تعلیم سے اگر صرف معبدوں اور خانقاہوں میں رونق پیدا ہوتی تھی تو اس عمل سے پوری دنیا میں انتظام اور قانون قائم ہوتا ہے ایسی حالت میں اصول کے لئے ایک سخت تصادم اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے اور فیصلہ ہمکا بکا رہ جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ ان متضاد حالات میں راہ تطبیق کیا ہے؟ عفو و درگزر کے اصول سے کام لیجئے تو دنیا میں نیکی و بدی کی تمیز اٹھ جاتی ہے، انتقام و پاداش کی راہ اختیار کیجئے تو دنیا سے رحم و محبت نابود ہو جاتی ہے سب کو اچھا کہئے، تو صرف اچھوں کے لئے پھر آپ کے پاس کیا ہے برائی کیجئے تو اس کے حدود اور فیصلہ کن اصول کیا ہیں؟

○

آج ملک میں جو طبقہ شخصی حکومت کے جراثیم سے مریض ہو رہا ہے، وہ گو خود جان بلب ہے

Marfat.com

مگر اس کی نظر اپنے مرض پر نہیں بلکہ دوسروں کی شکایتوں پر ہے غلامی کے حلقوں کے لئے سب کے کان چھیدے ہوئے ہیں، پاؤں برسوں سے بوجھل بیڑیوں کے عادی ہو گئے ہیں ان حلقوں اور بیڑیوں کے لئے ضرور نہیں کہ وہ تخت و تاج ہی کی طرف سے بخشے گئے ہوں بلکہ ہر چاندی کا ڈھیر ہر قیمتی کپڑا، ہر قیمتی موٹر، ہر ہوٹل کی اعلیٰ ترین منزل کا مقیم، اور ہر وہ مدعی جس کے گلے میں طاقت اور جیب میں سکے ہوں، ایک قانونی اور موروثی حق رکھتا ہے کہ جس کو چاہے اپنے حلقۂ غلامی کے انتساب کا فخر دے دے۔ رسول عربی کے وقت میں تین سو ساٹھ بت تھے جن سے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں لیکن آج اس کی امت میں ہر چمکیلی ہستی لات و منات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم، ہر رئیس ہر حکام رس اور سب سے آخر، مگر سب سے پہلے۔ ہر خوش لباس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے، پوری ملت موحدان کی پجاری اور پرستش کا وہی جواب رکھتی ہے جو قریش مکہ کے پاس تھا کہ: ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفیٰ۔ ویعبدون من دون اللّٰہ ما لا ینفعھم ولا یضرھم و یقولون ھٰؤلاء شفعاءنا۔

اس انسان پرستی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بالعموم طبیعتیں مدح و تحسین کی عادی ہو گئی ہیں نکتہ چینی اور نقد و اعتراض کی متحمل نہیں ہو سکتیں ہر شخص مخاطب سے اگر کوئی قدرتی امید رکھتا ہے تو وہ یہی ہوتی ہے کہ مدح و منقبت کا ترانہ سنائے اور بادہ تحسین و آفرین کی پے در پے بخشش سے ساقی کا ہاتھ کبھی نہ تھکے، شرک و بت پرستی کے اس عام سکون میں اگر کوئی صدائے توحید خلل انداز ہوتی ہے تو ہر طرف سے اپنے ایک قدیمی پیشرو کی طرح:

لئن اتخذت الٰھا غیری	اگر میرے سوا کسی دوسری ذات کو تو نے
لاجعلنک من المسجونین۔	اپنا معبود بنایا تو میں تجھ کو قید کر دوں گا۔

کا غل مچ جاتا ہے اور صرف یہ معبودان باطل ہی نہیں بلکہ ان کے پرستار بھی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں، یہ ایک قدیمی سنت ہے اور دنیا میں جب کبھی سچائی آئی ہے تو اس کو ہمیشہ ایسے ہی لوگوں سے مقابل ہونا پڑا ہے: فما کان جواب قومہ، الا ان قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین۔

ایسے موقعوں پر عموماً اخلاقی مواعظ سے کام لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں

Marfat.com

پر حملہ کرنا انسانیت اور تہذیب کے خلاف ہے، گالیاں دینا کوئی اچھی عادت نہیں، اختلاف رائے ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مخالف آراء رکھنے والوں کی تذلیل و تحقیر کی جائے پھر اگر ایسا کرنے کے لئے آپ مجبور ہیں تو ذرا لہجہ نرم کیجئے اور شکایت بھی کیجئے تو شکر کے لہجہ میں کیجئے نرمی اور محبت سے کام نہ نکلے تو سختی دکھلانا شان شرافت نہیں۔

آجکل بھی کہ ہشیاری اور بیداری کی نہیں تو خمارہ و سرشاری کی ایک کروٹ تو مسلمانوں نے ضرور بدلی ہے، نکتہ چینیوں کی زبانوں کو ایسے ہی ظاہر فریب اور اخلاق نما جملوں سے بند کیا جارہا ہے پس ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اصولاً اس مسئلے پر غور کریں کہ فی الحقیقت اس بارے میں کوئی فیصلہ ہمارے پاس ہے یا نہیں؟ کسی کو بُرا کہنا یقیناً اچھی بات نہیں، دل محبت کے لئے ہے نہ کہ عداوت کے لئے لیکن کیا ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں یہ برائی سب سے بڑی نیکی اور بھلائی ہوسکتی ہے

★

سب سے پہلے اسے اخلاق کے عام اصول کے لحاظ سے دیکھئے جب بھی فیصلہ صاف ہے دنیا میں جس دن اخلاق نے کہا کہ نیکی کو نیک اور نیک عمل کو اچھا کہو کیونکہ بغیر اس کے دنیا میں نیکی زندہ نہیں رہ سکتی، اسی وقت اس نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ نیکی کی خاطر بدی کو بُرا اور بدعمل کو قابل نفرین سمجھو کیونکہ نیکی کو اس کا حق تحسین مل نہیں سکتا جب تک بدی کو اس کی سرزنش اور نفرین نہ مل جائے۔

زیادہ غور کیجئے تو یہ ایک قدیمی اور عام معمول بہ بات ہے گو اس کا آپ کو حس نہ ہو، دنیا میں اخلاقی محاسن فی الحقیقت ایسے اعراض ہیں جو بغیر کسی اضافی تعلق کے کوئی وجود مستقل نہیں رکھ سکتے یہی سبب ہے کہ ان کا فیصلہ قطعی ہمیشہ سے مشکل رہا ہے اور اب بھی مشکل ہے پس ان محاسن و فضائل کا اگر کوئی وجود ہے تو صرف ان کے اضداد کے تقابل ہی کا نتیجہ ہے، جب تک رذائل انسانی کو نمایاں نہ کیجئے گا، فضائل انسانی وجود پذیر نہ ہوں گے اس لئے روشنی اور تاریکی کی مثال شاید فہم مقصد میں معین ہو کہ روشنی کا وجود صرف تاریکی کے وجود ہی کا نتیجہ ہے۔

رہا اخلاقی تلقینات اور اعمال کا اختلاف، تو یہ اخلاق کے ہر مسئلے میں درپیش ہے، مگر درحقیقت دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں، اخلاق دنیا میں کسی شے کو فی نفسہ اچھا یا

Marfat.com

بُرا کہنے کا فیصلہ نہیں کر سکا، اس کی ہر تعلیم نسبت و اضافت سے وابستہ ہے اور اس کی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے، کوئی شے اس کے آگے نہ تو اچھی ہے اور نہ بری، ایک ہی چیز کا بعض حالتوں میں نام نیکی ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں بدی۔ یہی حال اس مسئلہ کا بھی ہے، عفو و درگزر، آشتی و محبت نرمی و عاجزی انسان کے لئے سب سے بڑی نیکی ہیں لیکن کن کے سامنے؟ عاجزوں، درماندوں کے سامنے، نہ کہ ظالموں اور مجرموں کے آگے، ایک مسکین و فلاکت زدہ پر رحم کیجئے تو سب سے بڑی نیکی اور ایک ظالم پر کیجئے تو سب سے بڑی بدی ہے گرے ہوؤں کو اٹھائیے تاکہ وہ چل سکیں لیکن اگر سرکشوں کو ٹھوکر نہ لگائیے گا تو وہ گرے ہوؤں کو اور گرا دیں گے، قانون کو دیکھئے تو وہ جرم کو روکنے کے لئے خود جرم کرتا ہے خون ریزی اس کے سامنے سب سے بڑی معصیت ہے، لیکن خون ریزی کو روکنے کے لئے وہ قاتلوں کا خون بہانے ہی میں امن دیکھتا ہے قاتل کا قتل بدی تھا لیکن عدالت کا فتویٰ قتل نیکی ہو گیا۔

ہم نے بغیر کسی ترتیب کے چند جملے پھیلا دئے کیونکہ یہ اخلاق کے ایسے عام اعمال ہیں جن کو یاد دلا دینا ہی کافی ہے پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر انسان اخلاقاً نرمی و آشتی اور محبت و عفو کا مستحق ہے اور کسی کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا اخلاق کے اصول کے خلاف ہے، وہ اخلاق کے نام سے ایسی سخت بد اخلاقی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں جس پر اگر ایک لمحے کے لئے بھی عمل کیا جائے تو دنیا شیطان کا تخت گاہ بن جائے، نیکی و اعمال صالحہ کا نظام درہم برہم ہو جائے قانون، اخلاق، مذہب، حسن و قبح کی تمیز اور نور و ظلمت کی تفریق، کوئی بھی خدا کو خوش کرنے والی چیز دنیا میں باقی نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر محبت کے لئے ایک بغض لازمی ہے اور کوئی عاجزی نہیں کر سکتا جب تک کہ متکبر و مغرور بھی نہ ہو، نیکی کو اگر پسند کرو گے تو اس کی خاطر بدی کو بُرا کہنا ہی پڑے گا اور خدا کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو شیطان کی دشمنی کی پروا مت کرو۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے لئے فیصلہ کُن حدود معین ہونے چاہئیں، نرمی و آشتی اور عفو و درگزر کے مقامات کیا کیا ہیں، اور سخت گیری و پاداش و انتقام کا حق کس موقعہ پر حاصل ہوتا ہے؟

Marfat.com

عام اخلاق کے اصول بھی ان سوالوں کا جواب شاید دے سکتے ہیں مگر ہم تو دنیا کی ہر شے کو مذہب ہی میں ڈھونڈھتے ہیں اور پھر اس کے بعد نہیں جانتے کہ دنیا میں اور کیا کہا جاتا ہے ؟ ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم ایک امام مبین، تبیانا لکل شئی، بیان الناس، نور و کتابٌ مبین، اور انسان کے ہر اختلاف و نزاع کے لئے ایک حاکم ناطق ہے اور پھر اس کا عملی نمونہ اور وجود ظلی اس کے حامل و مبیّن کی زندگی کے اعمال ہیں کہ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) پس ان سوالوں کا جواب بھی وہیں ڈھونڈھنا چاہیئے۔

(۲)

اسلام نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے قیام و بقا کے لئے اساس اوّلین اور نظام بنیادی ایک اصول قرار دیا ہے اور اس کو وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے تعبیر کرتا ہے :

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر، ویامرون بالمعروف، وینھون عن المنکر اولٰئک ھم المفلحون۔	تم میں ایک جماعت ہونی چاہیئے جو دنیا کو نیکی کی طرف دعوت دے، بھلائی کا کام کرے اور برائی سے روکے وہی فلاح یافتہ ہیں۔

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے اور بظاہر مسلمانوں میں سے ایک گروہ خاص کا اس کو فرض قرار دیا ہے لیکن اسی رکوع میں آگے چل کر دوسری آیت ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف، و تنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔	تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کام کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ ملی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے۔

Marfat.com

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداً علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا	اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی اور وسط کی امت بنایا تاکہ لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو۔

تفسیر آیات ان تین آیتوں میں خدا تعالےٰ نے خاص طور پر مسلمانوں کا اصلی مشن، مقصد تخلیق، قومی امتیاز، اور شرف خصوصی اسی چیز کو قرار دیا ہے کہ گو دنیا میں اعلان حق ہر برگزیدہ ہستی اور جماعت کا فرض رہا ہو مگر مسلمانوں کا تو سرمایہ زندگی یہی فرض ہے، وہ دنیا میں اس لئے کھڑے کئے گئے ہیں کہ خیر کی طرف داعی ہوتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی کو جہاں کہیں دیکھتے ہیں اپنے تئیں اس کا ذمہ دار سمجھ کر روکتے ہیں آخری آیت میں کہا کہ تم کو ایک وسطی ملت بنایا گیا تاکہ تم اولین و آخرین کے لئے گواہ بن سکو اور اس امر کی: کہ تم نے اپنا یہ فرض ادا کیا یا نہیں تمہارا رسول امین اللہ کے آگے گواہ ہو، اخلاق کے تمام دفتر کا متن قرآن کا یہی اصول ہے، دنیا میں سوسائٹی کے آداب اور قانون کا احتساب بھی اسی اصول پر قائم ہے۔

گو تفصیل کا موقع نہیں مگر ان آیات کے متعلق چند تفسیری اشارات کر دینا فہم مقصد میں معین ہوگا۔

امر بالمعروف حکم عام ہے دوسری آیت میں اسی لئے (المعروف) اور (المنکر) پر الف لام استغراق کے لئے آیا تاکہ (بقول امام رازی) معروف اور منکر میں کوئی تخصیص و تحدید باقی نہ رہے، اور ظاہر ہو جائے کہ وہ ہر نیکی کے لئے امر اور ہر بدی کے لئے ناہی ہیں، عام اس سے کہ کہیں ہو اور کسی صورت میں ہو (وھذا یقتضی کونھم آمرین لکل معروف و ناھین عن کل منکر)

مسلمانوں کے ملّی شرف و فضیلت کی علت (خیر امۃ اخرجت للناس) کے بعد امر بالمعروف کا ذکر کیا، اور یہ اس لئے کہ پہلے وصف بیان کرکے پھر اس کی علت بیان کی جائے، یعنی

Marfat.com

مسلمانوں کا بہترین امت ہونا صرف ان کے اس وصف پر منحصر ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں، غیر کی دعوت دیتے اور شر سے روکتے ہیں (کما تقول زید کریم یطعم الناس ویکسوھم) اور یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف امتیازی ان سے جاتا رہے، تو پھر وہ بہترین امت ہونے کے شرف سے بھی محروم ہو جائیں، اور ان کا اصلی قومی امتیاز ان میں باقی نہ رہے۔

تیسری آیت کی تفسیر

تیسری آیت میں ان کو وسط کی امت قرار دیا اور پھر اس کا سبب بیان کیا گیا کہ "تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ ہو۔"

افسوس ہے کہ ایسی صاف اور سلجھی ہوئی بات میں بھی ہمارے بعض مفسرین نے لاحاصل بحثیں پیدا کر دیں اور اس بحث میں پڑ گئے کہ یہ شہادت دنیا میں ہو گی یا آخرت میں؟ اسلام کا اصلی کارنامہ غیر فانی دنیا ہی کی اصلاح تھا، مگر مفسرین اس کی طرف سے اس درجہ غافل ہیں کہ ہر شے کو آخرت پر ہی اٹھا رکھنا چاہتے ہیں، ایک دوسرے موقعہ پر اسی شہادت کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبانی ذکر کیا گیا ہے کہ: کنت علیھم شہیداً ما دمت فیھم (میں اپنی امت پر شاہد تھا، جب تک کہ میں ان میں موجود تھا) اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنی امت میں دنیا کے اندر ہی موجود تھے نہ کہ آخرت میں۔ پس یہاں بھی شہادت سے وہی شہادت مراد ہے جو دنیا کی زندگی میں انجام دی جا سکتی ہے

تاہم (علامہ رازی) کا ہمیشہ ممنون ہونا پڑتا ہے کہ وہ گو ہر آیت کے متعلق طرح طرح کی توجیہات جمع کر دیتے ہیں مگر پھر بھی ایک نہ ایک ایسی توجیہہ ضرور ان میں موجود ہوتی ہے جو اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیتی ہے اور وہی خود ان کی ذاتی رائے ہوتی ہے اس آیت کے متعلق بھی انہوں نے دوسرے قول کو بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ بالکل صاف اور غیر پیچیدہ ہے۔

امۃ وسطاً

اصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مسلمانوں کا فرض منصبی قرار دیا اور فی الحقیقت ایسا کرنا دنیا میں عدل حقیقی کو قائم کرنا تھا، برائی اگر روک دی جائے اور نیکی کو رائج کیا جائے تو دنیا کے نظم کے قوام کا اس کے

Marfat.com

علاوہ اور کیا اعتدال ہو سکتا ہے؟ عدل کے معنی ہیں عدم افراط و تفریط، یعنی کسی شے کا نہ زیادہ ہونا اور نہ کم ہونا، اور یہ درجہ مقام (وسط) اور درمیانی ہے۔

گناہ کی حقیقت اور اصطلاح قرآنی میں "اسراف"

دنیا میں جس قدر برائیاں ہیں، غور کیجئے تو افراط و تفریط کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ انسان کے تحفظ خود اختیاری اور حفظ حقوق کے لئے غیرت، غضب اور ہیجان کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب یہ جذبات اپنی حد سے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو فطرت کی بخشی ہوئی ایک شے جو یقیناً نیکی تھی یکایک بدی بن جاتی ہے اور اس کا نام جرم اور گناہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں ہر جگہ معصیت اور گناہ کے لئے (اسراف) کا لفظ اختیار کیا: (قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ) "اے وہ میرے بندو، کہ تم نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو" یہاں مسرفین سے مراد سخت درجے کے گنہگار اور معصیت شعار انسان ہیں کیونکہ آیت کا شان نزول، نیز آگے چل کر (ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا) کہنا اس کی پوری تشریح کر دیتا ہے اسراف کی تعریف (صرف الشئ فیما ینبغی، زائداً علی ما ینبغی) اور (تجاوز الحد فی کل شئ" راغب") یعنی "کسی چیز کو اس کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور ہر شے کا اپنے حد سے تجاوز کر جانا" اس سے بڑھ کر گناہ کی اور کیا تعریف ہو سکتی تھی کہ وہ قوتوں اور خواہشوں کے بے اعتدلانہ خرچ کا نام ہے (اسراف) کے علاوہ اصطلاح قرآنی میں ایک لفظ (تبذیر) بھی ہے جیسا کہ فرمایا: ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بے موقع اور بے ضرورت مال و دولت کو ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) لیکن تبذیر اور اسراف میں ایک باریک فرق یہ ہے کہ کسی شے کے خرچ کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، بعض چیزیں خرچ تو کی جاتی ہیں ان کے ٹھیک ٹھیک مصرف ہیں، لیکن تعداد صرف ضرورت اور حد معینہ سے زائد ہوتی ہے اور طریق صرف صحیح نہیں ہوتا مثلاً ایک مجرم پر اس کے قصور سے زیادہ غضبناک ہونا اور مناسب سزا دینے کی جگہ مار پیٹ سے کام لینا بے شک ایک مجرم کو اس کے جرم کی پاداش ملنی چاہیئے اور اس

Marfat.com

لحاظ سے آپ کے غصے اور غضب کا خرچ اپنے صحیح مصرف میں ہوا لیکن جس مقدار اور جس صورت میں غصے کو آپ خرچ کر رہے ہیں یہ اس کے حدود اور اس کی ضرورت سے زیادہ ہے اور اسی کا نام (اسراف) ہے۔

برخلاف (تبذیر) کے کہ اس کی تعریف (صرف الشئ فیما لا ینبغی) بیان کی گئی ہے یعنے "کسی چیز کو اس کے مصرف کے علاوہ دوسری جگہ خرچ کرنا" مثلاً دولت نفس کی ضروری آرام و آسائش، اعزا و اقارب کی اعانت اور اعمال حسنہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے مگر آپ اسے محض اپنی جاہ و نمائش، دنیوی عزت اور حکام کی نظروں میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے بالکل مختلف لٹانا شروع کر دیں تو قرآن کریم اس کو (تبذیر) سے تعبیر کرے گا اور چونکہ اس کا نقصان اسراف سے شدید تر ہے، اس لئے وعید بھی سخت وارد ہوئی ہے کہ مسرف کے لئے تو صرف (ان اللہ لا یحب المسرفین) "خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" فرمایا اور (تبذیر) کے مرتکبین کو (کانوا اخوان الشیاطین) کہہ کر "شیطان کے اخوان و اقارب" میں شمار کیا گیا۔ اسراف اور تبذیر کا یہ فرق خود قرآن کریم سے ماخوذ ہے، تفسیر بالرائے نہیں ہے۔ یہ دونوں لفظ جہاں جہاں بولے گئے ہیں اگر ان کا استقصا کیا جائے تو خود بخود یہ فرق ظاہر ہو جائے گا مثلاً:

کلوا واشربوا ولا تسرفوا، ان اللہ لا یحب المسرفین۔	کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

بھوک اور پیاس میں غذا اور پانی کا صرف ایک بالکل صحیح مصرف کا خرچ ہے اور اشیاء کا بے موقع خرچ کرنا نہیں ہے، غذا کھانے ہی کے لئے ہے اور پانی پینے کے لئے، لیکن اگر حد خواہش اور ضرورت سے زیادہ کھایا جائے یا ان کی تیاری اور طریق اکل و شرب میں بے جا روپیہ خرچ کیا جائے تو یہ اسراف ہو جائے گا۔ اسی لئے فرمایا کہ اسراف مت کرو۔ لیکن ایک دوسرے موقعہ میں صورتِ خرچ اشیاء اس سے مختلف تھی۔

وات ذالقربیٰ حقہ	اور اقارب کا حق ان کو دو، نیز مسکین اور مسافر

Marfat.com

وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ — کے حقوق ادا کرو، اور دولت کو بے جا
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔ — ضائع مت کرو۔

یہاں چونکہ مقصود یہ تھا کہ دولت کا مصرف صحیح اعزا و اقارب وغیرہ کے حقوق ادا کرنا ہے پس دوسرے کاموں میں اس کو بے موقع خرچ نہ کرو: اس لئے اسراف نہیں کہا بلکہ تبذیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

رجوع الی المقصود

حاصل سخن یہ ہے کہ گناہ، معصیت، فسق، جرم، اور ہر وہ شے جس کا شمار برائیوں اور بدیوں میں ہے، فی الحقیقت لے اعتدالی اور افراط و تفریط ہی کا نام ہے۔ اس کے مقابلہ میں نیکی اور خیر کو صرف ایک ہی لفظ (عدل) سے تعبیر کیجیے کہ وہ ہر شے جس میں عدل پایا جائے یقیناً نیکی اور عمل خیر ہے۔ قرآن ہر جگہ ہر طرح کے محاسن و فضائل کو اسی جامع و مانع لفظ سے تعبیر کرتا ہے اس کی اصطلاح میں صراط مستقیم توازن قسط، میزان الموادین قسطاس المستقیم اور عدم تکلف اور اسی طرح کے بیسیوں الفاظ اسی ایک مقام عدل سے عبارت ہیں، وہ ہر جگہ اور ہر تعلیم میں لاتعتدو (زیادتی مت کرو) اور اعدلوا (عدل کرو) کے اصول کی دعوت دیتا ہے اور اسی راہ عدل کو اقرب الی التقوی بتلاتا ہے، اس کی تعلیم کا خلاصہ ہر شے میں خواہ وہ اس کی عبادت اور بندگی اور خواہ اس کی راہ میں خیرات و بخشش ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً — اور اپنا ہاتھ نہ تو اس طرح سکیڑ کہ گویا
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا — گردن میں بندھ گیا ہے اور نہ بالکل پھیلا
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا — ہی دو، ورنہ تم خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ گے
مَّحْسُوْرًا۔ — اور لوگ تم کو ملامت کریں گے۔

ہر کام کے لئے اس آیت میں اعتدال کی ایک جامع مثال بیان کر دی گئی ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے مراد قیام عدل ہے

پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اس طرف اشارہ کیا تھا، جس جماعت کا فرض دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر

Marfat.com

ہو گا، وہ دنیا میں ایک ایسی طاقت ہو گی جو صرف نیکی ہی کی خاطر دنیا میں بھیجی گئی ہے اور چونکہ نیکی عبارت ہے عدل سے اور بدی اس کے عدم سے، اس لئے فی الحقیقت وہ عدل کو قائم رکھنے والی اور ہر افراط و تفریط کو۔ کہ بدی اور گناہ ہے روکنے والی جماعت ہو گی۔

اب عدل کی حقیقت پر غور کیجئے تو وہ فی الحقیقت ہر شے کی وسطی اور درمیانی حالت کا نام ہے کسی ایک طرف جھک پڑے تو افراط و تفریط ہے بلکہ ٹھیک ٹھیک درمیان میں اس طرح کھڑے ہیں کہ بال برابر جگہ بھی کسی طرف زیادہ نہ بچی ہو تو اس کا نام اعتدال اور عدل ہو گا قرآن کریم نے اس کی نہایت عمدہ مثال دی ہے ایک جگہ فرمایا:

وزنوا بالقسطاس المستقیم خیر و احسن تاویلا۔ جب کسی چیز کو تولو، تو ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھو (تاکہ وزن میں دھوکا نہ ہو) یہی طریق خیر اور نیک انجام ہے۔

دوسری جگہ ایک سورت اس جملے سے شروع کی ہے:

ویل للمطففین ماپ تول میں کم دینے والوں کیلئے بڑی تباہی ہے

عدل کے لئے سب سے زیادہ مشاہدے میں آنے والی اور عام فہم مثال ترازو کی تھی کہ اس کے تمام اعمال کی صحت کا دارومدار محض اس کے اوپر کی سوئی پر ہے، جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وسط میں قائم نہ ہو جائے وزن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جوں ہی دونوں پلوں کا وزن مساوی ہو گا، معاً سوئی بھی وسط میں آکر ٹھہر جائے گی۔

اسی لئے قرآن نے اکثر مقامات میں ترازو کی مثال سے کام لیا ہے اور قیامت کے دن بھی انسانی اعمال کا فیصلہ اسی کے ہاتھ ہو گا: فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیہ، واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ۔ یہی سبب ہے کہ وسط کو عدل کے معنوں میں بولا جاتا ہے اور فی الحقیقت (وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً) میں بھی وسط سے مراد عدل ہی ہے۔

جس جماعت کا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، اس سے بڑھ کر کون سی جماعت عنداللہ اور عندالناس عادل ہو سکتی ہے؟ پس خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ "ہم نے

Marfat.com

تم کو تمام دنیا کے لئے ایک عدل قائم کرنے والی امت بنایا تاکہ دنیا کے لئے تم ایک گواہ عادل کی حیثیت سے شہادت دے سکو"

خود قرآن مجید بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے ایک موقعہ پر فرمایا کہ قال اوسطھم، اور وہاں بلا اختلاف (اوسطھم) سے مراد (اعدلھم) ہی ہے امام رازی نے بروایت قفال ایک حدیث بھی درج کی ہے کہ آنحضرت نے خود اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی: امۃ وسطا ای عدلا۔ اس کے علاوہ مشہور حدیث خیر الامور اوسطھا میں بھی اوسط بمعنی عدل استعمال کیا گیا ہے یعنے بہتر کام وہ ہیں جو ان میں مطابق عدل ہوں، آنحضرت کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسط قریش نسبا۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اوسط اعدل ہی کے معنی میں بولا گیا ہے اور اسی بنا پر اس آیت سے (اجماع) کے حجت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جب امت کی عدالت نص سے ثابت ہوگئی، تو اس کا اجماع یقیناً گمراہی و فساد سے محفوظ ہوگا۔

پہلی اور دوسری آیت میں تطبیق

پہلی اور دوسری دونوں آیتوں میں خدا تعالے نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کا ذکر کیا ہے لیکن پہلی آیت میں بظاہر الفاظ تمام امت کے لئے نہیں بلکہ امت میں سے ایک خاص جماعت کے لئے اس کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف (الخ)	تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے۔

لیکن دوسری آیت میں کسی ایک جماعت کی تخصیص نہیں ہے، تمام امت کا امتیاز کلی اسی فرض کو قرار دیا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف (الخ)	تم سب میں بہتر امت ہو، اس لئے نیکی کا حکم دیتے ہو (الخ)

دونوں آیتیں ایک ہی سورت اور ایک ہی رکوع میں ہیں، پھر دونوں میں اختلاف کیوں ہے؟ پہلی میں یہ فرض محدود و مخصوص، اور دوسری میں عام ہے۔

Marfat.com

عام خیال یہ ہے کہ پہلی آیت میں خداتعالیٰ نے جن فرائض کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ہر فرض اپنی تکمیل کے لئے علم کا محتاج ہے۔ دعوت الخیر کے لئے ضرور ہے کہ اعمال خیر کا علم ہو، امر بالمعروف کیونکر انجام پا سکے گا جب کہ وہ کام معلوم نہ ہوں گے جن پر معروف کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ نہی عن المنکر تو اور زیادہ علم و فضل اور درس و تدریس کا محتاج ہے کیونکہ منکرات میں تمام محرمات و مکروہات فقیہہ داخل ہیں اور جب تک ان کا علم نہ ہو کیونکر اسے روکا جا سکتا ہے؟

اس تفسیر کی بنا پر فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اس آیت (ولتکن منکم) میں (من) تبعیض کے لئے آیا ہے، اس سے صرف ایک گروہ محدود (علما) مراد ہے اور یہ تینوں باتیں صرف انہیں کے فرائض میں داخل ہیں۔

علما نے اس فرض عام کو اپنے لئے مخصوص کر لیا

لیکن درحقیقت یہ خیال عملاً و اعتقاداً ایک ایسی خطرناک غلطی تھی جس کو نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں سے تعبیر کروں؟ اس تیرہ سو برس میں اسلام کو ان تمام غلط فہمیوں سے پالا پڑا جو اس سے پہلے امم سابقہ کو پیش آچکی ہیں لیکن کسی سخت سے سخت تحریف نے بھی مسلمانوں کو ایسا لاعلاج نقصان نہیں پہنچایا جیسا اس غلطی سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے اسلام کی وہ دعوت الٰہی جو ایک عالمگیر اصلاح اور دین الملی جامعہ کے قیام کے لئے آئی تھی، اسی غلط فہمی سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ خلافت و نیابت الٰہی کا وہ شرف، جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے بہ حیثیت ملّی وہ تمام عالم میں خدا کا مقدس دست عمل تھے، بدبختانہ اسی غلط فہمی سے خاک میں ملا رؤسائے روحانی اور پیشوایان مذہب نے جو مشرکانہ اختیارات اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے اور جن کی غلامی سے دنیا کو نجات دلانا اس دین الٰہی کا اصلی مشن تھا، اس کی بیڑیاں پھر اس غلط فہمی کی لعنت سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑ گئیں اور ایسی پڑیں کہ اب تک نہ نکل سکیں، چالیس کروڑ فرزندان الٰہی جن کو اپنے اعمال حسنہ سے دنیا میں خدا کی تقدیس کا تخت جلال بننا تھا آج اپنی بد اعمالیوں سے تمام قومی جرائم اور ملی معاصی میں گرفتار ہیں اور قہر الٰہی کو مدتوں سے دعوت دے رہے ہیں، یہ وہی معاصی ہیں جن کی پاداش

Marfat.com

میں اقوام گزشتہ سے خدا نے اپنا رشتہ توڑا تھا، جن کی وجہ سے (داؤد) کے بنائے ہوئے ہیکل سے روٹھ کر رحمت الٰہی نے (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں کو اپنا گھر بنایا تھا اور پھر جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنی نیابت سے معزول کرکے مسلمانوں کو اس پر سرفراز کیا تھا۔

ولقد اهلكنا القرون من قبلكم لما ظلموا وجاءتهم رسلهم بالبينات وما كانوا ليومنوا ، كذالك تجزي الله القوم المجرمين۔ ثم جعلنا كم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعلمون ؟

اور تم سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں کہ جب انہوں نے ظلم و معاصی پر کمر باندھی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ان کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے مگر انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا۔ مجرموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں پھر ان کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم کو دنیا کی بادشاہت دیکر ان کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہو؟

٭

مگر یہ بدبختی بھی صرف اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

لیکن یہ سب کچھ کیوں کر ہوا؟ اس طرح کہ اعتقاد ہی سے عمل وجود پذیر ہوتا ہے اس غلط فہمی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ (امر بالمعروف) جو دراصل ہر فرد اسلامی کا فرض تھا اور صحابہ کرام کی زندگی اس کی عملی شہادت ہمارے سامنے ہیں، وہ روز بروز ایک محدود دائرے میں سمٹتا گیا اور سمٹتے سمٹتے ایک غیر محسوس نقطہ بن کر رہ گیا۔ اب اس کے وجود میں بھی شک ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کے انحطاط و ہلاکت کی ایک بڑی علت رؤسا مذہبی کا مسموعانہ اقتدار ہے اسلام نے اس زہر کا تریاق اسی اصل اصول کو تجویز کیا تھا کہ امر بالمعروف کی خدمت کو اس طرح عام اور ہر فرد ملت پر پھیلا دیا جائے کہ پھر کسی مخصوص گروہ کو کسی ذریعہ سے اقتدار حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ہندوؤں کے برہمنوں اور عیسائیوں

بے رومن کیتھولک فادروں کی طرح مذہبی دعوت و اصلاح کو کوئی جماعت اپنی اقلیم حکمرانی نہ بنالے کہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید۔ لیکن اب صدیوں سے دیکھئے تو مسلمان جن بیڑیوں کو کاٹتے آئے تھے ان سے خود ان کے پاؤں بوجھل ہو رہے ہیں۔ اس فرض الٰہی کو (علما) نے اپنا موروثی حق بنا لیا ہے جس میں اور کسی فرد کو دخل دینے کی اجازت نہیں۔ شیطان (اپنی قدیمی عادت کی طرح) جب ضرورت دیکھتا ہے ان کو اپنے اعمال ابلیسانہ کے لئے آلۂ کار بنا لیتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جگہ (امر بالمنکر و نہی عن المعروف) کے فرائض ان کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں باقی تمام قوم اپنے اس فرض کی طرف غافل و بے خبر ہے۔ اور جہل مذہبی کے سبب سے (علما) کے اس غصب حقوق عامہ پر قانع ہو گئی ہے۔ خدا کی حکومت کوئی بھی اپنے اوپر محسوس نہیں کرتا، نیکیوں کی طرف سے سب کی آنکھیں بند ہیں، اور برائیوں پر سے ہر شخص ایسا گزر جاتا ہے گویا اس کو کان سننے کے لئے اور آنکھیں دیکھنے کے لئے ملی ہی نہیں: فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور۔

دونوں آیتوں کا منشا ایک ہے

حقیقت یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں، دونوں کا منشا ایک ہے اور دونوں اس فرض کو بغیر کسی تخصیص و تحدید کے ہر قائل کلمہ توحید کا فرض قرار دیتی ہیں، البتہ پہلی آیت میں (ولتکن منکم) کا لفظ اشتباہ پیدا کرتا ہے کہ (منکم) بیان تبعیض کے لئے ہے یعنی تم میں سے بعض لوگوں کی ایک جماعت اس فرض کو اپنے ذمے لے لے لیکن چونکہ آگے چل کر دوسری آیت نے اس فرض میں تمام امت کو شامل کر لیا ہے اس لئے یہاں (منکم) کو تبعیض کے لئے قرار دینا ہی غلط ہے بلکہ وہ یقیناً توضیح و تبیین کے لئے آیا ہے جیسا ہر زبان کے محاورے میں عموماً بولا کرتے ہیں، مثلاً عربی میں کہیں گے للامیر من غلمانہ عسکر۔ ولفلان من اولاد جند۔ یعنی امیر کے لڑکوں سے فوج کے سپاہی ہیں اور فلاں شخص کی اولاد سے لشکر مرتب ہو رہا ہے تو اس سے امیر کے تمام لڑکے مراد ہوں گے نہ کہ بعض۔ خود قرآن میں ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔

Marfat.com

مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بتوں کے علاوہ اور کسی شے کی ناپاکی سے پرہیز نہ کیا جائے۔ غرضکہ یہاں (من) افادۂ معنی تبئین کرتا ہے نہ تبعیض (امام رازی) نے دوسرے قول کو بیان کرتے ہوئے اس پر کافی بحث کی ہے۔ فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔

لیکن اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم قرآن مجید کی ایک اور آیت اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں اگر (امام رازی) نے اس آیت کو بھی پیش نظر رکھا ہوتا تو ان کو متعدد آراء و توجیہات کے لاحاصل نقل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سورۂ (حج) کے پانچویں رکوع میں خدا تعالیٰ نے کافروں کے ان مظالم کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے آغاز اسلام کے مسلمانوں کو سامنا ہوا تھا۔ پھر دفاع و حفظ نفس کے لئے قتال کی اجازت دی ہے اور اس کے بعد کہا ہے:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر، وللہ عاقبۃ الامور۔	اگر ہم (ان مظلوم مسلمانوں) کو (حکومت اور خلافت) دے کر زمین میں قائم کر دیں تو وہ نہایت اچھے کام انجام دیں گے یعنی نماز پڑھیں گے زکوٰۃ دیں گے لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سب کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

یہ آیت اس بارے میں بالکل صاف اور فیصلہ کن ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کرنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ زمین پر حکمران ہونے کے بعد اچھے اور نیک کاموں کو انجام دیں گے۔ پھر ان کاموں کی بالترتیب تشریح کی ہے اور سب کو مسلسل عطف کے ساتھ بیان کیا ہے، جو معطوف و معطوف علیہ میں تسویہ ثابت کرتا ہے پہلے نماز کا ذکر کیا، پھر زکوٰۃ، اور یہ دونوں عمل ہر جگہ قرآن میں ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام آیا ہے اور اسی سلسلۂ اعمال میں جس میں نماز اور زکوٰۃ بلحاظ وجوب و فرض بیان کئے جاتے ہیں اس سے ثابت ہو گیا: کہ

(۱) مسلمانوں کو خدا نے جو نصرت و فتح اور دنیا میں کامیابی عطا فرمائی: اس کی علت یہ تھی کہ تاکہ وہ اعمال حسنہ انجام دیں۔

Marfat.com

(۲) وہ اعمال حسنہ (علی الخصوص اقیام نماز، ادائے زکوٰۃ، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں۔

(۳) نماز اور زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے پس امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہر مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔

---

(۲۲)

عدل و اعتقاد

گزشتہ نمبر سے گویا متحقق ہو گیا کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے ہر پیرو پر فرض کر دیا ہے لیکن اصل بحث ابھی باقی ہے اس تعلیم کو اصولاً و اعتقاداً کون نہیں مانتا ؟ لیکن اخلاق اور مذہب کی ہر تعلیم میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں جو اصول قابل عمل نہ ہو، وہ کاغذ کے صفحوں پر کتنا ہی دلفریب ہو مگر انسانی مصائب کے لئے کیا مفید ہو سکتا ہے ؟ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا اس اصول پر عمل بھی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

"اسلام" یکسر عمل ہے، مذہبی تاریخ میں جو انقلابات ذہن و اصول سے عمل کی جانب ہوئے ہیں اور جن کی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ رگوتم بدھ) اور آخری صورت (مسیحی تحریک) تھی اسلام اس کے انقلاب آخری کا نام ہے، جس کے بعد مذہب ایک خالص عملی قانون کی شکل میں مبدل ہو گیا اور وہ تمام چیزیں نکل گئیں، جو اس کی عملی طاقت کو معرفت پہنچاتی تھیں۔

پس اگر یہ سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اصول ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اصول ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ وہ محض ایک ذہنی زندگی رکھنے والا اصول ہی نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والا قانون ہے۔

حب و بغض و عفو و انتقام

سب سے بڑی مشکل جو اس اصول کی عملی راہ میں پیش آتی ہے وہ اخلاقی تعلیمات کی دو رنگی ہے ایک طرف عفو و درگزر اور محبت و عاجزی کی تعلیم ہے، دوسری طرف نیکی و بدی کے احتساب کی سختی اور انتقام و عقوبت ہے۔ خود قرآن کریم کی تعلیمات میں بھی یہی مشکل پیش آتی ہے۔

Marfat.com

ایک طرف عفو و نرمی اور حکمت و موعظتہ کا حکم ہے، دوسری طرف سختی و انتقام اور تشدد و جبر کے احکام پر زور دیا گیا ہے یورپ کے مورخین جب تعصب و جہل کی تاریکی میں اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس اختلاف تعلیم کی تہہ میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا، پھر پریشان ہو کر اس اختلاف کو (مکی) اور (مدنی) زندگی کے اختلاف حالت کا نتیجہ بتلاتے ہیں کہ جب تک اسلام بے بسی اور محتاجی کی حالت میں تھا، نرمی اور عفو درگزر کی تعلیم سے زندگی کا سہارا ڈھونڈتا تھا۔ لیکن مدینہ میں آکر جب تلوار ہاتھ آگئی تو پھر حکومت اور طاقت کی حالت میں عاجزی و مسکنت کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن: واللہ یعلم انہم لکاذبون۔

عفو و انتقام کا اصل اصول

اس بحث کا یہ موقعہ نہیں لیکن اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جس اصول پر قائم کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

فقہا کا ایک عمدہ اصول ہے کہ "اصل ہر شے کی اباحت ہے تا آنکہ کوئی سبب حرمت پیدا نہ ہو" انگور کا عرق فی نفسہ ایک مفید اور عمدہ شے ہے لیکن جب اس میں نشہ پیدا کر دیا جائے اور نشہ کی وجہ سے انسان کے دماغ اور اخلاق کو نقصان اور اس نقصان کی وجہ سے امن عامہ میں خلل اور سوسائٹی کا ہرج ہو تو وہ پھر حرام قطعی ہے۔

بالکل اسی طرح اخلاق میں بھی اصل عمل د محبت ہے تا آنکہ کوئی سبب لاحق ہو کر (بغض) سے تبدیل نہ کر دے! یعنی دنیا میں ہر شے محبت کے زیر قانون ہے اور کوئی نہیں جو محبت و پیار کا مستحق نہ ہو لیکن اس محبت کے اوپر بھی ایک قانون عام کی حکومت ہے یعنی "نفع رسانی اور حقوق العباد کی نگہداشت" پس اگر کوئی علت ایسی پیدا ہو جائے جس کے سبب سے محبت کی صورت اپنی محبوبیت کو مسخ کر دے تو پھر ہر محبوب شے کو اپنی نظروں میں مبغوض بنالو اور جس قدر محبت کی راہ میں محبت کا جوش رکھتے تھے محبت ہی کے خاطر بغض کی راہ میں بغض کا جوش ظاہر کرو۔

غور کرو، قانون دنیا میں کیا چاہتا ہے؟ محبت یعنی امن کو قائم کرنا لیکن محبت کی خاطر عداوت اور امن کی خاطر بدامنی اس کو بھی کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کی انتہائی آرزو

Marfat.com

یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو مہلکات سے نجات دے، لیکن زندگی بخشنے کے لئے اسے موت ہی کے حربے سے کام لینا پڑتا ہے۔ انسان کو پھانسی پر چڑھا کر مارتا ہے اور کہتا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ انسان گلا گھونٹ کر نہ مارے جائیں۔

پارلیمنٹ اور جمہوریت، امن اور آزادی مانگتی ہے مگر امن کی خاطر اسے شخصی حکومت میں بدامنی پیدا کرنی پڑتی ہے اور آئندہ قتل روک دینے کے لئے بہتوں کو قتل کرنا پڑتا ہے قرآن نے حب و بغض اور نرمی و سختی کے اصول کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے، اس کی عام تعلیم یہ ہے :-

خذ العفو وامر بالعرف	خطاؤں سے درگزر کر اچھی باتوں کا حکم دے
واعرض عن الجاھلین	اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جا اور اگر
واما ینزغنک من	(اے پیغمبر) تیرے دل میں اگر انتقام کا ولولہ
الشیطان نزغ فاستعذ	پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ، وہ سننے والا
باللہ انہ سمیع علیم۔	اور جاننے والا ہے۔

ایک دوسرے موقعہ پر احسان عام اور عاجزی اور فروتنی کو اس پیرایہ میں فرمایا :

ولا تمش فی الارض مرحا	زمین پر اکڑ کے نہ چلا کرو، اس طرح چل کر
انک لن تخرق الارض ولن	زمین کو پھاڑ تو سکتے نہیں اور نہ تن کر چلنے
تبلغ الجبال طولا۔ کل ذالک	سے پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو، یہ تمام
کان سیئۃ عند ربک مکروحا	باتیں خدا کو ناپسند ہیں۔

سورہ فرقان میں اپنے نیک بندوں اور سچے مومنوں کی جہاں خصلتیں گنائی ہیں وہاں پہلا وصف یہ کہا :

وعباد الرحمن الذین	اور رحم کرنے والے خدا کے رحم طینت بندے
یمشون علی الارض	وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے ساتھ
ھونا واذا خطبھم	چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے جہالت
الجاھلون قالوا سلاما	کی باتیں کرتے ہیں تو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں

Marfat.com

سورۂ شوریٰ میں ایک ایسے ہی موقعہ پر مومن کا سب سے بڑا وصف یہ قرار دیا ہے کہ:-

اذا ما غضبوا ھم یغفرون۔	اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں۔

اصطلاح قرآن میں (عزم امور) ایک انتہائی وصف ہے جو انبیائے جلیل القدر کی مدح میں آیا ہے لیکن عفو و صبر کرنے والے کے لئے بھی اسی کو استعمال کیا۔

ولمن صبر وغفر ان ذالك لمن عزم الامور۔	اور جو صبر کرے اور خطاؤں کو بخش دے تو بے شک یہ بڑے ہمت کے کام ہیں۔

احسان عام کی ان تعلیمات کا استقصا کیا جائے تو اس طرح کی بیسیوں آیتیں اور ملیں گی۔

یہ تعلیم تو عام، اور گویا اصل اخلاقی کا حکم رکھتی ہے لیکن جب عوارض سے حالات متغیر ہو جائیں اور عفو و درگزر کی جو علت تھی (یعنی نفع خلائق اور عدم مضرت رسانی) عفو و درگزر سے خود وہ مفقود ہونے لگے تو اس حالت میں پھر بہ شرط عدل و مساوات انتقام اور بدلے کی سختی کو جائز کر دیا۔

جزاء سیئۃ مثلھا	برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے کرو۔

آگے چل کر اس کو صاف کر دیا۔

ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٰئك ما علیھم من سبیل۔ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون علی الارض بغیر الحق۔	اور اگر کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگ معذور ہیں ان پر کوئی الزام نہیں الزام انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور بغیر کسی حق کے زیادتی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

دوسری مثال اس سے زیادہ واضح ہے۔

عام حکم کفار و مخالفین کے ساتھ نرمی و رافت، عفو و درگزر، اور بطریق احسن

Marfat.com

نصیحت و موعظت کا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن	خدا کی راہ کی طرف حکمت و وعظ کے ساتھ بلاؤ اور اگر بحث بھی کرو تو اس طرح کہ وہ پسندیدہ طریقہ ہو۔

دوسری جگہ مخصوص طرز پر یہود اور نصاریٰ کی نسبت کہا:

ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن۔	اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر بطریق پسندیدہ۔

لیکن پھر دوسرے موقعوں پر (جہاد فی سبیل اللہ) کو ایک فرض دین قرار دیا اور سورتوں کی سورتیں اس کے احکام کی نسبت نازل فرمائیں۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونھم۔	جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو۔

اسی آیت کے بعد فرمایا:

فاقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوا ھم من حیث اخرجوھم۔	ان کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے، تم بھی انہیں نکال باہر کرو۔

پہلے عام طور پر نرمی اور آشتی کا حکم دیا تھا، لیکن قتل پر بھی بس نہ کر کے اب شدید سے شدید سختی پر زور دیا۔ حیث قال۔

قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ۔	اپنے آس پاس کے کافروں سے لڑو اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

دونوں تعلیموں میں کس درجہ تباین و تباعد ہے؟ مگر در اصل دونوں کا منشا ایک ہی ہے۔ پہلا حکم احسان عام، محبت عمومی اور اصل اخلاقی پہ مبنی تھا لیکن جب عوارض و لواحق سے حالات بدل گئے تو جس طرح پہلے انسانوں کی راحت اور جلب نفع کے لئے نرمی کا حکم دیا تھا، اسی طرح اور اسی مقصد سے یہاں سختی و قتل کا حکم دیا اور اس کی

Marfat.com

علت کو کھول کر بیان دیا کہ:

الفتنہ اشد من القتل	فساد خون ریزی سے بڑھ کر برائی ہے۔

(۲)

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ	ان کو قتل کرو یہاں تک کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے۔

جس طرح قتل کی برائی کو روکنے کے لئے خود قتل کی برائی کو مجبوراً اختیار کرنا ہے اسی طرح قرآن نے فتنہ و فساد سے ارض الٰہی کو پاک کرنے کے لئے تلوار سے مدد لینے تک کی اجازت دے دی ہے۔ بے شک نرمی اور نرم رفتاری کو خدا دوست رکھتا ہے لیکن سخت گیروں اور ظالموں کو سختی سے باز رکھنے کے لئے بھی اگر سختی نہ کی جائے تو نرمی قائم نہیں ہو سکتی۔ فتنہ و فساد اسے پسند نہیں مگر فتنہ و فساد روکنے ہی کے لئے اسے فتنہ سے علاج بالمثل کرنا پڑتا ہے۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔	اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا تو تمام صومعے اور گرجے اور تمام عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے منہدم ہو گئی ہوتیں۔

یعنی مقصد الٰہی شفقت و رحمت و احسان عام ہے لیکن جب ایک گروہ اس کی زمین کو فتنہ و فساد سے آلودہ کرتا ہے، بغیر کسی جرم و تصور کے محض عبادت الٰہی کی وجہ سے اس کے نیک بندوں پر ظلم و سختی کرتا ہے ان کو گھروں سے نکالتا ہے اللہ کی عبادت گاہ میں جانے سے روکتا ہے، پھر وہ جب اپنا گھر بار چھوڑ کر، وطن سے بے وطن ہو کر دوسرے شہر میں پناہ لیتے ہیں تو وہاں بھی ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا، تو ان حالتوں میں مجبور ہو کر پیغمبر کو فتنہ روکنے مظلوموں کو بچانے، شعائر الٰہی کی حفاظت اور حرمت کو قائم رکھنے اور رافت و رحمت سے دنیا کی محرومی کو مٹانے کے لئے سختی سے کام لینا پڑتا

Marfat.com

ہے اور تلوار کو کاٹنے کے لئے تلوار بلند کی جاتی ہے۔

اس موقعہ پر پچھلے نمبر کے اس ٹکڑے پر ایک نظر ڈال

وکذالک جعلناکم امۃ وسطا

لینی چاہیئے، جس میں " امۃ وسطا" پر بحث کی گئی ہے، خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی خلافت اور نیابت بخشی تھی پس ضرور تھا کہ وہ بھی صفات الٰہی سے متصف اور متخلق باخلاق الٰہی ہوں۔ خدا رحیم اور محبت کرنے والا ہے پس حکم دیا گیا ہے کہ ارحموا علی الارض یرحمکم من فی السماء" زمین پر رحم کرو تاکہ وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے لیکن رحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل بھی ہے پس رحم و محبت میں بھی عدل اور وسط کا ہونا ناگزیر تھا اس بنا پر تعلیم دی گئی کہ جب افراط و تفریط حد سے بڑھ جائے تو افراط کو روکنے کے لئے تم بھی افراط کرو۔ سفر بڑھ گیا ہے تو تم بھی بہت زیادہ ترشی کھلا دو۔ تم پر تلوار اٹھائی گئی ہے تو اسے تلوار ہی سے کاٹو، تم ذلیل کئے گئے ہو تو تم بھی ذلیل ہی کرو تاکہ تسویہ و اعتدال پیدا ہو۔ یہ سب کچھ عین رحم و محبت ہے نہ کہ سختی و جبر۔ ڈاکٹر مریض کے عزیز سے کم مریض پر مہربان نہیں، اس کے تلوے میں کانٹا چبھ کر چبھن پیدا کر رہا ہے لیکن اس چبھن کے دور کرنے کے لئے نشتر کے نوک ہی سے اسے کام لینا پڑے گا۔

لقد ارسلنا	ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے
رسلنا بالبینات	ساتھ مبعوث کیا اور ان کے ساتھ کتاب
وانزلنا معھم	اور ترازو بھیجا، تاکہ لوگ عدل و انصاف
الکتاب والمیزان	پر قائم ہوں اور نیز لوہا پیدا کیا جو
لیقوم الناس	ہتھیاروں کی شکل میں سخت خطرناک
بالقسط، وانزلنا	بھی ہے اور ساتھ ہی بہت سی
الحدید فیہ باس	منفعتیں بھی انسانوں کے لئے اپنے اندر
شدید و منافع للناس	رکھتا ہے۔

اس آیت میں قرآن نے پوری تشریح کے ساتھ نظام عالم کے قوانین اساسی کو

Marfat.com

بیان کر دیا ہے، خدا ہدایت و اصلاح کے لئے انبیاء کو بھیجتا ہے اور ان کو میزان (قیام امن کی نافذانہ قوت) دیتا ہے تاکہ دنیا میں اللہ کے عدل کو قائم کر دیں لیکن چونکہ اس کے لئے اکثر اوقات قہر و عقوبت کی ضرورت تھی، اس لئے ان کو عدل قائم کرنے کے لئے جنگ و قتال کی بھی اجازت دی، اور لوہا پیدا کیا، جو طرح طرح کی اشکال اختیار کرتا ہے پس وہ مضر بھی ہے اور مفید بھی۔

تشبہ بالالہ و تخلق باخلاق اللہ

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اسلام انسان کے آگے ایک ارتقائے روحانی کی راہ کھولتا ہے جو گو عبدیت کے مقام تذلل و تکسر سے شروع ہوتی ہے مگر اس کا انتہائی نقطہ تشبہ بالالہ (یعنی خدا کی صفات سے مشابہت پیدا کرنے کا مقام) ہے اور اسی طرح اس مشہور حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: تخلقوا باخلاق اللہ (خدا کا اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) پس ضرور تھا کہ جس ملت کو خدا نے دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی تھی وہ بھی اس صفت الٰہی سے متصف ہوتی۔ خدا اطاعت و عبادت سے (یعنی ہر ایسے کام سے جو قوائے فطریہ کا صحیح استعمال ہو) خوش ہوتا ہے پس ایک انسان مومن کو بھی خوش ہونا چاہیئے اور اپنی نارضامندی کا اعلان کرنا چاہیئے۔ ہم نے پچھلے نمبر میں (اسراف) اور (تبذیر) کی حقیقت سے بحث کی تھی۔ خدا عادل ہے اور رحم و محبت، نرمی و آشتی میں بھی اسراف و تبذیر پسند نہیں کرتا۔ اگر (بائبل) کا (ابن اللہ) رحم محض کا مجسمہ ہے اور عدل کے ترازو کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہتا تو نہ لے، مگر چھوڑے بغیر تو اسے بھی چارہ نہیں۔ اس نے تمام انسانی جرائم و معاصی کو شان محبت کے جوش میں معاف کر دینا چاہا لیکن پھر بھی بدی کو قابل عقوبت ثابت کرنے کے لئے تمام ابن آدم کو نہ سہی مگر اپنے عزیز بیٹے کو تو تین دن تک لعنت میں گرفتار رکھ کر خونی مجرموں کی طرح سولی پر چڑھانا ہی پڑا۔

یہ ناگزیر ہے، دنیا کے لئے محبت کی صورت موہنی ہو مگر افسوس کہ سودمند نہیں۔ عدل کی پیشانی پر اگرچہ خوشنمائی کی بلندی کی جگہ سختی و خشونت کی لکیریں ہیں، لیکن دنیا کا تمام

Marfat.com

نظام صرف اسی کے دم سے ہے۔ پس خدا نے اپنی ملت کو بھی اپنی صفات کی دعوت دی اور اپنی شانِ عدل کی طرح اس کو بھی (امتہ وسطاً) قرار دیا تاکہ وہ اس کی زمین پر ایک عادلانہ خلافت ہو اور اس کی طرح ...... جذبے میں نہ تو اسراف کرے (یعنی رحم کے موقعہ پر رحم کو، اور سختی کے موقعہ پر سختی کو اس کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا) اور نہ تبذیر کا طریقہ اختیار کرے (یعنی رحم کی جگہ قہر۔ اور قہر کی جگہ رحم)

مقام محبت الٰہی اور یحبہم و یحبونہ

یہی راز ہے کہ خدا نے تمام قوموں کو اپنے اپنے دور میں اپنی خلافت بخشی اور ہر صالح جماعت کو اس ورثہ الٰہی کا حق دار بنایا (ان الارض یرثہا عبادی الصالحون) مگر کسی کو اپنی محبوبیت اور معشوقیت کا درجہ عطا نہیں فرمایا۔ حضرت (داؤد) علیٰ نبینا (وعلیہ السلام) کی نسبت ضرور کہا کہ:۔

یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض۔	اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر اپنی خلافت بخشی۔

بنی اسرائیل بھی مدتوں اس پر سرفراز رہے لیکن ان کی نسبت یہ کہا کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب بنائے تھے۔ یہ اس امت مرحومہ کی مزیت خصوصی تھی کہ:

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ	عنقریب اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا جن کو وہ اپنا محبوب بنائے گا اور وہ خدا کو محبوب رکھیں گے۔

لیکن اس جماعت کی علامت یہ تبلائی کہ:۔

اذلتا علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومتہ لائم۔	مومنوں کے ساتھ نرم، مگر کافروں کے ساتھ سخت، اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے۔

یہ مختصر آیت اس مشکل کا پورا حل ہے۔ مومن محبوب الٰہی ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ

Marfat.com

سے بڑھ کر محبت الٰہی کے لئے اور کون سی شے جالب ہو سکتی ہے ؟ لیکن خدا نے اپنی محبت کے ساتھ طرف مخالف کی محبت کا بھی ذکر کیا کہ "میں انہیں چاہتا ہوں اور وہ مجھے چاہتے ہیں" (یحبھم ویحبونہ) اور یہاں ارباب ذوق کے لئے ایک نکتۂ عجیب ہے حضرت (یوسف) کے حالات میں یکسر عشق و محبت ہی کا افسانہ ہے مگر وہ محبت محض یک طرفہ تھی "یحبھم ویحبونھم" کی طرح دونوں طرف سے نہ تھی۔ صرف زلیخا ہی کی نسبت فرمایا کہ :-

قد شغفھا حبہ	یوسف کا عشق اس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ زلیخا جو کچھ کرتی تھی، اپنے نفس کی خاطر کرتی تھی، یوسف کی رضا جوئی مطلوب نہ تھی۔ جب عزیز مصر پر اصلیت منکشف ہو گئی تو ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے باوجود کمال استیلائے محبت و شغف خود ہی یہ صلاح دی کہ :

ما جزاء من اراد باھلك سوء ؟ الا ان یسجن او عذاب الیم۔	جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی یہ سزا ہے کہ قید کیا جائے یا سخت عذاب میں گرفتار ہو۔

لیکن عشق و خود پرستی دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے عشق کی تعریف یہ ہے کہ "اولھا قتل و آخرھا حرق" (اس کی ابتدا قتل نفس ہے اور انتہا تمام خواہشوں اور ہوا و ہوس کا فنا) یہاں سب سے بڑی معصیت اپنے وجود کا حس اور اثبات ہے :

وجودك ذنب لا یقاس بہ ذنب

محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچ کر نفس اپنے کو فنا کر دیتا ہے اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلہ بے روح بن کر رہ جاتا ہے اس کا دل اس کے پہلو میں نہیں ہوتا بلکہ محبوب کی انگلیوں میں "یقلبھا کیف یشاء" (جس طرف چاہتا ہے پھرا دیتا ہے) محبت کا استغراق خود اس کے محبوب کے صفات و خصائل کا ایک دورا

Marfat.com

پیکر بنا دیتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو اسی کی نظر سے اور سنتا ہے تو اسی کے کانوں سے۔ خود اس کی کوئی خواہش اور کوئی مرضی باقی نہیں رہتی۔ محبوب کی خواہش اس کی خواہش، اور محبوب کی مرضی اس کی مرضی بن جاتی ہے (زلیخا) کو ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا ورنہ اپنی ذلت و رسوائی کے خوف سے (یوسف) کو بارہ برس تک قید خانے میں نہ دیکھتی البتہ جب اس راہ میں ترقی کر گئی تو پھر ننگ و ناموس نفس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں اور پکار پکار کر کہنے لگی:

ما ابری نفسی ان النفس الامارۃ بالسوء	اپنے نفس کو الزام سے نہیں بچاتی بے شک میرا نفس برائی پر آمادہ کرنے والا ہے۔

خدا نے اپنے مومن بندوں کو صرف اپنا ہی محبوب نہ کہا کہ یہ تو صرف زلیخائی ہوتی، بلکہ یحبھم ویحبونہم فرمایا کہ میں اگر ان کو دوست رکھتا ہوں تو وہ بھی مجھ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس تعلق محبت کو محب و محبوبی اور عشق و معشوقی، دونوں سے مرکب بنایا تاکہ مقام ایمان کی اصلی علامت و خصوصیت ظاہر ہو جائے اور ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبت ہی کا نام ہے:

والذین آمنوا اشد حبا للہ۔	اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی خدا سے نہایت درجہ دوستی ہے۔

محبت کی شرط اوّلین فنا فی المحبوب ہے، اس لئے مومن مخلص بھی وہی ہے جو اپنی تمام خواہشوں اور قوتوں کو بھول کر صرف خدا کی مرضی اور ارادے پر اپنے تئیں چھوڑ دے۔ خدا کی مرضی اس کی مرضی اور خدا کی خوشی اس کی خوشی ہو۔ یہی معنی خلافت الٰہی کے ہیں کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفات کاملہ کا مظہر اور اس لئے اس کا جانشین ہے۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

پس جب مقام ایمان محبت الٰہی، اور محبت الٰہی، اور محبت بغیر حصول فنا فی المحبوب محال، تو یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بے نقاب ہو جاتا ہے (مومن) کی تعریف یہ ہے کہ خود اس کی نہ کسی کے ساتھ دوستی ہو نہ دشمنی، نہ کسی کی مدح کرے

Marfat.com

اور نہ مذمت، بلکہ وہ دست الٰہی میں ایک بیجان آلہ بن کر اپنی محبت و دشمنی کو راہ محبوب کے لئے وقف کر دے۔ جو خدا کے دوست ہیں، وہ اس کے دوست ہوں، اور جو اس کے دشمن ہیں، وہ اس کے دشمن ہوں؟ اسی کی راہ میں دوستی اور اسی کی راہ میں دشمنی۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ خدا نیکی اور اعمال حسنہ سے خوش ہوتا ہے پس یہ بھی جہاں کہیں نیکی کو دیکھے، اپنا سر جھکا دے۔ وہ بدی اور بد اعمالی پر غضب ناک ہوتا ہے (لا یرضی بعباد الکفر) پس اس کو بھی جہاں کہیں بدی نظر آئے صفات الٰہی کی چادر اوڑھ کر قہر مجسم بن جائے۔ اذلۃ علی المومنین، اعزۃ علی الکافرین۔ نیکی کے سامنے جس قدر عاجز ہو، اتنا ہی بدی کے آگے مغرور و سخت ہو۔

کیا نہیں دیکھتے کہ خدا تعالےٰ نے جہاں امر بالمعروف کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی ایمان باللہ کا بھی نام لیا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔	تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو کہ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ اس لئے کہا کہ امر بالمعروف کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان جو ہوائے نفس میں گرفتار ہے، درہم و دنانیر کو پوجتا ہے لذت نفس اور عیش دنیوی کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور دنیوی رسوخ و عزت کو اپنا معبود سمجھتا ہے ممکن نہیں کہ اپنے اندر نیکی کے حکم اور بدی کی روک کی طاقت پا سکے۔ وہ مشرک ہے گو زبان سے دعویٰ ایمان کرتا ہو مگر ایمان کی حلاوت اس کو کبھی چکھنا بھی نصیب نہیں ہوئی۔

وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔	اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ گو ایمان کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر فی الحقیقت مبتلائے شرک ہیں۔

Marfat.com

عبادت اور بندگی کے معنے کسی مجسم بت کو پوجنا ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ شے جس کے لینے کا حق صرف خدا ہی کو تھا، اگر اس کے سوا کسی دوسری ہستی کو دے دی جائے، تو یہ بھی شرک ہے (مگر اس کی تشریح کا یہ موقع نہیں)

خدا نے سب کچھ انسان کے لئے مگر انسان کو اپنے لئے بنایا۔ پس ایمان باللہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان سب کچھ اوروں کو دے دے مگر خود اپنے تئیں خدا کے سوا اور کسی کو نہ دے۔ اگر وہ اپنی خواہش اور مرضی پر مقدم رکھتا ہے تو وہ دعوئ ایمان میں سچا نہیں

ہجوم خیالات سے یہ سلسلہ سخن بار بار ٹوٹتا ہے اور پھر چند قدم چل کر واپس ہونا پڑتا ہے حاصل سخن یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی کر سکتا ہے جو ایمان باللہ میں راسخ و مستقیم ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ محبت الٰہی کی راہ میں مستقیم ہو کر سب کو خدا کے لئے اختیار کرے اور سب کو خدا کے لئے چھوڑ دے۔ خود اس کی کوئی ذاتی محبت اور ذاتی عداوت نہ ہو، نہ اپنی غرض کے لئے دوست بنے اور نہ اپنی غرض کے لئے دشمن۔ وہ ہر شے کو خدا کی آنکھ سے پیار کرے اور اس کی آنکھ سے دشمن دیکھے۔ اس کا کوئی وجود اس کی کوئی زندگی، اس کی کوئی صدا نہ ہو، جب چلے تو خدا کے پاؤں سے چلے اور جب سُنے تو خدا کے کان سے سُنے، اور جب بولے تو خدا کی آواز اس کے گلے سے نکلے ولنعم ما قیل فی ھذا المقام۔

من بجاناں زندہ ام و ز جان نیم
من ز جان بگذشتم و جانانیم
چشم و گوش و دست و پایم او گرفت
من بدر رفتم، سرایم او گرفت
ایں بصر ویں سمع، چوں آلات اوست
بلکہ ذرات تنم مرآت اوست
نغمہ از نائیست، نے از نے، بداں
مستی از ساقیست، نے از مے، بداں

Marfat.com

چوں مرا دیدی خدا را دیدہ
گرد کعبہ صدق بر گرد دیدہ
گفتن من گفتن اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
ما چو مست از دیدن ساقی شدیم
مست گشتیم، از فنا باقی شدیم

یہ (عارف رومی) کی مستانہ نغمہ پردازیاں ہی نہیں ہیں بلکہ عین ترجمہ ہے۔ اس مشہور حدیث قدسی کا، جس کو (امام بخاری) کتاب التواضع میں لائے ہیں کہ:

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل، حتی احبہ فاذا احببتہ، کنت سمعہ الذی یسمع بہ، وبصرہ الذی یبصر بہ، ویدہ التی یبطش بہا، ورجلہ التی یمشی بہا ولسانہ الذی یتکلم بہ، ولئن سألنی لاعطینہ، ولئن استعاذنی، لاعیذنہ۔

جب میرا کوئی بندہ بذریعہ نوافل کے مجھ سے قریب ہوتا ہے تو اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پس جب وہ محبوب بن گیا تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں، میرے کان سے سنتا ہے، اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں میری آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، میرے پاؤں سے چلتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں، میری زبان سے بولتا ہے۔ وہ جو مانگتا ہے، عطا کرتا ہوں، اور جب پناہ مانگتا ہے پناہ دیتا ہوں۔

"یحبھم ویحبونھم" کا یہی مقام ہے اور یہیں پہنچ کر (پیر ہرات) اپنی فریاد ضبط نہ کر سکا اور مضطربانہ چیخ اٹھا کہ "خدایا ایں چہ بوالعجبی ست کہ با دوستاں خود مے کنی؟ تا دقتیکہ ترا می جستیم خود را یافتیم، اکنوں خود را می جویم ترا می یابیم"

صحابہ کی ایک جماعت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر محمد بن عبداللہ کے ہاتھ پہ

بیعت کی تھی مگر ارشاد الٰہی ہوا کہ وہ ہاتھ عبداللہ نہ تھا بلکہ خود اللہ کا تھا :

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ، ید اللہ فوق ایدیھم

وما رمیت اذ رمیت ، ولکن اللہ رمیٰ - و وراء ذالک ، فلا

اقول ، لانبی سر ، لسان النطق عنہ اخرس -

Marfat.com

شیخ المجاھدین، محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

متع اللہ الاسلام والمسلمین بحفظ وجودہ وطول حیاتہ

طرابلس کی ایک لیلۃ الشہداء

اس ایک ہی آسمان کے نیچے ایک ہی وقت میں کیسے کیسے مختلف اور متضاد تماشے ہوتے ہیں! اگر ہماری طرح آسمان بھی دیکھتا ہوگا تو اس کے سامنے کیسے عجیب اور دہشت منظر ہوں گے! ایک گوشے میں نشاط و شادمانی کا ہنگامہ ہے دوسری طرف حسرت و نامرادی کے ماتم سے دنیا کو فرصت نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جس وقت دنیا کے ایک حصے میں پھولوں کی سیج پر خواب نوشین کے لذت یاب کروٹیں بدل رہے ہوں، عین اسی وقت کسی دوسرے حصے میں گرم بالو اور تیز کانٹوں پر خون چکان لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو رہی ہوں! لیکن لذت و عیش کے پرستاروں کو قتیلان حسرت و یاس کا افسانہ سننے کی مہلت کہاں؟ اگر غم کے ماتم کدوں میں آگ لگ گئی ہے تو عیش کے عشرت کدوں میں گلاب کا چھڑکاؤ کیوں روک دیا جائے؟ دنیا کے کارخانے ہمیشہ غفلت کی کل سے چلے ہیں اور چلتے رہیں گے۔

زخار خار محبت دل ترا چہ خبر
کہ گل بجیب نگنجد قبائے تنگ ترا

★

لیکن اگر حفظ وطن، جہاد فی سبیل اللہ، جوش ملی، اور وطن پرستی کا خون کچھ بھی قیمت رکھتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ سرزمین طرابلس کی قیمت کیا ہوگی؟

Marfat.com

۲۶ اکتوبر کا آفتاب جب کہ مسیحی وحشت و درندگی کی خونریزیوں کو دن بھر دیکھ کر ساحلِ طرابلس پر کانپتا ہوا پہنچا، تو اس کے اب ظلم و مظلومی، قتل و مقتولی، قہقہہ و دہشت اور آہ و مایوسی کی جگہ صرف ایک ہی قسم کا منظر باقی رہ گیا تھا۔ موت و حیات کی بقیہ کش مکش روح و جسم کی مفارقت کا آخری اضطراب، انسانی احتضار کی تڑپ اور بے قراری، گرم گرم خون کے فواروں کا جوش و خروش زخموں کی کنکریوں اور کانٹوں پر تلملاہٹ، ایڑیوں کی جان کنی کی بے چینی میں پیہم ٹپک، زندگی کی دنیا پر الوداعی نظر، اور موت کی اس چھائی ہوئی خاموشی میں گاہ گاہ اٹھنے والی درد کی چیخیں اور بند آنکھوں سے بہنے والے چند قطرہ ہائے اشک، بس یہی منظر تھا جو اس سرزمین کے تماشائی کے لئے باقی رہ گیا تھا۔

★

کشتگان ظلم و ستم کی برہنہ لاشوں کی تجہیز و تکفین کے لئے جب کوئی ہاتھ نہ بڑھا تو رات کی تاریکی نے چادر ظلمت ڈال دی۔ جب کہ دنیا کی کبھی بند نہ ہونے والی حرکت کی نبض طرابلس کی لاشوں کی طرح بالکل خاموش تھی اور اس کا سرد دل ریت پر جمے ہوئے خون کے لتھڑوں کی طرح منجمد ہو گیا تھا، کھجور کے درختوں کے جھنڈ اور منہدم مکانوں کے ٹیلوں پر سے چاند کی مدھم روشنی نے سر نکالا۔ آہ! یہی چاند اس وقت کسی نشاط سرائے عیش و عشرت کے صحن میں اپنی دھیمی دھیمی کرنوں کے اندر کیسا شگفتہ اور راحت بخش ہوگا؟ مگر یہاں اس صحرائے وحشت، اس ماتم کدۂ انسانیت، اس شہادت زار خون بار اور اس خواب گاہ اجساد اموات میں اس کی خاموش روشنی کیسی غمگین اور المناک ہے!

★

یکایک اندرون صحرا کی طرف سے چاند کی بھیانک روشنی میں ایک سیاہ قد نمودار ہوا۔ اس مدینۂ اموات میں یہ ایک تنہا متحرک جسم تھا۔ وہ ایک اونٹنی پر سوار تھا جو اس کی طرح بالکل چپ تھی، اس نے آگے بڑھنا چاہا مگر لاشوں کے ڈھیر کو رحم دل اونٹنی اپنے گھٹنوں سے ٹھکرا دینے پر راضی نہ ہوئی۔ وہ نہایت آہستگی سے اتر کر خون انسانی کے اس سمندر کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ یہ اس کے لبوں کے ہلنے کی آواز ہے یا دل کے دھڑکن کی؟

Marfat.com

مگر جس عالم میں وہ کھڑا ہے یہاں لبوں کی حرکت اور دل کی دھڑکن، گویائی ہیں دونوں برابر ہیں، بلکہ عجب نہیں کہ لبوں سے نکلی ہوئی آواز کو سننے والا اب یہاں کوئی نہ ہو، مگر دل کی صدا کو ہر لبِ زخم سُن کر خون کے آنسوؤں سے جواب دے۔

وہ کچھ عرصے تک ایک غیر متحرک سنگین بت کی طرح خاموش کھڑا رہا، پھر اس نے گردن اٹھائی پہلے اپنے سامنے کے منظر خونیں پر نظر ڈالی اور چاند کو دیکھ کر بولا۔

"آہ! زندگی کے عیش ونشاط پر چمکنے والے چاند! تجھ کو آج بھی اس فضائے خونین پر آنکلنے کی مہلت مل گئی، انسانی غفلت کے لعنت کدوں کو روشن کرنے کے بعد تجھ کو فرصت مل گئی کہ یہاں کی تبرک وحشت کو بھی جھانک کر دیکھ لیں! لیکن تو جو ظالموں کے سروں پر بھی چمکتا ہے اور انسانی سبعیت و درندگی کے چہروں کو بھی اپنی کرنوں سے نمایاں کر دیتا ہے، کیا حق رکھتا ہے کہ ان مقدس لاشوں پر اپنی ملوث روشنی ڈالے؟ تیرے لئے انسانی فسق و معصیت کے پوشیدہ دریچے کافی نہیں ہیں کہ انسانی شرف و تقدیس کے اس صحرائے مقدس کی پاک تاریکی میں خلل ڈالنے کے لئے آموجود ہوا؟ تو سمجھتا ہے کہ تیرا آشیانہ ہم سے بلند ہے اور اس لئے تو خدا کے عرش کبریائی سے زیادہ قریب ہے۔ شاید تو قریب ہو، مگر اس کے پاس تو نہیں، حالانکہ تجھ سے لاکھوں میل نیچے قعر ارضی کی سطح پر، جو خاموش اجسام اس وقت پڑے ہیں، ان کا دل خدا سے قریب ہی نہیں، بلکہ اس وقت اس کی گود میں ہے۔ اس خدائے نیرنگ ساز کی گود میں، جو ظلم وحدوان سے گو خوش نہیں مگر شاید اپنے دوستوں کے لئے یہی پسند کرتا ہے کہ ان کے گلے کٹے ہوئے اور جسم زخموں سے سرخ ہوں" لیکن اس کا ضبط اب قابو سے باہر تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کسی قدر آگے بڑھا، سامنے ایک ٹھنڈی لاش خون کے لتھڑوں کی تہہ سے منہ ڈھانکے ہوئے پڑی تھی۔ اس کی ایک ٹانگ گولی کے ضرب سے ٹک کر الگ ہو گئی تھی اور ناف سے لے کر چہرے تک سنگینوں اور تلواروں کی نوکوں سے کٹ کٹ کر گوشت کا ایک مسطح ٹکڑا ہو گیا تھا۔ اس نے جھک کر اس کٹے ہوئے جسم سے الگ پاؤں کو بوسہ دیا اور اس آواز سے جو دل اور حلق دونوں جگہ

Marfat.com

اٹکی ہوئی تھی، چلایا :-

★

"اے گوشت و خون کے مقدس ڈھیر! اے محبوبیت الٰہی کی جبروت و عظمت! اے دائمی شرف و تقدیس کی تمثال! اے ظلم انسانی اور محبت الٰہی کے قتیل! اے حیاتِ ارضی سے روٹھنے والے اور ملائے اعلیٰ کے ساکن! اے ملائکہ مقربین کے ہمنشیں اور اعلیٰ علیئن کے مکین! اے وہ، کہ تیرے خدا کی طرح اب تیرے لئے بھی کبھی فنا و زوال نہیں! اے وہ کہ ایک مرتبہ کٹ کر ہمیشہ کے لئے واصل، اور ایک مرتبہ مر کے ہمیشہ کے لئے زندہ ہے! خدا کے دشمنوں نے تیرے جسم کو بھیانک بنا دیا ہے مگر وہ تیری روح کے حسن کو تو بگاڑ نہیں سکتے تھے جس طرح دشمنوں کی گولی سے تیرا پاؤں تیرے جسم سے الگ ہو چکا ہے مگر چند باریک اور ضعیف رگوں سے اب تک جڑا ہوا ہے اسی طرح تیری روح بھی اب اس دنیا کے قفس سے آزاد ہو گئی ہے جہاں نیکی ہمیشہ سے مظلوم ہے اور حق کا گزارہ نہیں لیکن اس خاکدان ارضی پر تیرے جسم کا آخری بوجھ تیرے پاؤں کی رگوں کی طرح روح کو جوڑے ہوئے ہے اور یہ تعلق بھی عنقریب ختم ہونے والا ہے جب کہ تیرے جسم سے یہ زمین خالی ہو جائے گی اور انقلابات عالم کا طوفان تیرے خون کے دھبوں کو دھو دے گا، اس وقت انسان کی نظریں تیرے نشانوں کو نہیں پا سکیں گی مگر فرشتے ہمیشہ آسمان سے اتریں گے تاکہ اس سرزمین کو بوسہ دیتے رہیں اور تیرا آسمانی دوست ہمیشہ پیار کی نظروں سے یہاں کی مٹی کو دیکھے گا، تاکہ ساکنانِ جنت کی نظروں میں اس کا شرف ہمیشہ قائم رہے، یہاں تک کہ اس کا تخت آخری فیصلہ کے لئے بچھایا جائے گا اور پھر تو اپنے قتل کے سلسلہ میں کھڑا ہو کر اس کا دامن پکڑے گا، اور بای ذنب قتلت ؟" کے فغاں سے محشرستاں قیامت کو ماتم کدہ بنا دے گا۔

چوں بگذرد نظیمی خونین کفن بحشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

لیکن اے زمین! اے قاتلوں اور خونریزوں سے بھری ہوئی سرزمین! اس جسم مقدس کے آخری بوجھ کی عزت کر، کہ یہ خدا کی امانت پھر تجھے نہیں ملے گی۔ تجھ پر ہزاروں

Marfat.com

فدائیان ملت اور عشاق وطن اپنی لاشوں کو تڑپا پائیں گے مگر یہ مقتولان محبت الٰہی بھر تجھ کو میسر نہ آئیں گے جس قدر موت کر سکتی ہے کرلے کیونکہ یہ خدا کی گود میں کھیلنے کے لئے بہت جلد تجھ کو چھوڑنے والے ہیں۔"

★

اب پھر اس کی آواز اس کے قابو میں نہ تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا:۔

"دنیا مر گئی، زندگی کہیں بھی نہیں، مگر اے شہر خاموشی! اے صحرائے سکوت! تیرے ہر خون سے رنگین ذرۂ خاک میں ایک حیات پوشیدہ ہے۔ اے مرنے والو! کیا تم ہم کو زندگی نہ دو گے؟ ہم بدبخت ہیں کہ تم زندہ ہو گئے مگر ہم تمہارے پیچھے موت کی ایڑیاں رگڑیں گے، تم اپنے مقدس خون کی چھینٹوں کو اپنے قاتلوں سے دریغ نہیں کیا مگر ہم کو محروم رکھتے ہو؟ کاش تمہارے اس خون کا جو راہ ملت پرستی میں بہا ہے ایک قطرہ بھی میسر آجاتا تاکہ اس سرخ رنگ سے اپنے آستین و دامن پر گل بوٹے بناتے اور قیامت کے دن (مقام محمود) میں جب رحمۃ اللعالمین، لوائے رحمت کے نیچے کھڑا ہوتا تو اس قبائے لالہ گوں کو پہن کر اس کے تخت رحمت کو بوسہ دیتے اور کہتے کہ یہ تیری اس امت کے سر و سینے سے نکلے ہوئے خون کا دھبہ ہے جس کی یاد سے تو اپنے خدا کی بندگی میں بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ اے وہ، کہ جب تک تیرا وجود رحمت مجاز کے کفرستان میں رہا خدا کا قہر اس پر نازل نہ ہو سکا:۔ واذ قالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک، فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم وماکان اللہ لیعذبھم، وانت فیھم (اور مشرکان مکہ سرکشی کے نشے میں کہتے تھے کہ خدایا اگر محمد (صلعم) واقعی حق پر ہے اور ہم ناحق پر تو کیوں نہیں ہم پر آسمان سے پتھر برساتا یا کیوں نہیں کسی عذاب دردناک میں گرفتار کرتا؟ مگر اے محمد! خدا کیونکر ان پر عذاب نازل کرے، جب کہ تو بھی ان کے اندر موجود ہے)

تیرا وجود آب و گل میں تھا تو مصیبت نازل نہ ہوئی، مگر یہاں تو تیری محبت روح و دل میں موجود تھی، کیونکر دشمنوں کی تلواریں ان پر چل سکیں؟

Marfat.com

لیکن نہیں، وہ عذاب الٰہی کے پتھروں کی بارش تھی، رُک گئی، یہ محبت الٰہی کے پھولوں کی بارش ہے اس کو اور زیادہ ہونا چاہیئے طاقِ محبت کی ساری آرائش خون کے چھالوں اور گل بوٹوں سے ہے
حسنش ہمہ قتل ست، نقابش ہمہ خون ست

★

وہ یکایک چونک پڑا، دیکھا تو چاند اس کی ملامت کی پروانہ کر کے اور آگے بڑھ آیا ہے اور منظر زیادہ صاف ہے سامنے خون و ہیبت کا ایک سمندر سکون و سکوت میں تھا۔ اس نے پھر ایک مرتبہ جھک کر سامنے کی لاش پر بوسہ دیا اور کہا:

"اے کبریائے منتظم و قہار کی نگران آنکھیں! اے ملائکہ سماوات کی بے شمار جماعتو! اور پھر اے خون کے سمندر! اور لاشوں کے صحرا! تم گواہ رہنا کہ میں اپنے تئیں خدا کے ہاتھ سپرد کر دیتا ہوں۔ ایک لمحے، ایک دقیقے، ایک چشم زدن کے لئے بھی الگ نہیں۔ وہ مجھ کو اپنی غیبی تلوار بنائے اور پھر بے کار نہ رکھے۔ یہ خون کب تک خدا کے دشمنوں کی لعنت سے وطن مقدس کی سرزمین ناپاک رہے گی؟ میں ایک بے سرو سامان مسافر ہوں اور دشمن کی فوجوں کے غول بحر و بر پر قابض، مگر اے خدا! تیری جنود مخفی کہاں ہے ——؟"

یہ کہہ کر اس نے اپنے گرم آنسوؤں کے چند قطرے اس سرد لاش پر ڈالے اور پھر یکایک پیچھے ہٹ کر اپنی خاموش اونٹنی پر سوار ہوا اور صحرا میں غائب ہو گیا۔

★

یہ صحرائے لیبیا کے امن و قتال کا تاجدار (الورنک) تھا، اس نے فرانسیسی سفارتخانے اور فرانسیسی معلم افسروں کا محاصرہ کر لیا ہے نیز مراکش میں عام طور پر اس کے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا گیا جو یورپین باشندے شورش سے خائف ہو کر بھاگے تھے مقام صفی پر روکے گئے اور فدیہ دینے پر مجبور کئے گئے۔ لندن ٹائمس کے ایک تار کے بموجب اس وقت فاس سے ۷۵ میل کے فاصلے پر کرنل مینگن چار ہزار آدمیوں کے ساتھ شہر میں ہنگامہ مچا دینے کی تیاری کر رہا ہے۔

Marfat.com

مسئلۂ اسلامی

(مولانا ابوالکلام آزاد کی وہ تقریر جو انہوں نے ۲۷؍ اکتوبر کو کلکتہ کی ایک عام مجلس میں کی)

(۱)

اللھم مالك الملك توتی الملك من تشاء، وتنزع الملك من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بيدك الخير انك على كل شئ قدير۔

★

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: یاایھا الناس! انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید، ان یشاء یذھبکم ویات بخلق جدید، وما زالك على اللہ بعزیز۔

برادران اسلام!

عرصے کی خاموشی کے بعد پھر میں آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔

تحقیقِ حالِ ما زنگہ میتواں نمود
لختے زحالِ خویش بسیما نوشتہ ایم

آپ میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ بعض اسباب خاص سے اس عاجز نے عام مجالس کی شرکت قطعاً بند کر دی تھی، اور گزشتہ (خیر پور) کی مجلس میں التجا کی تھی کہ آئندہ

Marfat.com

اس خدمت سے معاف رکھا جاؤں۔ ارکانِ انجمن نے جب اس کی نسبت ایک خط لکھا تو پہلے جی میں آیا کہ معذرت کے ساتھ انکار کر دوں، لیکن اس کے بعد سوچا کہ وقت تو وہ آگیا ہے جب گونگے بولنے لگیں، اندھے دیکھنے لگیں، لنگڑے چلنے لگیں۔ اور بہرے سننے لگیں، کیونکہ اسلام اپنے ہر پیرو سے اس کے آخری فرض کا طالب، اور اس شے کا خواستگار ہے جس کے بعد اس کے ذمے اور کچھ باقی نہیں رہے گا اور وہ توحید الٰہی کے حق سے سبکدوش ہو جائے گا۔ پس جو زبان نہیں بول سکتی اس کو بھی بولنے کی سعی کرنی چاہیئے اور جو قدم نہیں اٹھ سکتا، اس کو بھی چلنے کے لئے اٹھنا چاہیئے۔

توحید اخوت اسلامی وعموم رشتہ دینی

قرآن حکیم نے توحید الٰہی کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو "سراج منیرا" سے ملقب کیا اور ان کے خصائص کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا، و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔

اے پیغمبر! بے شک ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت پہنچانے والا، ضلالت وخبائث سے خوف دلانے والا، راہ الٰہی کی طرف داعی اور ایک نورانی مشعل بنا کر بھیجا ہے۔

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر آفتاب کو بھی "سراج" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا۔

اور آسمان میں خدا نے چاند کو بھی بنایا، جو ایک نور ہے، اور سورج کو بھی بنایا، کہ وہ ایک روشن مشعل ہے۔

اس مماثلت اور اشتراک تشبیہ سے مقصود یہ تھا کہ اسلام کی دعوت بھی اس آفتاب روحانی ہے۔ آفتاب جب نکلتا ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں کوئی تمیز نزدیک و دور، اعلیٰ و ادنیٰ، سیاہ و سفید، باغ و دشت کی نہیں ہوتی۔ اس کی روشنی بلاتمیز مکان و مقام ہر شے پر چمکتی، اور ہر حرارت پذیر وجود کو گرم کرتی ہے بعینہ یہی حال اس آفتاب دعوت

الٰہی اور نیّر درخشاں سمائے رسالت کی عموم فیضان بخشی کا تھا جو گو سعیر سے چلا، مگر فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا، جس کی کرنوں میں دہنی جانب شریعت الٰہی کی "نور و کتاب مبین" تھی مگر بائیں جانب قیام عدل و میزان کی شمشیر آب دار چمک رہی تھی۔ جس کا طلوع کائنات میں ظلمت کی شکست اور روشنی کی دائمی فیروز مندی تھا، کیونکہ آسمان ہدایت پر شریعت الٰہی کے گو سینکڑوں ستارے نمودار ہوئے تھے لیکن تاریکی کی آخری شکست کے لئے دنیا کو آفتاب کے طلوع کا انتظار ہوتا ہے۔

واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ۔	رات کی قسم جبکہ اسکی تاریکی کائنات کی تمام اشیا کو چھپا دیتی ہے اور روز روشن کی قسم جب کہ آفتاب کی تجلی تمام کائنات کو روشن کر دیتی ہے اور دراصل اس خالق کی قسم جس نے تخلیق عالم کے لئے نر و مادہ کا وسیلہ پیدا کیا۔

✧

اس آفتاب توحید نے طلوع ہوتے ہی تفریق و انشقاق کی تمام تاریکیوں کو مٹا دیا۔ اس کی روشنی کی فیضان بخشی میں اسود و ابیض اور عرب و عجم کی کوئی تمیز نہ تھی، خدا کی ربوبیت کی طرح اس کی رحمت بھی عام تھی، وہ "رب العالمین" تھا، پس ضرور تھا کہ اس کی راہ کی طرف دعوت دینے والا بھی "رحمۃ اللعالمین" ہو۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعالمین۔	اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام عالموں کے لئے رحمت قرار دے کر

انسان کی یہ سب سے بڑی ضلالت اور خدا فراموشی تھی کہ اس نے رشتۂ خلقت کی وحدت کو بھلا کر، زمین کے ٹکڑوں، اور خاندان کی تفریقوں پر انسانی رشتے قائم کر لئے تھے خدا کی زمین کو جو محبت اور باہمی اتحاد کے لئے تھی، قوموں کے باہمی اختلافات و نزاعات کا گھر بنا دیا تھا، لیکن اسلام دنیا میں پہلی آواز ہے جس نے انسان کی بنائی ہوئی تفریقات پر نہیں بلکہ الٰہی تعبد کی وحدت پر ایک عالمگیر اخوت و اتحاد کی دعوت دی اور کہا کہ:

یاایھا الناس انا	اے لوگو! ہم نے دنیا میں تمہاری خلقت

Marfat.com

خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

کا وسیلہ مرد اور عورت کا اتحاد رکھا اور نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا اس لئے کہ باہم پہچانے جاؤ، ورنہ دراصل یہ تفریق و انشعاب کوئی ذریعہ امتیاز نہیں، اور امتیاز اور شرف اسی کے لئے ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس درحقیقت اسلام کے نزدیک وطن و مقام، اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک الٰہی نشان ضرور تسلیم کرتا ہے" ومن آیۃ اختلاف السنتکم والوانکم" لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد نہیں قرار دیتا۔ انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں اصلی رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے وہ ایک ہے پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے، اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں زمین کے دُور دراز گوشوں اور جنس ونسل کی تفریقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو۔

ان ھذہٖ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون

بیشک تمہاری جماعت ایک ہی اُمت ہے اور ہم ایک ہی تمہارے پروردگار ہیں۔

اے برادرانِ ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی، جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا۔ مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی، مگر دیوار چین سے صدائے اشہد ان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ و فرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھی ٹھیک اسی وقت گنگا اور جمنا کے کنارے سینکڑوں ہاتھ تھے جو خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کے لئے وضو کر رہے تھے، یہ تمام عالم کی مختلف قومیں، زمین کے دُور دراز

Marfat.com

گوشوں پہ بسنے والی آبادیاں، گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے جن کو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعے پھر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان کے روٹھے ہوئے دلوں کو اس طرح ایک دوسرے سے منا دیا کہ تمام پچھلے جھگڑے اور شکایتیں بھول کر ایک دوسرے کے بھائی اور شریک رنج و راحت ہو گئے۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر نازل کی گئی، جب کہ تم اسلام سے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دی اور دشمن کی جگہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے۔

یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی برادری ہے، ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ بمجرد اقرار کے اس برادری میں شامل ہو گیا، خواہ مصری ہو، خواہ نائجیریا کا وحشی ہو، خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا عضو ہے، جس کا گھرانا کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام دنیا اس کا وطن، اور تمام قومیں اس کی عزیز ہیں، دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے، بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے، ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت، خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں۔ مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے، اور ایک ہندوستان کے نومسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوست و یکجان کرتا ہے، دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے جو اسے توڑ سکے، اور اس زنجیر کو کاٹ سکے جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔

Marfat.com

پس اے عزیزان ملت! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلۂ اسلام! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہے تو تعجب ہے اگر اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو سے توحید کی لاش تڑپ رہی ہے، تو لعنت ہے ان سات کروڑ زندگیوں پر، جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو۔ اگر مراکش میں ایک حامیٔ وطن کے حلق بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے، تو ہم کو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل وجگر کے ٹکڑے نہیں گرتے؟ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں، جن سے آخری ساعت نزع میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو، اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں، اگر آج بلقان کے میدانوں میں حافظین کلمہ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستو کی گولیوں سے چھن رہے ہیں، تو ہم اللہ، اس کے ملائکہ، اور اس کے رسول کے آگے ملعون ہوں، اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لئے بھی راحت اور سکون محسوس کریں۔ میں میں کیا کہہ رہا ہوں؟ حالانکہ اگر اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اس کے پیروؤں میں باقی ہے تو مجھ کو کہنا چاہیئے کہ اگر میدان جنگ میں کسی ترک کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے، تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اس چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے، کیونکہ ملت اسلام ایک جسم واحد ہے اور مسلمان خواہ کہیں ہوں اس کے اعضاء وجوارح ہیں، اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے تو جب تک باقی اعضا کٹ کر الگ نہ ہو گئے ہوں، ممکن نہیں کہ اس کے صدمے سے بے خبر رہیں، اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، محض اظہار مطلب کا زور بیان ہی نہیں ہے، بلکہ عین ترجمہ ہے اس حدیث مشہور کا، جس کو امام احمد ومسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد، اذا اشتکی لہ عضو

مسلمانوں کی مثل باہمی مودت ومرحمت اور ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم واحد کی، اگر اس کے ایک عضو میں

Marfat.com

تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔ کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔

اور اسی کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا ہے کہ:

المومن للمومن کالبنیان، یشد بعضہ بعضا۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے کسی دیوار کی اینٹیں کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔

اور فی الحقیقت یہ خصائص مسلم میں سے ایک اوّلین اور اشرف ترین خصوصیت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اپنے جامع ومانع الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ:

اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کافروں کے لئے نہایت سخت، مگر آپس میں نہایت رحیم اور ہمدرد۔

ان میں جس قدر سختی ہے باطل اور کفر کے لئے۔ اور ان کی جس قدر محبت والفت ہے حق وصدق، اور اسلام و توحید کے لئے فاعتبروا یا ایھا المسلمون ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون۔

جامعہ اسلامیہ یا پان اسلام ازم

جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت و وحدت بھی موجود ہے مگر یورپ کا جدید دسیسۂ شیطانی اس کو کسی مجہول الحال اور حدیث العہد "اسلامی اتحاد سیاسیؒ" سے تعبیر کرتا ہے اور اس اضغاث احلام کی تعبیر اس کو ایک خون افشاں ہلال کی صورت میں نظر آتی ہے۔ وہ کسی ایسے وقت کے تصور سے اپنے تیئں لرزاں و ترساں ظاہر کرتا ہے، جب کہ تمام عالم میں چالیس کروڑ مسلمانوں کی تلواریں یکایک چمک اٹھیں گی، عیسائیوں سے ان کے گزشتہ چار سو سال کی مسیحی خونریزی کا حساب لیا جائے گا اور خذوہ، فغلوہ ثم الجحیم صلوہ، کے نعروں کے ساتھ تمام دنیا کے درختوں پر صلیب پرستوں کی معلق اور مصلوب لاشیں ان کے خدائے مصلوب کی لاش کی طرح لٹکنے لگیں گی۔

Marfat.com

مگر یہ یورپ کے چہرہ خونیں کا عکس ہے، جو اس کو عالم اسلامی کے آئینے میں نظر آتا ہے۔

میں نے جب کبھی اس قسم کی تحریریں پڑھی ہیں، تو لکھنے والوں کے تعصب پر اس قدر متعجب نہیں ہوا ہوں جس قدر اس کا جواب دینے والے مسلمانوں کی جہالت بلکہ اسلام فراموشی پر۔ جب کبھی یورپ کے شیاطین سیاست نے "پان اسلام ازم" کی صدا بلند کی ہے، تو معاً مسلمانوں نے ڈر ڈر کر اور کسی خونی مجرم کی طرح سہم سہم کر اپنی برّیت کے بے اثر دلائل کی وظیفہ خوانی شروع کر دی ہے، اور پھر اکثر اوقات غیروں کو خوش کرنے کے لئے اس میں اس درجہ غلو کیا ہے کہ خود اپنے تئیں بھول گئے ہیں۔

"مسئلہ مشرقی" اور پان اسلام ازم

لیکن حضرات! یقین کیجئے کہ "پان اسلام ازم" کا فرضی خطرہ جس غرض مخفی سے دنیا کے سامنے لایا جاتا ہے، بہت کم مسلمان ہیں جن کی نظر اس کی حقیقی علت پر ہوگی اس خطرے کے اعلان پر برّیت اور احتیاط کی کوشش بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ اس کی بنیاد جہل نہیں، بلکہ ایک نہایت سخت ابلیسانہ حکمت عملی ہے، قبل اس کے کہ مسلمان "پان اسلام ازم" کے جرم سے کانوں پر ہاتھ دھریں ان کو خود یورپ سے پوچھنا چاہیئے کہ "مسئلہ مشرقی" کی حقیقت کیا ہے؟ فما کان جوابھم، فھوا جوابنا۔

کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج نصف صدی سے یورپ کی تمام مسیحی طاقتوں نے ایک خاص متفقہ حکمت عملی وضع کی ہے اور اس کا نام "مشرقی مسئلہ" یا "مشرق کا فیصلہ آخری" رکھا ہے۔ مشرقی مسئلہ کی حقیقی غایت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام کے بقیہ قوائے سیاسیہ کا بتدریج خاتمہ کر دیا جائے، اور بالفاظ صاف تر یہ کہ دنیا کے جس قدر حصے اسلام کے زیر اثر باقی رہ گئے ہیں، ان کو بھی یورپ کی مسیحی حکومتیں کسی ایسی تقسیم کے ساتھ۔ جو توازن دولی پر مؤثر نہ ہو۔ آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اظہر من الشمس فی نصف النہار ہے، اور جس شخص نے کم از کم گزشتہ دس برسوں کے اندر کے واقعات سے آنکھیں بند نہیں کر لی ہیں، وہ بغیر کسی بصیرت مزید کے

Marfat.com

اسے دیکھ سکتا ہے۔ پھر اگر یہ سچ ہے کہ ایک خنجر اسلام کے قلب میں پیوست کر دینے کے لئے تیز
کیا جا رہا ہے تو کیا مضائقہ اگر ہم کسی ڈھال کی تیاری میں مصروف ہوں؟ اگر خدا پرستی سے
مسیح پرستی کی دشمنی قدیمی ہے اور یہ کوئی نئی مسیحی سازش نہیں، تو پیروان توحید کا حملہ مشرکین
سے بچنے کے لئے اتحاد اخوت بھی کوئی نیا حربہ نہیں ہے یورپ جانتا ہے کہ مسئلہ مشرقی
کے لئے کوئی بچاؤ اگر اسلام کے پاس ہے تو صرف اس کا حقیقی اتحاد اسلامی ہے اور تمام دنیا
کے مسلمانوں کو اس پر متفق ہو جانا ہے کہ اپنی قدیمی سیادت اور شرف کو محفوظ رکھیں۔ اسلامی
زندگی کی آخری انسانی تلوار صرف ترکوں کے ہاتھ میں ہے لیکن ایک ترکی حکومت جس
کے کئی قیمتی اجزا پر مسئلہ مشرقی کی قینچی چل چکی ہے، مسیحی اتحاد کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے؟ البتہ
اگر چالیس کروڑ قلوب اسلامیہ ہلال کے نیچے جمع ہو جائیں تو پھر وہ ایک ایسی قوت ہے
جس کو سینکڑوں سکندر اور ہینی بال بھی مل کر فنا نہیں کر سکتے۔ یورپ چونکہ یہ جانتا ہے
اور ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہے کہ غفلت اور اغراض پرستی نے مقامی و وطنی سرشاریوں میں
مسلمانوں کو مبتلا کر دیا ہے اور ان کے باہمی بین الملی اتحاد کے جسم میں مغربی الحاد کے جراثیم
پیدا ہو چکے ہیں، اس لئے گو فی الحقیقت کسی ایسے "اسلامی اتحاد" کا وجود نہیں ہے،
لیکن وہ وقت سے پہلے پیدا ہونے والی مقاومت کا استیصال کرنا چاہتا ہے اور اس
مشہور قاعدے کی رو سے کہ "القاء دقوع المرض خیر من معالجتہ بعد
وقوعہ" اسلام کو فنا کرنے سے پہلے اس کے بچاؤ کی ڈھال کو فنا کر دینے کی تدبیروں
میں مصروف ہے۔

پھر کیا ہو گیا ہے ان ملاحدہ مسلمین اور متفرنجین مارقین کو جو "پان اسلام ازم" کا نام
سنتے ہی "صبانا! صبانا" کا نعرہ لگانا شروع کر دیتے ہیں اور ہاں قسمیں کھا کھا کر کانوں
پر ہاتھ دھرتے ہیں کہ ہماری یورپ پرستی، اور اسلام دشمنی کی پر امن وفاداری میں
کوئی اسلامی اتحاد خلل انداز نہیں ہو سکتا؟ کیا وہ اس انکار و تبری سے ٹھیک ٹھیک
اس غرض و غایت کو پورا نہیں کرتے، جو اس عمل شیطانی سے خود یورپ کے پیش نظر ہے؟
پروفیسر (ومبیرے) جس نے اٹھارہ برس کی عمر سے تیس برس تک ترکوں کا نمک

Marfat.com

کھایا ہے، اور اس کے بعد ہمیشہ ایک اسلام پرست اور عثمانی خواہ دوست کے سرائے یلدیز کی شاہانہ مہمان نوازیوں سے متمتع ہوتا رہا ہے کل کی بات ہے کہ ڈیلو دابست ہیرلڈ میں اس تمہید کے اعادے کے بعد کہ وہ مسلمانوں کا دوست ہے، لکھ رہا تھا:

"اسلام کی حمایت سے اب کوئی فائدہ نہیں، وہ عنقریب فنا ہو جائے گا اور اس کو فنا ہی ہو جانا چاہیئے۔ مسلمان ایک ایسی وحشی قوم ہے جس میں نہ تو "طبیعۃ" کا وجود ہے، اور نہ "طبیعۃ" کو وہ محسوس کر سکتے ہیں، ان کو صرف خدا کی عبادت گزاری آتی ہے، مگر دنیا میں کام کرنا نہیں آتا، تمام انسانی حس و شعور ان سے سلب ہو گئے ہیں، صرف ایک دینی جذبہ ان میں باقی ہے، نہ ان کا کوئی مسلک ہے اور نہ کائنات میں مقصد۔ پس اب یورپ کے لئے یہی باقی رہ گیا ہے کہ وہ اسلامی حکومتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لے۔"

یہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دوست کی آواز ہے! لیکن اب دشمنوں کو کہاں ڈھونڈھیں؟

پروفیسر (کمبین ہارڈن) جو اسٹریا کے سب سے بڑے اخبار (زنگمنت) کا مالک اور چیف ایڈیٹر ہے، چند سال ہوئے ہیں کہ اس نے مسئلہ مشرقی پر لیکچر دیا تھا اور اس کا خلاصہ (لنڈن ٹائمس) نے چھاپا تھا، مجھ کو یاد ہے کہ اس کی آواز ان جملوں کو پورا کر کے رکی تھی

"اب اور کب تک اسلام کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنی ہزار سالہ وحشت و خونخواری کے واقعات بیسویں صدی میں دہراتا رہے؟ کب تک یورپ اپنی باہمی رقابت کے ہاتھوں عالم انسانیت کی مظلومی کا تماشہ دیکھتا رہے گا؟ اسلام ایک خطرہ ہے اور اس کا بقا تمام تر خطرہ، میں یقین دلاتا ہوں کہ یورپ اسلام سے جو زمین کا ٹکڑا لے لیتا ہے وہ اس کا قدرتی حق ہے، اور وہ ان یورپ کے لئے مال غنیمت ہے جس کی واپسی کا خیال بھی جنون ہے۔"

Marfat.com

یورپ "اسلام" کے چالیس کروڑ نفوس انسانی کو تمدن اور تہذیب کے نام سے فنا کر دینا بیسویں صدی کی سب سے بڑی مدنی خدمت سمجھتا ہے لیکن روس میں آج کئی ملین عیسائی موجود ہیں۔ جو عثمانیوں سے ہزار درجہ یورپین تمدن سے البعد ہیں، سب سے پہلے اس خنجر تہذیب کی دھار کی مستحق ان کی گردنیں کیوں نہیں سمجھی جاتیں؟ اور اگر جس تہذیب کے نام پر یہ صلیبی جنگ جاری کی گئی ہے، یہ وہی تہذیب ہے جس کی ٹریجڈی ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو رومانی تمثال لے طرابلس میں دکھلائی تھی تو ہزار سلامتی ہو تجھ پر اے وحشت و خونخواری! اور ہزار ہزار رحمت و برکت نازل ہو تجھ پر اے افریقہ اور نائیجیریا کی بربری و درندگی! اور کبھی تیرے سایۂ برکت سے ہمارے سر جدا نہ ہوں!

وجود ذنب لا یقاس به ذنب

حضرات! یورپ کے نزدیک "مسئلہ مشرقی" کا حل بالکل ایک قدرتی انصاف و عدل ہے چالیس کروڑ نفوس اسلام کو مٹا دینے کا عملی تہیہ کوئی تشویش انگیز بات نہیں۔ یہ اس پرانی مسیحی وصیت کی تبلیغ و تکمیل ہے جس کو سینٹ لوقا نے شہزادہ امن (مسیح) کی زبانی دنیا کو سنایا تھا کہ "میرے وہ دشمن جو نہیں چاہتے کہ میں ان پر حکمرانی کروں، ان کو یہاں لاؤ اور میرے قدموں کے آگے ذبح کردو" پس اس میں کوئی انسانی ظلم نہیں، قوموں کے قدرتی قانون کا احترام اس بارے میں بالکل بے معنی ہے۔ اگر کوئی شے قابل توجہ ہے تو صرف یہ کہ یورپ کی رقیب حکومتیں ایک دوسرے سر پر بازی نہ لے جائیں، جسم اسلام کی اس طرح بوٹیاں نوچی جائیں کہ ہر بھیڑیے کے منہ میں مساوی تقسیم کے ساتھ ایک ایک لقمہ آجائے۔ لیکن جامعہ اسلامیہ، اسلام کی قدرتی اخوت اس کا روز اول سے قائم کردہ رشتۂ اتحاد، تو یہ ایک سخت سے سخت معصیت اور جرم ہے، جس کا کوئی ذی روح مخلوق مجرم ہو سکتا ہے، یہ ایک کھلا عدوان و فساد ہے، یہ ایک وحشیانہ تعصب اور بربرانہ خونخواری کی سازش ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے، جس کے لئے نفرین اور عذاب کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیئے یہ ایک ایسی تاریک زندگی ہے جو صرف اس لئے ہے کہ اسے مٹا دیا جائے! ذالك قولهم بافواههم، يضاهون قول الذين كفروا من قبل، قاتلهم الله انى يوفكون۔

Marfat.com

لیکن اے اقوام یورپ! اے دردانہ قافلہ انسانیۃ! اے امثال درندگی وسبعیت! اے مجمع وحوش وکلاب! ظلم وعدوان تابکے؟ اور خون وخونریزی تاچند؟ کب تک انصاف ظلم سے اور روشنی تاریکی سے مغلوب رہے گی؟ تبریز میں تمہارے ہاتھوں انسانوں کی گردنیں سولی میں ٹنگ رہی ہیں، طرابلس کی ریت پر اب تک اس جمے ہوئے خون کے ٹکڑے باقی ہیں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے ایک پیشرو نے بہایا، مراکش میں ان لاشوں کا شمار کوئی انسان نہیں کر سکتا جن میں سے سینکڑوں کو مٹی کے بوجھ کی جگہ تمہارے گھوڑوں کے سموں کی پامالیاں اور تمہارے جنگی بوٹوں کی ٹھوکریں نصیب ہوئی ہیں۔

یہ تمہارے تمام خبائث شیطانی دنیا کے لئے تہذیب وتمدن کی رحمت اور امن اور صلح کی برکت ہیں، لیکن اس کے مقابلے میں آٹھ سو اٹالین قیدی (عزیزیہ) اور (طبروق) کے صحرائی قبائل کی قید میں دن میں پانچ مرتبہ اس غذا سے بہتر غذا کے سامنے بٹھائے جاتے ہیں، جو فوج طرابلس کے عام افسر کو نصیب ہوتی ہے اور عین اس وقت جب کہ نخلستان طرابلس میں مسلمانوں کے شیرخوار بچوں اور خانہ نشین عورتوں کا قتل عام کیا جاتا ہے، ڈیڑھ سو سے زیادہ اٹالین قیدیوں کو ذاتی شجاعت سے اخاص اپنا خیمہ دے دیتا ہے، کیونکہ وہ ریگستان کی گرد اور تپش کے عادی نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں لیکن پھر بھی اسلام اور اسلام کے محافظ ترک، وحشت وبربریت کا پیکر ہیں اور صرف تہذیب وشائستگی کی تکمیل کے لئے ان کو مٹا دینا چاہیئے!

پس اے برادران ملت! جس "پان اسلام ازم" کو یورپ پیش کر رہا ہے، اگرچہ اس کے دساتئش آفرین دماغ سے باہر اس کا کوئی وجود نہیں، مگر اس سے بریت کی بے فائدہ کوشش نہ کیجئے۔ جس چیز کو آپ اپنی بریت میں پیش کریں گے، اس سے وہ بے خبر نہیں ہے آپ اپنی بریت کے اظہار میں آج کل کے ملاحدہ مسلمین کی طرح خواہ اپنی جنس اسلامی کو جنس مغربی سے کیوں نہ بدل لیں، لیکن وہ کبھی "پان اسلام ازم" سے اپنے تئیں بے خطر نہ دکھلائے گا، کیونکہ وہ دانستہ آپ کی ایک اصلی مدافعانہ قوت اتحادی کو اس طرح فنا کر دینا چاہتا ہے، آپ انکار کریں یا اقرار، دونوں حالتوں میں اس کا سلوک یکساں ہوگا۔

Marfat.com

مثل کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث۔ — اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اس کو دھتکار دو، جب بھی زبان باہر لٹکاتا رہے گا اور اگر اس کو چھوڑ دو، جب بھی زبان ہلاتا رہے گا۔

کاش مسلمانوں میں پان اسلام ازم ہوتا

مسلمان "پان اسلام ازم" کے نام پر استغفار پڑھ رہے ہیں

لیکن میں کہتا ہوں کہ اے کاش آج مسلمانوں میں "پان اسلام ازم" کا وجود ہوتا، وہ "پان اسلام ازم" کا وجود ہوتا، وہ "پان اسلام ازم" جس کو ترکی یا انگلستان کے مسلمانوں کی کسی خفیہ کمیٹی کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، روز اول سے اس کی ہم کو دعوت دی گئی ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ — ایک دین الٰہی کی رسی سب مل کر پکڑ لو اور آپس میں متفرق نہ ہو۔

اگر "پان اسلام ازم" کا اصلی وجود ہوتا، تو کیا ممکن تھا کہ ہمارے سامنے ایران پر قیامت گزر جاتی، مراکش کا خاتمہ ہو جاتا، طرابلس میں مسلمانوں کی لاشیں تڑپتیں اور ہمارے قلوب میں کوئی حقیقی حرکت پیدا نہ ہوتی؟ روضہ مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کی دیواریں ملاعنہ روسیہ کی گولہ باری سے گر گئیں، برقہ کی مسجدوں کے میناروں پر اٹلی کے مشرکین و مریم پرست چڑھ گئے تا کہ عین اس مقام پر جہاں خدائے واحد کی تقدیس و تسبیح کی صدائیں بلند کی جاتی ہیں، رومن کیتھولک بت پرستی کا علم نصب کریں لیکن مجھ کو تبلاؤ کہ کتنے ہندوستان میں مسلمان ہیں جن کے دلوں میں زخم لگے اور کتنے ہیں جن کے جگر میں ٹیسیں اٹھی؟

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد — ان کان فی القلب اسلام و ایمان

سچ یہ ہے کہ ہم اپنے اصلی "پان اسلام ازم" کو کھو چکے ہیں، اور یہی علت حقیقی اسلام کے اصلی ضعف اور انحطاط کی ہے مگر چونکہ اس کا بیج اب بھی ہم میں موجود ہے گو برگ و بار نہیں، اس لئے یورپ چاہتا ہے کہ اس طرح کے انتشارات سے سہادے

ڈرا کر ہم کو آئندہ کی ہوشیاری اور بیداری سے بھی باز رکھے اور رہی سہی اتحادی قوت کا بھی اس کی نشو و نما سے پہلے خاتمہ کر دے۔

مسئلہ مسلم یونیورسٹی اور مسئلہ بقائے اسلام

اے حضرات! یاد رکھئے کہ آج اسلام کے لئے مسلمانوں کی کوئی وطنی اور مقامی تحریک سود مند نہیں ہو سکتی، اور اس کشتی کے تیرنے کے لئے اصلی (نہ کہ یورپ کے اختراعی) "پان اسلام ازم" کے سوا اور کوئی بادبان نہیں ہے، ایک قوم جو ریگستان عرب سے دیوار چین تک آباد ہے، اس کو زمین کے کسی خاص ٹکڑے کا تغیر کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

جس قدر مقامی کوششیں آج عمل میں آرہی ہیں، خواہ وہ مصر میں ہوں یا ترکی میں۔ الجزائر میں ہوں یا اس تیرہ و تار ہند میں، میرے عقیدے میں یہ سب کچھ کاہن شیطان کا ایک عمل السحر ہے جو اس لئے سلاتا ہے کہ سونے والوں کا اٹھنا اسے پسند نہیں۔ میں نے کہا کہ ہم میں سچا "پان اسلام ازم" یا بالفاظ اصلی رشتہ اخوت دینی باقی نہیں رہا، لیکن کیونکر باقی رہے، جب کہ ہندوستان میں ایسے عظیم الشان اشغال ہمارے لئے موجود ہیں، جو نفس اسلام کے بقا سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ ان کو چھوڑ کر ہم غریب ترکوں یا ایرانیوں کی کیونکر خبر لیں؟ سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں (علی گڈھ) میں ایک یونیورسٹی بنانی ہے اس کے لئے تیس لاکھ روپیہ جمع کرنا ہے۔ یہ مانا کہ دنیا کی کوئی سرزمین ہے، جہاں خود اسلام کے بقا و فنا کا سوال درپیش ہے مگر اس کو کیا کیجئے کہ "مسلم یونیورسٹی" ہمارے قومی مقاصد کا اصلی نصب العین، کعبہ، علی گڈھ کے شب زندہ داران عبادت کی چہل سالہ تہجد گزاری کی مراد و آرزو، اور ہمارے رہنمائے اول کی دی ہوئی شریعت تعلیم کا یوم تکمیل ہے۔ جس دن یونیورسٹی بن جائے گی اس دن الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کی وحی اسٹریچی ہال کی چھت پر نازل ہوگی، ترکوں کی ہمدردی اور ایرانیوں کی مصیبت پر ادائے فریضہ تشکر کے بعد ایک ریزولیوشن پاس کر دیا جائے گا، مگر اس افسوس پر ملامت نہ کیجئے کہ کمبخت طرابلس کے جھگڑے سے یونیورسٹی کے چندے میں فرق پڑ گیا! اولئک الذین اشتروا

Marfat.com

الضلالۃ بالھدیٰ، فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین۔

اے عزیزانِ ملت! قوموں اور ملکوں کی زندگی کا نہیں بلکہ اسلام کی زندگی کا سوال ہے۔ فرض کیجیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ترقی کے سارے منصوبے پورے کر لئے، اور ان کا ہر فرد تعلیم اور دولت کا ایک مرکب طلائی بت بن گیا، لیکن اگر سرے سے خود اسلام کی سیاسی طاقت ہی پر چھری چل گئی، تو پھر علی گڈھ میں یونیورسٹی ہی نہیں، بلکہ چاندی اور سونے کی بہشت شداد بھی بن جائے، مگر اس کے حور و غلمان کس کا ترانہ گائیں گے؟

السیف اصدق ابناء من الکتاب

اے اخوان عزیز! یاد رکھئے کہ دنیا میں امن، صلح اور ترک قتل و غارت کا تصور کتنا ہی خوشنما ہو، مگر دنیا کی بدقسمتی سے اب تک اصلی قوت تلوار کی قوت اور زندگی کا سرچشمۂ آبِ حیات خون کی ندیوں اور فواروں ہی میں ہے۔ دنیا پر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ تلوار کی صداقت ضعیف ہوئی ہو، اور امید نہیں کہ آئندہ بھی کبھی ایسا زمانہ نصیب ہو، غریب اخلاق نے ہمیشہ اپنے تنگنائے بیکسی میں چھپ کر کسی ایسی دنیا کی منتیں مانی ہیں، جب کہ تمام کائنات انسانوں کی جگہ ملائکہ معصومین کی بہشت زار بن جائے گی اور قتل و خونریزی کو لوگ اس طرح بھول جائیں گے جس طرح موجودہ عالم نے امن اور صلح کو فراموش کر دیا ہے۔ اس آرزو کے حسن و جمال پر کون دل ہے جو فریفتہ نہیں ہوگا، لیکن کیا کیجیے کہ دنیا امید و آرزو کی نہیں بلکہ حقائق و نتائج کی جگہ ہے اور انسان جب تک فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہے، اس وقت تک ایسی امیدوں کا اخلاق کے صفحوں سے باہر پتہ لگنا ممکن نہیں، آج اگر پوچھا جائے کہ قوموں کی زندگی اور زندگی کے مظاہر کہاں تلاش کئے جائیں؟ تو اس کا جواب علم و فن کی بڑی بڑی درسگاہوں اور علوم الاولین والآخرین کے کتب خانوں میں نہیں ملے گا، بلکہ ان آہن پوش جہازوں کے مہیب طول و عرض سے، جن کی قطاریں ساحل کے طول میں پھیلی ہوئیں ہیں اور جن کے روزنوں سے انسان پاش توپوں کے دہانے نکلے ہوئے ہیں۔

پس حضرات! وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو،

Marfat.com

مگر زندہ وہی رہ سکتا ہے جس میں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو۔ یہی اقوام کی زندگی کا منبع، قیام عدل و میزان کا وسیلہ، انسانی سبعیت و درندگی کا بچاؤ، اور مظلوم کے ہاتھ میں اس کی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے:-

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط، وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس۔

اور ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا، اور ان کو کتاب اور میزان دی، تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں اور نیز لوہا پیدا کیا، جو ہتھیاروں کی شکل میں سخت خطرناک بھی ہے اور نفع رساں بھی۔

اسلام کی پولیٹیکل طاقت کا مرکز وحید

مسلمان یاد رکھیں کہ آج صرف ایک ہی تلوار ہے جو دین الٰہی کی حمایت میں بلند ہو سکتی ہے اور وہ صرف آل عثمان کی مقدس شمشیر خلافت ہے۔ یہ اسلام کے گزشتہ قافلۂ جہاں بانی کا آخری نقش قدم، اور ہمارے آفتاب اقبال کی آخری شعاع امید ہے یہی سبب ہے کہ ہمارا ترکوں سے رشتہ محض اخوت دینی ہی کا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی مقدم تر رشتہ "خلافت اسلامیہ" کے دینی احترام کا ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی قوم بغیر کسی سیاسی مرکز کے زندہ نہیں رہ سکتی، اور اسلام کا کوئی مرکز سیاسی اگر ہے تو صرف خلافت آل عثمان ہے ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو، اگر اس کا فرض دینی ہے کہ اسلام کے بقا کا خواستگار ہو، تو یہ بھی فرض دینی ہے کہ خلافت آل عثمان کے تعلق کو ایک خالص دینی رشتے کی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھے اور دنیا کی جو حکومت اس کی دشمن ہو، اس کو اسلام کا دشمن، اور جو اس کی دوست ہو، اس کو اسلام کا دوست یقین کرے، کیونکہ مسلمانوں کی دوستی اور دشمنی، انسانی اغراض کے لئے نہیں بلکہ صرف دین الٰہی کے لئے ہے

مسلمانان ہند کی نسبت بار بار سیاسی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے کسی اسلامی حصے کے واقعات سے اس درجہ متاثر نہیں ہوتے جس قدر ترکی کے حوادث وحالات سے۔ اگر محض رشتۂ اخوت اور اشتراک مذہب ہی اس اثر پذیری کی علت ہے

Marfat.com

تو اس میں ترکوں کی خصوصیات کیا ہے؟ بہت سے لوگ ہیں جو اس واقعی ضروری سوال کے جواب میں یا تو نفاق سے کام لینا چاہتے ہیں یا کفر سے مگر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے بہتر طریقہ اسلام کی ہے۔ مسلمانوں کو بغیر ادنیٰ تامل کے صاف صاف اس سچے سوال کا سچا جواب دے دینا چاہیئے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمارا صرف ایک ہی رشتہ ہے، دینی اخوت اور "پان اسلام ازم" کا، اگر ترکوں سے ہمارے دو رشتے ہیں، پہلا اخوت دینی کا کہ وہ بھی مسلمان ہیں اس لئے خدا نے ہم کو ہمیشہ کے لئے ان کے رنج و راحت کا شریک بنا دیا ہے دوسرا اس سے بھی قوی تر رشتہ خلافت دینی اور اسلام کے آخری سیاسی مرکز ہونے کا کہ آج کلمہ اسلام کی حفاظت کی آخری تلوار صرف ان کے ہاتھ میں ہے۔ اگر کسی اور حصے سے اسلام کی حکومت مٹتی ہے تو ہم روتے ہیں کہ ہمارا ایک عضو کٹ گیا، لیکن ترکوں پہ جب کوئی آفت لائی جاتی ہے تو تڑپ جاتے ہیں کہ ہمارا دل دو نیم ہو گیا، ہم جب ترکوں کے لئے مضطرب ہوتے ہیں، تو ہمارا اضطراب مسلمانوں کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اسلام کے لئے ہوتا ہے۔

حضرات!

وہ قوم جس کا ظہور تیرہ سو برس ہوئے "مکہ" نامی ایک جزیرہ نما سے ہوا تھا اور جو مسلم کے لقب سے پکاری جاتی ہے، اس کا عقیدہ تو یہی ہے، جس کو میں نے بیان کیا۔ لیکن بدبختی سے ایک دوسری قوم بھی ہم میں موجود ہے جو اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی دنیوی عزت و شوکت کا جوا کھیلا ہے اور اس کے لئے ملت مظلوم کو ایک بازیچہ بنا لیا ہے، ہوائے نفس جن کا الہ ہے، حکام و امراء جن کے معبود ہیں، درہم و دینار جن کا قبلہ ہے۔ غلامی و تعبد جن کی شریعت ہے، جو قریش مکہ کے صامت و ساکن بتوں کی جگہ سمندر پار سے آئے ہوئے متحرک بتوں کو پوجتے ہیں، جو وحی الٰہی کی جگہ سمائے شملہ سے اترے ہوئے احکام و فرمان کو اپنی کتاب و سنت یقین کرتے ہیں اور جن کے قلوب "اصابع الرحمٰن" کی جگہ "اصابع الشیطان" میں ہیں (یقلبہا کیف یشاء) غرضکہ: الذین یستحبون الحیاۃ الدنیا علی الاخرۃ ویصدون عن

سبیل اللہ، ویبغونہا عوجا، اولئک فی ضلال بعید۔

تو اے حضرات! اس قوم کے عقیدے میں "پان اسلام ازم" یا "اسلام کا بین الملی اتحاد" ایک کفر صریح ہے۔ خلافت اسلامی کوئی شے نہیں، ان کو اپنی خلافت راشدہ کے سوا اور کسی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھنا چاہیئے اگر ایسا کریں تو فرض اطاعت اولوالامر کی خلاف ورزی کے مجرم۔ ترکی فتح پر تبریک و تہنیت کا تار دینا داخل "خفیف الحرکتی" اور بغیر ان کے معبودان کونین کی اجازت کے قطعاً حرام و معصیت، یہ لوگ یورپ کے ان شیاطین سیاست کے ہاتھ میں جو خلافت اسلامیہ کے بین الملی اثر کے مٹانے کے لئے تیس برس سے اپنا مشن پھیلا رہے ہیں، ایک آلۂ عمل رہے ہیں اور ہمیشہ دنیا کو اس کا یقین دلایا ہے کہ مسلمانان ہند کو خلافت اسلامی اور ترکوں کے بقا و فنا سے کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ جس وقت اپنے معبودان باطل کے آگے ان لوگوں کی زبان و قلم سے یہ جملے نکل رہے تھے یقین کیجئے کہ اس وقت اللہ اور اس کے ملائکہ کی لعنت اور پھٹکار ان پر نازل ہو رہی تھی، کیونکہ اس طرح بے تعلقی ظاہر کرکے یہ اس رشتے کو کاٹ رہے تھے، جس کو خدائے ابراہیم و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) نے تمام دنیا میں قائم کر دیا ہے، اور گویا اس پر اپنی رضا و مسرت ظاہر کرتے تھے کہ وہ لاکھوں مسلمان جو اس آخری وقت میں کلمہ توحید کی حفاظت کر رہے ہیں، صلیب پرستوں کی تلواروں سے فنا کر دئیے جائیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے تھے کیونکہ مسلمانوں کی اذیت پر خوش ہونا عین اللہ اور اس کے رسول کی اذیت پر خوش ہونا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ، لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ، واعد لہم عذابا مہینا۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، دنیا اور آخرت میں اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے ایک ذلت بخش عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے، زمین اور آسمان، دونوں طرف سے تازیانہ ہائے عذاب ان پر پڑ رہے ہیں، اس لئے گو دل نہ ہلے ہوں مگر زبانیں کچھ کچھ ہلنے لگیں ہیں اب

ترکوں سے اس قدر بے مہری ظاہر نہیں کی جاتی، خلافت اسلامی کا نام آتے ہی اس سے انکار تبری کے تار "پاینر" میں نہیں بھیجے جاتے، مدت سے کوئی پمفلٹ بھی مسئلہ خلافت پر شائع نہیں کیا گیا ہے، رزدلیوشنوں کے پاس کر دینے سے بھی چنداں انکار نہیں ہے، بعض اصحاب کی تو بظاہر اس درجہ قلب ماہیت ہو گئی ہے کہ علانیہ ترک مجروحین کے لئے چندے میں بھی شرکت کر رہے ہیں تاہم ہم کو معلوم ہے کہ اس انقلاب حالت کی اصلی علت کیا ہے؟ اور ان کے ظاہر اور باطن میں باہم کیا ربط ہے؟

واذا لقوا الذین	یہ منافق جب مسلمانوں سے ملتے ہیں، تو
امنوا، قالوا امنا	کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن جب اپنے
واذا خلوا الی	شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں
شیاطینھم قالوا انا	تو کہتے ہیں کہ دل سے تو ہم تمہارے ہی
معکم انما نحن	ساتھ ہیں، ظاہری کارروائیاں جس قدر
مستھزون۔	ہماری ہیں وہ ایک تمسخر دل لگی سے زیادہ نہیں۔

اللہ یستھزی بھم و یمدھم فی طغیانھم یعمھون۔

اے اخوان ملت! آج وقت آگیا ہے کہ دلوں پر سے پردے اٹھ جائیں اور کفر اور ایمان میں تمیز ہو جائے۔ یقین کیجئے کہ یہ ایک سب سے بڑی اور شاید آخری ابتلائے عظیم ہے جو صرف اس لئے ہے کہ اللہ مدعیان ایمان کو آزمانا چاہتا ہے:

ولنبلونکم حتی نعلم	اور اللہ تم کو آزمائے گا یہاں تک کہ
المجاھدین منکم والصابرین	سچے مجاہد اور صابر، جھوٹوں سے الگ
منکم۔	ہو جائیں۔

آج وہ دن آگیا ہے، جب مسلمانوں کے دل پہلوؤں کی جگہ ان کے چہروں پر آجائیں گے۔ جب کہ یا تو دلوں کی سیاہی سے ان کی پیشانیاں بھی تاریک ہو جائیں گی، یا دل کی ایمانی روشنی ان کی پیشانی پر چمکنے لگے گی۔

Marfat.com

يوم تبيض وجوه وتسود وجوه فاما الذين اسودت وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون، واما الذين ابيضت وجوههم ففي رحمة الله هم فيها خالدون۔

وہ دن جب کہ یا تو چہرے چمک اٹھیں گے یا سیاہ پڑ جائیں گے، پھر جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے، وہ، وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد انکار کیا، اور ان کے لئے وہی عذاب ہوگا جس سے وہ انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں کے چہرے چمکنے لگیں گے، ان کے لئے اللہ کی رحمت کا آشیانہ ہوگا جسمیں ہمیشہ کے لئے ان کو جگہ مل جائے گی۔

یاد رکھیے کہ خدا تعالےٰ اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کے لئے ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں اگر اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین مبین کی حفاظت کے لئے دوسروں کو چن لے، اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود و مردود کر دے، جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں۔

يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله والله هو الغنى الحميد ان يشاء يذهبكم ويات بخلق جديد وما ذالك على الله بعزيز۔

اے لوگو! تم اللہ کے دروازے کے فقیر و سائل ہو، اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق پیدا کر دے، اور اس کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللہ کے عجائب کاروبار قدرت کے یہ تماشے پہلے ہی دن سے ہیں، کیا نہیں دیکھنے کہ اس نے مکہ کی سرزمین کو سرزمین محبوب کا شرف عطا فرمایا، اور قریش مکہ کو اپنے

Marfat.com

نور رسالت کا حامل بنایا لیکن جب انہوں نے اس احسان الٰہی کی قدر نہ کی تو غیرت الٰہی نے کہا کہ وہ اپنے کاموں کی تکمیل کے لئے کچھ سرزمین مکہ ہی کا محتاج نہیں ہے دین حق کی اعانت کے لئے مدینے والوں کو بھیج دیا۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ۔

اے مسلمانو! تم میں سے کوئی دین الٰہی سے منہ موڑے گا تو اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ ایسے لوگوں کو موجود کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اُن کو دوست رکھیں گے۔

الی الجہاد فی سبیل اللہ

اے اخوان عزیز! میں جس چیز کے اعلان سے نہیں ڈرتا، تعجب ہے اگر آپ اس کی سماعت سے خوفزدہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر اس مومن پر جو اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتا ہے، فرض ہے کہ آج جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو، سب سے پہلا جہاد اس کے لئے جہاد مال ہے اور اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو جہاد نفس و جان۔ مال و متاع کو بھیج دو، اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر تیار رکھو آج اگر ضرورت پیش نہ آئی تو کیا مضائقہ، کل کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی، یہ متاع ایسی نہیں جس کی تیاری بے کار جائے۔

بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز مے خواہی
متاعے جمع کن، شاید کہ غارت گر شود پیدا

مسلمانو! یاد رکھو کہ اوروں کی جانیں ان کے قبضوں میں ہونگی، مگر ہم مسلمانوں کی جانیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ اسلام ایک خرید و فروخت ہے، جو ناقص کو لیتا ہے اور کامل کو دیتا ہے، فنا کو خریدتا ہے اور بقا اس کی قیمت میں دیتا ہے۔ ہم نے جس وقت اقرار کیا کہ ہم مسلم ہیں، اسی آن اس کا بھی اقرار کر لیا کہ ہماری جانیں اسلام کے ہاتھ بک گئیں۔ اسلام کے معنی ہی یہی ہیں کہ خدائے واحد کے آگے اپنی گردنوں کو جھکا دینا

پھر خواہ وہ اسے دوستوں کی گود میں ڈال دے یا دشمنوں کی تیغ کے سپرد کر دے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابراہیم کے حکم الٰہی کے آگے سر جھکا دیا اور حضرت اسماعیل کی گردن قربان ہونے کے لئے مستعد ہوگئی تو اس وقت فرمایا:

فلما "اسلما" وتله للجبين وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذالك نجزى المحسنين۔

پس جب وہ دونوں "مسلم" ہوئے اور ابراہیم نے اسماعیل کو پیشانی کے بل زمین پر گرا دیا تاکہ ذبح کرے تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم (بس کرو) تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا۔

خدا نے باپ کے ارادے، اور بیٹے کی جان کی قربانی کو "اسلما" کے لفظ سے تعبیر کیا کہ فی الحقیقت اصلیت اسلام یہی ہے۔

عزیز جان دینا تو اسلام کا وہ پہلا عہد ہے جس کے بغیر وہ کسی کا ہاتھ ہی اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا!

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة۔

بیشک اللہ نے مومنوں کے فانی جان و مال کو خرید لیا ہے تاکہ اس کی قیمت میں جنت کی باقی اور دائمی زندگی عطا فرمائے۔

اے عزیزان غیور! مال و متاع دنیوی کا جو حال ہے، وہ کس کی نظر سے پوشیدہ ہے؟ کون ہے جس نے اپنی زندگی میں دولت و جاہ کے فنائے عاجل کے درجہار تماشے نہیں دیکھے ہیں؟ رہی جان، تو وہ بھی ایک ایسی جنس فانی ہے جو رہنے کے لئے نہیں بلکہ جانے ہی کے لئے ہے۔ آپ دیں یا نہ دیں، لینے والا ایک دن لے کر ہی چھوڑے گا۔ پھر جو چیز رائگاں جانے والی ہی ہے اگر اسے دے کر مفت کا احسان اپنے دوست کے سر رکھ سکیں، تو اس سے بڑھ کر اور کون سا سودا ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

جان بجاناں دہ، وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بکن یا آں بکن

یا ایھا الذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض، ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ؟ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما، و یستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا، ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

اے مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں نکل کھڑے ہو، تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر ہی قناعت کر لی ہے؟ اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو کہ آخرت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا مال و متاع بالکل ہیچ ہے اگر تم صدائے جہاد سن لینے کے بعد بھی خدا کی راہ میں نہ نکلو گے تو خدا تم کو ذلت اور اسر و غلامی کے عذاب دردناک میں مبتلا کر دے گا اور تمہارے بدلے دوسرے لوگوں کو دین مبین کی مدد کے لئے مستعد کر دے گا تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

قرآن نے کیا راہنمائی کی ہے؟

اُسوۂ ابراہیمی

این رہ منزل قدس است بیندیش و بیا
میل از این را خطا باشد ہیں تا نکنی!

بابل کے آثار قدیمہ نے جو ابھی حال میں برآمد ہوئے ہیں۔ علمائے اثریات (ARCHAEOLOGIST) کی توجہ کو موجودہ صدی سے ہٹا کر آج سے تیس صدی پیشتر کی جانب پھیر دیا ہے، جب کہ عرفہ کی ایک کمزور مخلوق نے سیاروں کے طلوع و غروب سے خداشناسی کا سبق لیا تھا، اور ایک سیارہ پرست قوم کو ظلمات کفر سے روشنی میں لانے کی کوشش کی تھی۔

دنیا نے اپنے ابتدائی عہد میں ایک زمانہ وہ بھی دیکھا ہے۔ جب انسانی تمدن کی بدیع المثل ترقی نے قدرت اور بندوں میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رکھی تھی۔ قدرت کے صدہا راز آشکارا ہو چلے تھے اور جس قدر حیرت انگیز قدرتی طاقتیں مخفی تھیں، انسان نے تقریباً سب سے کام لینا سیکھ لیا تھا۔

آگ، پانی، ہوا، مٹی کوئی چیز ایسی نہ تھی، جس پر انسان نے حکومت نہ کی ہو۔ سیارہ زمین کی عنان اختیار گویا ہاتھ میں تھی، اتنا ہی نہیں بلکہ فضاء محیط کے کرول اور سیاروں کو بھی ایک طرح سے اپنا بنا لیا تھا۔ اور اپنی ضروریات میں، ان کی حسب طاقتوں سے بھی نہایت آسانی و سہولت کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

نقولا تسلا (نکولس ٹاز لے) کو ہنوز مریخ کی آبادی سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے لیکن تاریخ کو اس ابتدائی زمانے کے علمی و عملی ترقی پر حیرت ہے کہ زمین والے

Marfat.com

آسمان تک پہنچ گئے تھے اور آسمانی آبادی سے جو چاہتے تھے کام لیتے تھے! بستیاں بساتے شہر کے برج بناتے تو اُس کا قبہ آسمان تک پہنچا دیتے، سیرگاہیں اس شان کی ہوتیں کہ مکانات ہیں۔ عمارتیں ہیں، محلسرائیں ہیں، آبادی ہے اور اوپر نظر اٹھاؤ تو ایک وسیع باغ آویزاں ہے شہر میں آیندہ روندگی چہل پہل ہے، سڑکیں ہیں۔ گاڑیاں ہیں، دکانیں ہیں اور اوپر دیکھئے تو ایک عظیم الشان دریا لہریں مار رہا ہے۔

یہ عجیب غریب مدنیت کلدانیوں کی تھی جو ارض عراق کے فرمانروا تھے۔ جن کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ تورات کے پیغمبر بھی انہیں عشر (محصول دہ یک) دیتے تھے اُن کے قانون سے تالیف تورات میں مدد لیتے تھے۔

وسائل تمدن کی فراہمی و فراوانی ایک عالم کو سرکش بنا چکی ہے۔ ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ۔

ایک ذرا سی ملکی و مالی عظمت جو انسان کو انسانیت سے گزار دیتی ہے، جو اس قدر مغرور بنا دیتی ہے کہ لنڈن ٹائمس کے صفحات پر زبان سیاست کو اس اعلان سے بھی باک نہیں ہوتا کہ "ایک معمولی انگریز سپاہی کے خون کے مقابلہ میں تمام ایرانی آبادی کی کچھ وقعت نہیں!" جو ایک با اختیار ملکہ کی حیثیت میں ایک غاصب و ظالم و خونریز سلطنت کو انسانی قتل عام پر مبارکباد دیتی ہے جو ایک فرمانروا سے یہ عصبیت ظاہر کراتی ہے کہ ایک ملک کو چند قومیں پامال کر چکی ہیں۔ اور اب اُسے مجبور کرتی ہیں کہ امن پامالی پر قانع ہو جائے جس نے ۲۵ برس پہلے ایک وزیراعظم کی زبان سے ایک ایسے ملک کا خون چوس لینے کی تلقین کرائی تھی جو خود اُسی کا محکوم تھا جس پر اُس کی ثروت کی بنیاد قائم تھیں جو اُس کے تاج سلطنت کا درخشندہ گوہر مانا جاتا تھا۔ اور جس کے باشندوں نے اپنا ملک و مال خود اُس کے تصرف میں دے کر اسے مطلق العنان کر دیا تھا کہ۔

محابا کیا ہے؟ میں ضامن، ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خون بہا کیا؟

غرضکہ وہی عظمت جب اپنے انتہائی مظاہر میں نمایاں ہوں تو انسان میں کہاں تک

سرکشی نہ آئے گی؟ مادہ کی الوہیت کلدانیوں پر چھا گئی تھی۔ خدا کو بھول گئے تھے اور بندگان خدا کے ساتھ اُسی ظلم اور زیر دست آزاری کے ساتھ پیش آئے تھے، جو آج موجودہ تمدن کے مخصوصات نمایاں میں سے ہے۔

کلکتہ، بمبئی، برلن اور لندن میں جس طرح عظمائے رجال کے جابجا بت نصب ہیں اسی طرح کلدانیوں نے بے شمار مجسمے قائم کر رکھے تھے اور اُن کی بے انتہا عزت کرتے تھے چونکہ قدرت کو روئے زمین سے تاریکی مٹانی تھی اس لئے اسی قوم اور اسی ملک سے ایک ایسے نامور اور عظیم الشان خداشناس کو اٹھایا جس نے اس طلسم کی حقیقت واضح کر دی اور کواکب پرست کلدانیوں پر ملکوت السموات و الارض کے اسرار فاش کر دئے۔

یہ خداشناس ہستی ابراہیم علیہ السلام (ابن آذر (تارخ) کی تھی، جن کو توحید و عدالت کی دعوت و اشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں۔ ملک کا ملک دشمن تھا۔ قوم کی قوم تشنۂ خون تھی، حکومت اپنی پوری طاقت سے مقاومت کو آمادہ تھی۔ ایک زمانے نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اس خداپرست مخلوق کو آگ کے حوالے کر کے رہیں گے۔ بایں ہمہ اُن کے عزم و استقلال کا یہ عالم تھا کہ بقول مسیحی مورخ (مالہ گریگوری ابو الفرج ملطی) کے "انہوں نے تن تنہا کلدانیوں کے بت خانے میں آگ لگا دی۔ (مختصر الدول۔ صفحہ ۲۱) اور اتنی بڑی مہم انجام دینے پر بھی کوئی زبردست طاقت اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ وہ بقول تورات "عراق سے ترک وطن کر کے صحیح و سلامت اُس ملک میں چلے گئے، جہاں خدا نے اُن کو برکت دینے اور انہیں ایک بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا۔" (تکوین۔ ۱۲ × ۱ - ۵)

یہودیوں کی مقدس کتاب (تلمود) میں یہ واقعات شرح و بسط سے مذکور ہیں جن کو قرآن کریم نے اور زیادہ پھیلا کر بیان کیا ہے۔ سورہ انبیاء میں ہے:۔

ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون	حضرت ابراہیم کو ہم نے ابتداء عمر ہی سے فہم سلیم اور درجہ رشد و حکمت عطا فرمایا تھا۔ اور ہم اس سے اچھی طرح واقف تھے۔

Marfat.com

قالوا وجدنا آباءنا لها عابدين، قال
لقد كنتم انتم وآباؤكم في ضلال مبين
قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبين؟
قال بل ربكم رب السموات والارض
الذي فطرهن وانا على ذلكم من الشاهدين
وتالله لاكيدن اصنامكم بعد ان تولوا
مدبرين، فجعلهم جذاذا الا كبيرا لهم
لعلهم اليه يرجعون، قالوا من فعل هذا
بالهتنا انه لمن الظالمين قالوا سمعنا
فتى يذكرهم يقال له
ابراهيم، قالوا فاتوا به
على اعين الناس لعلهم
يشهدون۔

دعوت الٰہی کے اُس مقدس وقت کو یاد کرو۔
جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا
کہ یہ پتھر کی مورتیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو
کیا ہیں؟ انہوں نے کہا" اس کے سوا ہم کچھ نہیں
جانتے کہ اپنے بڑوں کو ان کی پرستش کرتے دیکھتے
آئے ہیں" حضرت ابراہیم نے کہا" بس یقیناً تم اور
تمہارے بڑے دونوں صریح گمراہی میں پڑے رہے"
اس پر انہوں نے کہا" یہ جو تم کہہ رہے ہو کیا واقعی
یہ تمہارا کوئی تحقیقی خیال ہے یا محض دل لگی کر رہے ہو"
انہوں نے جواب دیا کہ" دل لگی کی اس میں کیا بات
ہے؟ یہ تو اصلی حقیقت ہے کہ وہ جس نے آسمانوں
اور زمینوں کو پیدا کیا، وہی تمہارا بھی پروردگار
ہے اور میں اپنی بصیرت اور یقین سے اس پر
شہادت دیتا ہوں"

قالوا۔ ءانت فعلت هذا بالهتنا
يا ابراهيم؟ قال بل فعله كبيرهم
هذا فاسئلوهم ان كانوا ينطقون
فرجعوا الى انفسهم فقالوا انكم انتم
الظالمون۔ ثم نكسوا على رؤسهم
لقد علمت ما هؤلاء ينطقون۔ قال
افتعبدون من دون الله ما لا ينفعكم
شيئا ولا يضركم؟ اف لكم ولما
تعبدون من دون الله، افلا تعقلون

ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہہ دیا
کہ میں بخدا ضرور بالضرور تمہارے ان
بتوں سے تمہارے جانے کے بعد ایک
چال چلوں گا۔
چنانچہ حضرت ابراہیم لوگوں کے
جانے کے بعد بت خانے میں گئے اور بتوں
کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ صرف
سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا کہ شاید وہ
اس کی طرف رجوع کریں۔

Marfat.com

قالوا حرقوہ وانصروا الهتكم ان كنتم فاعلين قلنا يانار كونى بردا وسلاما على ابراهيم واراد وا به كيدا فجعلناهم الاخسرين ـ ونجيناه ولوطا الى الارض التى بارکنا فيها للعالمين ـ

جب لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو لگے آپس میں کہنے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ گستاخی کی ؟ جس شخص نے ایسا کیا یقیناً وہ بڑا ظالم تھا ـ

(۲۱ - ۴۷ - ۶۳)

اس پر بعضوں نے کہا کہ وہ نوجوان جسے ابراہیم کے نام سے پکارتے ہیں ـ ان بتوں کا ذکر کر رہا تھا ـ ممکن ہے یہ اُسی کی کارروائی ہے ، لوگوں نے شور مچایا کہ اس کو یہاں سب کے سامنے پکڑ کے حاضر کرو تاکہ جو کچھ سوال و جواب ہو اس کے لوگ گواہ رہیں ـ

چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو لے کر آئے ـ اور ان سے پوچھا کہ " اے ابراہیم ! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تو نے کی ؟ " انہوں نے الٹا کہا :

" نہیں ، بلکہ یہ بت جو سب میں بڑا ہے اسی نے کی ہو گی ـ انہیں سے پوچھ لو اگر وہ جواب دے سکتے ہیں ! "

ملہ حضرت ابراہیم کے حق میں آگ کیونکر برد و سلام (ٹھنڈک اور سلامتی) بن گئی تھی ؟ مفسرین نے اس بارے میں بہت سی توجیہیں کی ہیں ـ ابو مسلم محمد بن بحر اصبہانی کا قول ہے " قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً المعنی انہ سبحانہ جعل النار برداً و سلاماً لا ان ھناک کلاماً ، کقولہ ان یقول لہ کن فیکون ـ ای یکونہ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۱۷) یعنی قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ : ہم نے کہا اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی بن جا ـ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے آتش افروز اور غنڈہ گردوں کی آگ سے حضرت ابراہیم کا کچھ نقصان نہ ہونے دیا ، یہ مطلب نہیں کہ خدا نے یہ الفاظ بھی کہے تھے ـ اس کی نظیر کن فیکون والی آیت ہے ـ جس کے معنی یہ بتائے جاتے ہیں کہ خدا نے پیدا ہونے والے عالم کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ ہو جا ـ وہ ہو گیا ـ یہاں بھی کچھ لفظوں میں یہ حکم نہیں ملا تھا اور نہ خدا نے واقعی گفتگو کی تھی ـ بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ارادہ الٰہی ظہور عالم سے متعلق ہوا ـ اور اسی مشیت کے مطابق موزوں و مناسب طریق پر اس کی تکوین ہونے لگی ـ

Marfat.com

اس دندان شکن جواب کو سن کر سب کے سب ششدر رہ گئے اور اپنے دل میں اپنی گمراہی کے قائل ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ سچ ہے تم ہی برسر ناحق ہو!

مگر باایں ہمہ سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے وہ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گمراہی کے گڑھوں دھکیل دئے گئے اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے کہ یہ تم نے کیا کہا۔ تم کو تو معلوم ہے کہ بت بولا نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا: پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو۔ جو خود ہی مجبور محض ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچائیں اور نہ نقصان؟ تف ہے تم پر اور تمہاری اُن چیزوں پہ جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو؟ یہ کیا ہے کہ ایسی ظاہر اور کھلی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم سے عاجز آ گئے تو اور تو کچھ نہ کر سکے غیظ و غضب سے پاگل ہو کر آپس میں شور مچانے لگے کہ بس اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا یہی جواب ہے کہ اس بے باک شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو۔

جب کہ وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے تو ہم بھی اپنی تدبیروں سے غافل نہ تھے، ہم نے اپنی قدرت کا اعجاز دکھلایا اور کہا کہ لے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ اور ابراہیم کے لئے سلامتی۔

انسانوں نے ہمارے داعی الی الحق کو نقصان پہنچانا چاہا تھا، پر ہم نے ان کو ناکام و خاسر کیا!

بظاہر تو یہ ایک قصہ ہے اور بدقسمتی سے اب تک اسی حیثیت سے اس پر نظر ڈالی گئی ہے مگر غور کیجئے تو قرآن کریم نے اپنے انداز خاص میں ایک دفتر معارف کھول دیا ہے جس کے ایک ایک لفظ کے اندر صدہا رموز اخلاق و سیاست اور حقائق و نوامیس اصلاح و دعوت پوشیدہ ہیں۔ مہلت ملے تو اس واقعہ کے ایک ایک ٹکڑے پر ایک ایک مقالہ مستقل طور پر لکھنا چاہیئے، سردست صرف چند مناسب وقت اشارات آپ کے سامنے ہیں:

فکر و تدبر سے کام لیجئے تو اس واقعہ سے چند خاص نتائج حاصل ہوتے ہیں:

(۱) جس ملک میں ظلم عام ہو گیا ہو، خدا اور بندوں کے حقوق پر سخت تعدی و تعاول ہو رہا ہے

Marfat.com

ہوں۔ شرک جیسے ظلم عظیم کے ارتکاب میں باک نہ ہو، اللہ کو چھوڑ کر دوسری طاقتوں اور انسانی قوتوں کے آگے لوگ سربسجود ہوں۔ وہاں ہر اُس شخص کا، جس میں ایک ذرہ بھی ایمان واسلام ہو۔ یہ ایک مقدس فرض ہے کہ مظالم ومفاسد کے استیصال کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اور بغیر کسی مداہنت ونفاق کے، کامل آزادی اور نڈر اور بے باک لب ولہجے میں خدا کے بندوں کو خدا کی جانب بلائے۔ اسلام کی علانیہ دعوت کرے۔ اور کفر وضلالت کے مٹانے میں ذرا بھی متامل نہ ہو۔

(۲) خدا کو استبداد پسند نہیں۔ جو لوگ ارباب اقتدار ہوں۔ دولت وحکومت رکھتے ہوں۔ انسانوں پر اُن کا تصرف ہو۔ دنیا کی ہر ایک چیز پر انہیں فرمانروائی کی طاقت دی گئی ہو۔ پھر اتنی سب نعمتیں ملنے پر بھی خدا کو بھول جائیں۔ مستبد بن بیٹھیں۔ قانون الٰہی کو توڑنے لگیں۔ نظام اسلام کی توہین کریں۔ استبداد میں اتنا غلو رکھتے ہوں کہ انسان ہو کر خدا بن بیٹھیں، اور اپنے آئین استعباد کے خلاف کسی کی کچھ بھی سماعت نہ کرتے ہوں۔ تو ایسی قوم کو اُس کی غلط کاریوں سے علانیہ آگاہ کر دینا چاہیئے۔ علم حق ومعروف لے کر مفاسد ومنکرات کے خلاف آمادۂ جہاد ہونا چاہیئے اور نہایت آزادی واستقلال کے ساتھ اس طرح اس خطرناک وسنگلاخ وادی میں قدم رکھنا چاہیئے کہ یہ طلسم فریب ٹوٹ جائے اور دنیا میں پھر خدا کی بادشاہی قائم ہو جائے۔

(۳) مسلم کی حدیث مشہور ہے:۔ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، وذالک اضعف الایمان۔

اس حدیث کو تم نے بارہا سُنا ہو گا۔ مگر کبھی اس کی تعلیم کے اصول وحقیقت پر نظر نہ ڈالی ہو گی۔ حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ سے اس کے سمجھنے میں مدد لو۔ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ قانون الٰہی کے منشا اور احکام کے خلاف جہاں کوئی ایک برائی بھی نظر آئے۔ معاً ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے زور بازو سے اُس کے مٹانے کی کوشش کرے۔ یہ خصوصیت حقیقی ایمان داروں کی ہو گی۔ لیکن جس میں اتنی قوت نہ ہو۔ وہ زبان سے بُرا کہے اور برائی کے خلاف یہ آواز بلند احتجاج (پروٹسٹ) کرتا ہے۔ اس مذاق کے لوگ ایک طرح ناقص الایمان سمجھے جائیں گے جس سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ وہ کم از کم اپنے دل ہی میں اس آگ کو سلگاتا رہے یہ ایمان کا بالکل ہی آخری اور اور بہت ہی ضعیف وکمزور درجہ ہے لیکن جو طبیعتیں اتنا

Marfat.com

احساس بھی نہ رکھتی ہوں اُن میں فرائض کی خواہ کتنی ہی پابندی موجود ہو، مگر یقین کر لینا چاہیئے کہ ایمان سے اُن کو مطلق سروکار نہیں۔

مگر یاد رہے کہ ازالۂ منکرات و مفاسد کے لئے دل میں کڑھنے اور زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اُسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک کہ ان سے کشود کار ممکن ہو۔ جہاں یہ باتیں بے سود ہوں، وہاں ایمان کا صرف ایک ہی مظہر ہے اور وہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو استعمال طاقت کے قابل بنائیں اور پھر اس طاقت سے منکرات اور مفاسد و مظالم کو مٹائیں

براءة من الله ورسوله
الى الذين عاهدتم من
المشركين۔
وان توليتم فاعلموا انكم
غير معجزي الله، وبشر الذين كفروا
بعذاب اليم لا يستأذنك الذين
يؤمنون بالله واليوم الآخر ان
يجاهدوا باموالهم وانفسهم
والله عليم بالمتقين۔ انما يستأذنك
الذين لا يؤمنون بالله
واليوم الآخر وارتابت قلوبهم
فهم في ريبهم يترددون۔
(۹-۴)

جن مشرکین کے ساتھ تم نے عہد کر رکھا تھا اب اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے اُنھیں صاف جواب ہے۔ اگر اب بھی تم پھرے رہے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور کافروں کو عذاب دردناک کی بشارت سنا دو جو لوگ خدا کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے ہیں کہ اپنی جان و مال سے شریک جہاد نہ ہوں تم سے خواہان اجازت تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور اُن کے دل میں شک پڑے ہیں پس وہ اپنے شک کی حالت میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں؟

حضرت ابراہیم کے واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟ دنیا میں اُس وقت وہی ایک مسلمان تھے مگر نہ یہ تنہائی انہیں دعوت الی الحق سے مانع ہو سکی اور نہ انہوں نے ردّ مظالم اور تغیر منکر کے لئے صرف وظیفۂ قلب و زبان تک ہی کفایت کی، بلکہ جب یہ کوشش سود مند ہوتے نہ دیکھی تو دست و بازو سے بھی طاقت آزمائی

Marfat.com

کے لئے آمادہ ہو بیٹھے۔ پس ایمان داروں کو ضرور ہے کہ اس کی پیروی کریں۔

(۴) دعوت الی الحق کی ابتدا اپنے گھر سے چاہیئے۔ یہی صورت حضرت ابراہیم نے اختیار کی اور اسی کی تعلیم اظہار دعوت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی کہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریب ترین اعزہ کو ڈراؤ) ان مبادی ہیں کامیابی ہو یا ناکامی، تاہم تجربہ داختیار اور بصیرت کو اس سے مدد ملے گی اور پھر دعوت عام کے لئے اسکیم مرتب کرنے میں صرف دماغ کی قوت متخیلہ ہی پر زور دینا نہ پڑے گا بلکہ تجربہ و عمل کے نتائج سامنے ہوں گے۔

(۵) دعوت الی الحق کو مداہنت، پاس مراتب، لحاظ عظمت سے کچھ سروکار نہیں۔ کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی عزیز کی محبت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیئے۔ اولاد پر والدین سے زیادہ کس کے احسانات ہوں گے؟ لیکن دیکھتے نہیں کہ حضرت ابراہیم کو جو کچھ کہنا تھا سب پہلے اپنے باپ ہی سے کہا۔ اور جو کچھ کرنا تھا اُس کے سرانجام دینے میں باپ کے حقوق ابوّت ذرا بھی مانع نہ ہو سکے۔

(۶) احیاء صداقت اور اقامت حق اور عدل کے لئے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی تھیں۔ پوشیدہ طور پر کید و تدبیر سے بھی کام لینے کی حاجت پڑتی ہے اور اس مدعا کے لئے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں۔ حضرت ابراہیم نے بت خانے میں کیا کیا تھا؟

(۷) کفر و شرک و استبداد نے دلوں میں خواہ کیسی ہی تاریکی پھیلا دی ہو، انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گزر گیا ہو، امتیاز حق و باطل کی طاقتیں مردہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ تاہم حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ اخلاص کے ساتھ مؤثر انداز میں جب اُس کو پیش کیا جائے گا۔ تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اُس کے آگے جھک جائیں گے مستبدین کے غرور و جبروت سے مرعوب ہو کر دعوت الی الحق کی تحریک روکی نہیں جاتی۔ اور اگر رکتی بھی ہے تو اس طرح کہ:۔

رُکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

Marfat.com

(۸) دعوت الی الحق کے لئے کسے لئے شجاعت قلب درکار ہے، جرأت لسان کی حاجت ہے زور آور دست و بازو کی ضرورت ہے کہ خواہ کچھ ہی پیش آئے اور خواہ کیسی ہی زحمتیں سنگ راہ ہوں مگر اپنے مشن کو سنبھالے رہے۔ کام کئے جائے اور کبھی مرعوب نہ ہو۔

(۹) بڑے کام کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ صرف دفع وقت سے دفع استبداد ممکن نہیں۔ اس قربان گاہ پر سب سے پہلے اپنی جان کی بھینٹ چڑھانے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ اس راہ میں سنگلاخ منزلیں طے کرنی پڑیں گی۔ مشکل سے مشکل امتحان دینے ہوں گے۔ شدائد و نوازل سے طرف مقابل ہونا پڑے گا اور ہر قدم پر اس دستور العمل کی پابندی کرنی پڑے گی کہ:۔

ترک جان و ترک مال و ترکِ سر

در طریق عشق اوّل منزل ست

حضرت ابراہیم نے کیسی خطرناک جرأت کی تھی؟

(۱۰) حق و صدق کی مقاومت ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ دست ستم اس میں خلل ڈال سکتا ہے ضرر پہنچا سکتا ہے۔ پر اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ عزم و ثبات سے تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ مخالفین ذلیل ہوتے ہیں استبداد سے نجات ملتی ہے اور انجام کار برکت حاصل ہوتی ہے کہ والعاقبۃ للمتقین۔

دعوت الی الحق کی یہ نتیجہ خیز اسکیم خود حضرت الٰہی کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ اب صرف اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ نئی اسکیم بنانے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ شب و روز نئی اسکیموں کا خواب دیکھتے ہیں۔ اُن کو یہ پیام پہنچا دو..............................

یہ پاک موضوع اس سے زیادہ تشریح کا طالب تھا مگر افسوس:۔

کہ بادہ حوصلہ سوز است و جملہ بدمستند

Marfat.com

اُسوۂ نوحی

★

ہشدار کہ سیلاب فنا در پیش است

ہاں مشو مغرور بر حلم خدا، قدرت کی آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی ہیں۔ جور و ستم تشدد و تباہ کاری، استبداد، و مردم آزاری، ان سب پر خدا کی نظر ہے۔ جس طرح مسجدیں گرائی جاتی ہیں۔ خانقاہیں بند کرائی جاتی ہیں۔ کمزور جماعتیں ستائی جاتی ہیں، خدا ان تمام باتوں کو دیکھتا ہے سنتا ہے اور خاموش رہتا ہے کہ لعلھم یرشدون (شاید یہ خود ہی راہ راست پر آ جائیں) زبردست ہستیوں کو جب اس پر بھی تنبہ نہیں ہوتا۔ زبردست آزاری میں مطلق کمی نہیں آتی۔ طغیان و سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے، تو ان بطش ربک لشدید (پروردگار عالم کی گرفت بڑی سخت ہے) کی وعید ہیجان میں آتی ہے "دیر گیرد سخت گیرد مرد را" کا طوفان جوش کھاتا ہے اور تر و خشک سب کو بہالے جاتا ہے۔

اس ذیل میں سب سے پہلا طوفان وہ تھا جس نے عصر حجری و عہد نباتی کے بعد عصر حیوانی کے آغاز عہد میں تقریباً تمام دنیا کی حالت بدل دی تھی۔ علمی زبان میں اس طوفان کو "طوفان عام جیولوجی" کہتے ہیں۔ سطح زمین کی غلظت نے اندر کی مشتعل حرارت کے تمام منافذ و مخارج بند کر رکھے تھے۔ بخارات کا التہاب بڑھتا رہا اور زمین کی ابتدائی حالت آتش فشانی کی گنجائش بھی نہ نکال سکی۔ استبداد کی تنگ گیریاں بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکیں سمندر کے وسط میں دفعتاً پہاڑیوں کا سلسلہ کھل گیا۔ ملتہب مادے جوش و خروش سے پھوٹ بہے۔ ہولناک سیلاب نے تمام کرۂ زمین کو چھا لیا۔ اور تقریباً جتنی جاندار ہستیاں تھیں سب کو بہالے گیا۔ یہ طوفان جس کی عمومیت ناقابل انکار ہے۔ موجودہ نسل انسانی سے قبل کا ہے اس کے بعد جتنے طوفان آئے وہ خاص خاص ممالک و مقامات تک محدود تھے۔

نوع انسانی کی تکوین کے بعد جو طوفان آئے ہیں اُن میں سے سب سے بڑا اور سب سے پہلا طوفان غالباً ہندوستان کا تھا جس کی نسبت "وشنو" نے اپنے ایک معتقد لو جاری کو اطلاع

Marfat.com

دی تھی کہ" سات دن میں ایک طوفان آئے گا۔ جو اُن تمام مخلوقات کو کہ میری توہین کرتے ہیں ہلاک کر ڈالے گا۔ تم ایک کشتی میں سات رشیوں اور اپنی عورتوں کے ساتھ بیٹھ جانا۔ اور ہر طرح کے حیوانات کو بھی بٹھا لینا۔" اساطیرِ ہند (آرین میتھولوجی) کے مطابق یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ وشنو نے خاتمہ طوفان کے بعد شیطان کو قتل کر ڈالا۔ وید مقدس کے جتنے نسخے تھے سب چھپا ڈالے اور اپنے مخلص پوجاری کو الٰہیات کی تعلیم دے کر "سانوین منو" کا خطاب عنایت کیا۔

دوسرا ہولناک طوفان جس کے واقعات قدیم کلدانی روایتوں میں ملتے ہیں۔ بابل میں آیا تھا۔ یہ واقعہ بادشاہ "ذی زوزتر دس" کے عہد کا ہے جس کو "تر ونس" دیوتا (زحل) نے اس کی اطلاع دی تھی۔ اور خواب میں کہہ دیا تھا کہ انسان کے فتنہ و فساد نے مجھے غضبناک کر رکھا ہے میں ان کو تعزیر دوں گا اور سب کو طوفان سے ہلاک کر ڈالوں گا تم اور تمہارے خاندان والے البتہ بچ رہیں گے۔ مبدء و منتہا د اساطِ اشیاء کے متعلق جو تحریریں ہیں ان سب کو لے کر "سیبیارس" (مدینۃ الشمس) میں دفن کر دو۔ اور ایک کشتی بناؤ جو طول میں پانچ استاد اور عرض میں دو استاد کی ہو (ایک استاد ایک سو پچیس فیٹ کے برابر تھا) اہل و عیال کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ، اور اپنے آپ کو پانی کے سپرد کر دو۔ ذی زوزتر دس نے امتثال امر میں بڑی سرگرمی دکھائی، طوفان کم ہوا تو کشتی سے ایک دو چڑے (کنجشک) اڑا دئے خشکی کا نام ونشان نہ تھا۔ پہلی مرتبہ چڑا واپس آیا۔ دوسری مرتبہ کی آمد میں پنجوں میں کیچڑ بھری تھی اور چونچ میں کوئی سبز گھاس تھی۔ معلوم ہوا کہ خشکی نمودار ہو چلی ہے، تیسری مرتبہ گیا تو پھر واپس نہ آیا۔ خشکی کا اب ٹھیک اندازہ ہو گیا تھا۔ کشتی آگے بڑھائی گئی۔ سامنے ایک پہاڑ نظر آیا وہیں ٹھہر گئی۔ اہل کشتی اتر پڑے، دیوتاؤں کے آگے سر کے بل گر گئے۔ قربان گاہ بنائی بھینٹ چڑھائی، مدینۃ الشمس سے دفینہ نکالا۔ بابل کو پھر آباد کیا اور بستیاں بسائیں۔

علمائے طبیعت و آثار کی رائے میں تورات کے واقعہ طوفان نوح کی تفصیل اسی روایت سے ماخوذ ہے۔

تیسرا واقعہ "طوفان ہیرابولیس" کا ہے جس کی تشریح "لوسیانوس" نے کی ہے واقعات سب ملتے جلتے ہیں۔ حسب معمول اس طوفان کی نسبت بھی یہی ادعا ہے کہ صرف "دیکالیون"

Marfat.com

اور اُس کے گھر والے بچ رہے تھے اور ساری آبادی غرق ہو گئی تھی۔ دیکالیون کی کشتی ہیرالیس کو پہنچ کر ٹھہری تھی۔ وہیں اُس نے ایک ہیکل بنایا۔ جس کو پسینہ آتا تھا۔ اس پہ وحی اُترتی تھی اور وہ آدمیوں کی طرح باتیں کرتا تھا۔

چوتھا طوفان جزیرہ ساموتراس کا تھا جس سے مؤرخ ڈیوڈورس کی رائے میں بحیرہ مرمر (مارمورا) نکلا۔

پانچویں غرقابی قدیم یونان کے علاقہ "بولیسی" کے طوفان سے ہوئی جو بادشاہ (اوجیج) کے عہد میں حضرت مسیح سے نوسو برس پیشتر بحیرۂ "کوبالیس" میں سیلاب آنے سے آیا تھا۔ "آگسٹنیس" نے جو مندر "ہیبون" کا بڑا پوجاری تھا۔ اس کے جزئیات پہ نہایت شرح و بسط سے گفتگو کی ہے اور "وینس" (زہرہ) دیوتا کے دفعۃً رنگ و صورت و حجم و رفتار بدل جانے کا اسے نتیجہ ٹھہرایا ہے۔ ادبیات مشرق میں یونان کی غرقابی یہیں سے نکلی ہے۔

چھٹا طوفان بادشاہ "دیکالیون" فرمانروائے تھسلی کے عہد میں میلاد مسیح سے ایک ہزار چھ سو برس قبل آیا تھا اور تھسلی کو بہا لے گیا تھا۔ ہیروڈوٹس کی روایت ہے کہ تھسلی ایک بڑا دریا تھا۔ سمندر کے دیوتا "نبتون" نے اُس کا پانی بہا دیا اور ملک میں طوفان آ گیا۔

ان واقعات پر خرافات کا اثر تو ضرور غالب ہے۔ مگر اصلیت سے خالی نہیں علم الطبیعۃ کے مشہور ترین فرانسیسی مؤلف (موسیو ڈوبلے) نے تاریخ الانسان الطبیعی (ص ۲۴-۲۸-۲۵-۴۲) میں ان پہ نہایت حکیمانہ نظر سے ریویو کیا ہے۔

ساتواں طوفان حضرت نوح کے عہد میں آیا تھا۔ یہ حادثہ میلاد مسیح سے تین ہزار ۳۳۸ برس قبل کا ہے اور اس وقت پانچہزار دو سو ۵۱ برس اس کو ہو چکے ہیں، قرآن کریم نے اس کی پوری تشریح کی ہے۔ سورۂ ہود میں ہے :-

ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین، ان لا تعبدوا الا اللہ، انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم، فقال الملاء

ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ "لوگو! میں تم کو صاف صاف خطرہ سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کیا کرو۔ مجھ کو تمہاری نسبت

Marfat.com

الذین کفروا من قومه ما نراك
الا بشرا مثلنا وما نراك اتبعك
الا الذین هم اراذلنا بادی الرای
وما نری لکم علینا من فضل بل
نظنکم کاذبین قال یا قوم ارءیتم
ان کنت علی بینة من ربی واتانی
رحمة من عنده فعمیت علیکم
انلزمکموها وانتم لها کارهون؟
ویا قوم لا اسئلکم علیه
مالا ، ان اجری الا علی الله
وما انا بطارد الذین امنوا
انهم ملاقوا ربهم ، ولکنی
ارىكم قوما تجهلون ویا قوم
من ینصرنی من الله ان طردتهم
افلا تذکرون ؟ ولا اقول لکم
عندی خزائن الله ، ولا اعلم
الغیب ، ولا اقول انی ملك ، و
لا اقول للذین تزدری اعینکم
لن یؤتیهم الله خیرا ، الله
اعلم بما فی انفسهم ، انی
اذا لمن الظالمین ، قالوا
یا نوح قد جادلتنا فاکثرت
جدالنا فاتنا بما تعدنا

ایک روز دردناک کے عذاب کا خوف ہے۔"
سرداران قوم کفار نے اس پیغام کو سن کر کہا کہ
"ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ہی جیسے بشر تم بھی ہو
بظاہر ہم میں جو ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں انہیں نے
تمہاری پیروی بھی کی ہے اپنی نسبت تم لوگوں میں
ہم کوئی کسی برتری بھی نظر نہیں آتی۔ بلکہ ہم تو
تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔" نوح نے جواب دیا کہ
"تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ میں اگر اپنے پروردگار
کے کھلے رستے پر ہوں۔ اس نے مجھ کو
اپنے جناب سے نعمت و رحمت بھی عطا کی ہے
تم کو وہ رستہ دکھائی بھی نہیں دیتا، تو اس حالت
میں کہ تم اس کو مکروہ جانتے ہو کیا ہم اس پر تمہیں
مجبور کر رہے ہیں؟ لوگو! میں ان کو اگر نکال بھی
دوں تو خدا کے مقابلے میں کون میری مدد کریگا
کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟ میں یہ نہیں کہتا
کہ (۱) میرے پاس خدا کے خزانے ہیں (۲) نہ
میں غیب جانتا ہوں (۳) نہ اپنے آپ کو فرشتہ
کہتا ہوں (۴) اور جو لوگ تمہاری نظروں میں
حقیر ہیں میں ان کی نسبت یہ بھی نہیں کہتا کہ خدا
ان پر فضل ہی نہ کریگا۔ ان کے دل کی بات تو
خدا ہی جانتا ہے۔ میں ایسا کہوں تو ایک ظالم
میں بھی ہوں گا۔" کفار نے کہا: نوح تم نے ہم
سے بہت جھگڑے کیے ہو تو جس عذاب کے ہمیں

Marfat.com

ان کنت من الصادقین؟ قال
انما یاتیکم بہ اللہ ان شاء
وما انتم بمعجزین، ولا
ینفعکم نصحی ان اردت
ان انصح لکم ان کان اللہ
یرید ان یغویکم، ھو
ربکم والیہ ترجعون۔
ام یقولون افتراہ، قل ان افتریتہ
فعلیّ اجرامی وانا بری مما
تجرمون۔
واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من
قومک الا من قد امن فلا
تبتئس بما کانوا یفعلون، و
اصنع الفلک باعیننا ووحینا
ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا
انھم مغرقون۔
ویصنع الفلک، وکلما مر علیہ
ملاء من قومہ سخروا منہ
قال ان تسخروا منا، فانا
نسخر منکم کما تسخرون
فسوف تعلمون من یاتیہ
عذاب یخزیہ ویحل علیہ
عذاب مقیم۔

ڈراتے ہو اُسے لاؤ؟" نوحؑ نے جواب دیا کہ "خدا کو منظور ہو گا تو وہی عذاب بھی تم پر نازل کرے گا۔ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے۔ خدا ہی کو اگر تمہیں گمراہ کرنا منظور ہے تو میں کتنی ہی نصیحت کرنی چاہوں میری نصیحت تمہارے کام نہ آئے گی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

کیا وہ کہتے ہیں کہ "یہ باتیں بنا رکھی ہیں؟" تم کہدو کہ "میں نے اگر یہ باتیں بنائی ہیں تو اس کا گناہ مجھ پر ہے؛ اور تم جو گناہ کرتے ہو میں اُس سے بری الذمہ ہوں۔

نوحؑ کو وحی ہوئی کہ "تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اُن کے علاوہ اب ہرگز کوئی ایمان نہ لائے گا۔ یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں تم اُس کا کچھ غم نہ کرو۔ تم ایک کشتی ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق بناؤ اور ان ظالموں کے متعلق مخاطب نہ کرو۔ یہ ضرور غرق ہوں گے۔

نوحؑ کشتی بنانے لگے۔ قوم کے وجیہ اور رودار لوگوں کا جب اُن پر گزر ہوتا تو وہ اُن سے تمسخر کرتے، نوحؑ جواب دیتے کہ "تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جیسے آج تم ہم پر ہنس رہے ہو اسی طرح کل ہم بھی تم پر ہنسیں گے عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ رسوائی بخش عذاب کس پر آتا ہے۔ اور دوامی تکلیف کس کی راہ میں حائل ہوتی ہے؟

حتیٰ اذا جاء امرنا وفار التنور قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن اٰمن، وما اٰمن معہ الا قلیل۔

یہ کیفیت اسی طرح رہی یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور نے جوش کھایا تو ہم نے نوح کو کہا کہ ان سب کو کشتی میں بٹھالو۔ ہر جوڑے کے دو دو جفت کو، اپنے گھر والوں کو۔ اُن کے علاوہ جنکی نسبت پہلے قول ہو چکا ہے اور اُن کو جو ایمان لا چکے ہیں۔" اور اُن کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے۔

وقال ارکبوا فیھا بسم اللہ مجریھا ومرسھا، ان ربی لغفور رحیم وھی تجری بھم فی موج کالجبال، ونادیٰ نوح ن ابنہ وکان فی معزل یا بنی ارکب معنا، ولا تکن مع الکافرین قال ساوی الیٰ جبل یعصمنی من الماء، قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم، وحال بینھما الموج فکان من المغرقین۔

نوح نے ان سب سے کہا "آؤ کشتی میں بیٹھ جاؤ بسم اللہ مجرھا ومرساھا۔ حقیقت میں میرا پروردگار غفور رحیم ہے"۔ کشتی ان سب کو پہاڑ جیسی موجوں میں لئے چلی جارہی تھی، اس حالت میں نوح نے اپنے بیٹے کو، جو الگ تھا۔ پکارا کہ بیٹا! آؤ ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو" اس نے کہا "میں ابھی کسی پہاڑ کے سہارے جا لگتا ہوں۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا" نوح نے کہا "آج کے دن خدا کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، بچے تو وہی بچے جس پر خدا رحم کرے" اسی حالت میں باپ بیٹے کے مابین ایک موج حائل ہو گئی۔ ڈوبنے والوں کے ساتھ نوح کا بیٹا بھی ڈبو دیا گیا۔

وقیل یا ارض ابلعی ماءک، ویاسماء اقلعی، وغیض الماء، وقضی الامر واستوت علی الجودی، وقیل بعدا للقوم الظالمین۔

کام تمام ہو چکا تو حکم دیا گیا کہ "اے زمین اپنا پانی جذب کرلے، اور اے آسمان تھم جا، پانی اُتر گیا حکم کی تعمیل ہوئی۔ کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ "ظالموں کی جماعت دُور ہو۔"

ونادیٰ نوح ربہ فقال ربّ ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کیا "اے میرے پروردگار، میرا بیٹا بھی میرے ہی

وانت احكم الحاكمين، قال يا
نوح انه ليس من اهلك
انه عمل غير صالح، فلا تسألن
ماليس لك به علم، انى اعظك
ان تكون من الجاهلين، قال رب
انى اعوذبك ان اسألك ماليس
لى به علم، والا تغفرلى و
ترحمنى اكن من الخاسرين
قيل يا نوح اهبط بسلام منا
وبركات عليك وعلى امم ممن
معك، وامم سنمتعهم ثم
يمسهم منا عذاب اليم (۱۱-۱۹-۴۰)

گھروالوں میں ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے" جواب ملا کہ "اے نوح وہ تمہارے گھروالوں میں شامل نہیں، وہ بدکار ہے جو بات نہ جانتے ہو ہم سے اُس کی درخواست نہ کرو ہم تمہیں سمجھائے دیتے ہیں کہ نادانوں کی سی باتیں نہ کرو، نوح نے عرض کیا کہ "اے میرے پروردگار! میں ایسی جرأت سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں کہ جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو تجھ سے اُسکی درخواست کروں، میری گستاخی اگر تو نہ بخشے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤنگا" سب کچھ جب ہو چکا تو حکم دیا گیا کہ "اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ نیچے اُترو، یہ برکتیں تمہارے اور ان اقوام کے شامل حال رہیں گی جو تمہارے ساتھ ہیں۔ بعد کی قومیں بھی ہم سے نفع اٹھائیں گی۔ لیکن آخر کار ہماری جانب سے اُن کو دردناک عذاب پہنچے گا۔"

یہ واقعات کسی قدر اضافہ واختصار کے ساتھ تورات میں بھی مذکور ہیں۔ تورات نے ان میں کچھ باتیں بڑھا دیں، کچھ حذف کر دیں۔ کچھ خبط کر ڈالیں۔ مثلاً:۔

(۱) تورات کا بیان ہے کہ طوفان عام تھا روئے زمین کے جتنے بر اعظم اور جزیرے تھے سب غرق ہو گئے تھے" پانی زمین پر بے انتہا چڑھ گیا۔ تمام اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں سب چھپ گئے، سارے جاندار جو زمین پر چلتے تھے۔ پرند، چرند، جنگلی جانور اور کیڑے کوڑے جو زمین پر رینگتے تھے۔ اور جتنے انسان تھے سب مر گئے اور ہر ایک متنفس مخلوق جو خشکی پر تھی مر گئی روئے زمین کے تمام موجودات جن میں جان تھی سب کے سب مٹ گئے، انسان سے لے کر حیوان تک، کیڑے مکوڑوں اور آسمانی پرندوں تک سب مٹ گئے۔ فقط نوح اور جو اُس کے ساتھ کشتی کے اندر تھے بچ رہے (تکوین ۷-۱۹-۲۳)

Marfat.com

یہ عمومیت عقل کے بھی خلاف تھی۔ تاریخ بھی خاص اس واقعہ کی تعمیم میں اس امر کی مؤید نہ تھی۔ علم الآثار بھی تکذیب کر رہا تھا۔ طبقات الارض کی شہادت بھی اس کے حق میں نہ تھی۔ اور یہ بات تو کسی طرح قیاس میں آسکتی ہی نہ تھی کہ صرف ایک گنہگار قوم کو سزا دینے کے لئے خدا نے سارے جہان کو جس میں بہت سی بے گناہ جماعتیں بھی رہی ہوں گی، بہت سے بے قصور اشخاص بھی ہوں گے۔ بہت سی ناکردہ گناہ آبادیاں بھی ہوں گی، غرق کر ڈالے اور روئے زمین پر کسی متنفس کو زندہ ہی نہ چھوڑے

یہ ایرادیں آج اس زمانے میں وارد کی جا رہی ہیں لیکن قرآن کریم نے اس عہد میں جب کہ طوفان نوح کی عمومیت سے کسی کو انکار نہ تھا۔ صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ الذین ظلموا انھم مغرقون (جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہی غرق کئے جائیں گے) قوم نوح اس ظلم و ستم کی خوگر تھی۔ وہی غرق ہوئی۔ انھیں بستیوں میں طوفان آیا۔ اور سیلاب فنا انہیں ظالموں کو بہا لے گیا۔

(۲) فرزند نوح کے تذکرے سے جو کافروں کا شریک حال تھا اور طوفان میں ڈوب کر مر گیا۔ تورات خاموش تھی۔ قرآن نے یہ فرو گزاشت ظاہر کر دی اور دکھا دیا کہ مؤلفین تورات کی جمع و تالیف کس پایہ کی ہے۔

(۳) واقعۂ طوفان کے بعد حضرت نوح کی توجہ کاروبار زراعت کی جانب مصروف ہوئی۔ انگور کا ایک باغ لگایا۔ شراب نکالی اور پی کر مست ہو گئے۔ گھر میں پہنچے تو نشہ کا عالم تھا۔ کپڑے اتار دئے اور سو رہے، حام نے اُن کو برہنہ دیکھ کر اپنے بھائیوں کو خبر دی۔ سام و یافث گئے اور برہنگی چھپا دی۔ بیدار ہونے پر جب حضرت نوح کو واقعہ معلوم ہوا تو کنعان کو بد دعا دی تورات نے اس بد دعا کے الفاظ بھی نقل کر دئے ہیں کہ "کنعان ملعون ہو، وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔ خداوند سام کا خدا مبارک، کنعان اُس کا غلام ہوگا۔ خدا یافث کو پھیلائے وہ سام کے ڈیروں میں رہے اور کنعان اس کا غلام ہو" (تکوین ۹-۲۵-۲۷) حام حضرت نوح کا بیٹا تھا (تکوین ۶-۱۰ و ۱۸ و ۱۰-۱) اور کنعان حام کا لڑکا تھا (تکوین ۱۰-۶ و ۹-۲۲) گستاخی کنعان سے نہیں بلکہ اُس کے باپ حام سے سرزد ہوئی تھی (تکوین ۹-۲۳ و ۲۵) لیکن تورات صاف کہہ رہی ہے کہ حضرت نوح اُس سے ذرا بھی نہ بولے، نہ ناراض ہوئے اظہار جلال ہوا بھی تو کنعان پر جو بالکل بے قصور تھا۔ اور جسے اس واقعہ سے براہ راست کچھ

Marfat.com

بھی تعلق نہ تھا۔ قرآن نے اس کہانی کا تذکرہ تک نہ کیا، اور خاموشی کی زبان میں بتادیا کہ سرے سے یہ مذکور ہی غلط ہے۔ بل کذبوا بمالم یحیطوا بہ علما۔

قرآن موعظت و عبرت ہے، اخلاق و آداب ہے البشیر ترقی و نذیر تنزل ہے لیکن تاریخ و تمثیل نہیں ہے۔ بااین ہمہ جو غلط واقعے مشہور ہو جاتے ہیں کبھی کبھی اُن کی تصحیح کر دیا کرتا ہے۔

حضرت نوح کا واقعہ بیان کر کے وہ بڑے دعوے سے اعلان کر رہا ہے:۔

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک، ماکنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا، فاصبر ان العاقبۃ للمتقین۔ (۱۱-۴۹)

یہ غیب کی چند خبریں ہیں، ہم ان کو بطریق وحی تم کو سناتے ہیں اس سے پیشتر تم اور تمہاری قوم کسی کو بھی اس کا علم نہ تھا اب صبر و ثبات کو شیوہ بناؤ۔ جو لوگ متقی ہیں انہیں کا انجام بخیر ہے۔

طوفان کیونکر آیا؟ مفسرین کی غالب اور عام رائے یہ ہے کہ کھانا پکانے کا ایک تنور تھا اُس سے طوفان کا چشمہ پھوٹا۔ لیکن اس خیال میں کوئی انداز مجاز یا تمثیل مضمر تھی جو نہیں سمجھی گئی۔

تورات کا بیان ہے کہ "جب نوح کی عمر چھ برس کی ہوئی، دوسرے مہینے کی سترھویں تاریخ کو اُسی روز بحر محیط کے تمام سوتے پھوٹ نکلے، آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں، اور چالیس شبانہ روز تک زمین پر مینہ کی جھڑی لگی رہی۔" (تکوین ۷-۱۱)

قرآن کریم نے بھی اسی حقیقت کی تائید کی ہے۔ سورۂ قمر میں ہے:۔

ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر۔ (۵۴-۱۱ و ۱۲)

ہم نے موسلا دھار مینہ سے آسمان کے دروازے کھول دئیے، زمین کے سوتے جاری کر دئیے آخر جو اندازہ مقرر ہوا تھا اُسی کے مطابق آسمان کے پانی مل گئے۔

بے شبہ فار التنور (تنور جوش میں آیا) کے الفاظ بھی قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ قدیم محاورۂ عرب میں "تنور" روئے زمین" کو کہتے تھے۔ حدیث میں ہے:۔

عن ابن عباس انہ قال فی قولہ "تنور نے جوش کھایا" کی تفسیر میں عبداللہ بن

Marfat.com

"وفار التنور" قال التنور وجہ الارض قال قیل لہ اذا رایت الماء علی وجہ الارض فارکب انت و من معک قال والعرب تسمی وجہ الارض تنور الارض لہ

عباس سے روایت ہے کہ "تنور" کے معنی روئے زمین کے ہیں۔ یعنی حضرت نوح کو حکم ہوا کہ جب دیکھو کہ روئے زمین پر پانی چڑھ گیا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ اہل عرب نے "روئے زمین" کا نام "تنور زمین" و زمین رکھ چھوڑا ہے۔

تورات کے موجودہ تراجم نے کشتی نوح کا مستقر کوہ اراراط کو قرار دیا ہے (تکوین ۸-۴) لیکن علامہ یاقوت حموی نے اصل زبان سے تورات کا جو لفظی ترجمہ پیش کیا ہے اس میں بجائے اراراط "جودی" مذکور ہے۔ (معجم البلدان طبع مصر۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۶۳) یہ پہاڑی (جودی) موصل کے علاقہ میں دریائے دجلہ کے مشرقی جانب واقع ہے اور یہی وہ علاقہ ہے جس کے مضافات میں قوم نوح آباد تھی۔ اصل میں "جودی" ایک گاؤں کا نام تھا (معجم البلدان۔ جلد ۳۔ صفحہ ۵)

لہ رواہ ابو جعفر قال حدثنی یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا هشیم قال اخبرنا العوام بن حوشب عن الضحاک عن ابن عباس انہ قال الخ، وبطریق اٰخر عن المنذر قال ثنا عمرو بن عوف قال اخبرنا هشیم عن العوام عن الضحاک بنحوہ۔ و بروایۃ اُخری عن ابی کریب و ابی السائب قالا ثنا ابن ادریس قال اخبرنا الشیبانی عن عکرمۃ فی قولہ وفار التنور قال وجہ الارض، وبروایتہ اُخری قال حدثنا زکریا بن یحیٰی بن ابی زائدۃ وسفیان بن وکیع قالا ثنا ابن ادریس عن الشیبانی عن عکرمۃ وفار التنور قال وجہ الارض۔

لہ سریانی و کلدانی زبان میں تورات کے جو نسخے ہیں اُن میں بھی سفینۂ نوح کا مستقر کوہ جودی مذکور ہے دائرۃ المعارف العربیہ کے مسیحی مؤلفین لکھتے ہیں کہ روایات اب تک اسی قول کی تائید میں ہیں کہ اس حادثہ کا مرکز یہی پہاڑی (جودی) تھی، بروسس جو اسکندر اعظم کا معاصر تھا اس کی بھی یہی رائے ہے کہ جودی کی چوٹی پر کشتی کے آثار بھی اس کو ملے تھے (دائرۃ المعارف۔ حرف جیم)

Marfat.com

اور پہاڑی کا وہ سلسلہ جو اُس گاؤں سے متصل تھا کوہ جودی کے نام سے مشہور تھا۔ اسی نواح میں قردا "ڈبازبدا" کی مشہور آبادیاں بھی تھیں وہاں یہ پہاڑی انہیں بستیوں کے نام سے موسوم تھی ابو حنیفہ دینوری نے اسی مناسبت سے کشتی نوح کا مستقر جبل قردا و بازبدا کو ٹھہرایا ہے (اخبار الطوال صفحہ ۳) اور ابن قتیبہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے (معارف صفحہ ۸) مشہور مسیحی مؤرخ گریگوری ابو الفرج ملطی نے ان سب کی تطبیق کر دی ہے کہ جبل کردا اور کوہ جودی دونوں ایک ہی ہیں (مختصر الدول صفحہ ۲۱) کوہ اراراط کا وسیع سلسلہ جا بجا مختلف ناموں سے مشہور تھا تورات کے موجودہ ترجمہ میں صرف پہاڑ کا اصلی نام بتا دینا کافی سمجھا گیا لیکن قرآن نے اُس پہاڑی چوٹی کی جگہ بھی بتا دی جہاں کشتی ٹھہری تھی۔

واقعہ نوح کی ذیل میں تعلیم الٰہی کے خاص خاص پہلو یہ ہیں :-

(۱) مادہ کی گوناگوں صورتگری جب کسی قوم کو خدا سے بالکل ہی غافل بنا دے قانون الٰہی کی حدود ٹوٹنے لگیں، طغیان و سرکشی عام ہو جائے۔ علم کی فراوانی حجاب اکبر کا کام دینے لگے۔ تمدن ضلالت کی جانب رہنمائی کرتا ہو، خدائے واحد کی پرستش سے اتنا بھی سروکار نہ ہو کہ اُس کی پرستش گاہوں کا ادب کیا جائے، تو ان حالتوں میں دعوت الی الحق فرض ہے۔ اس فرض کے ادا کرنے میں خواہ کیسی ہی بندشیں عائد ہوں زبان تقریر کو روکنے کے لئے مجرمانہ سازشوں کے نام سے قانون بنائے جائیں۔ لسان تحریر کو بند رکھنے کی غرض سے تعزیری ایکٹ پاس ہو، با ایں ہمہ ان بندشوں سے جو نتائج پیش آنے والے ہوں اُن کے اظہار سے خاموش نہ رہنا چاہیئے اور علانیہ کہہ دینا چاہیئے کہ اس گمراہی کا کیا حشر ہونے والا ہے۔

(۲) دعوۃ الی الحق کے لئے جو لوگ کمربستہ ہوں گے انہیں اس فرض ادا کرنے میں اپنی شان دار امتیازی حیثیت قائم کرنے کی فکر نہ ہونی چاہیئے کہ ارباب اقتدار کی نظروں میں درخور حاصل کر کے پہلے اپنی ممتاز پوزیشن قائم کر لیں پھر کام شروع کریں۔ یہ بے راہ روی کا طریقہ ہے اور ایسی خصوصیت کی تمنا خام خیالی ہے۔ داعی الی الحق کو بظاہر اُس کی کمزور پوزیشن پر طعنے دئے جائیں گے۔ تعریض ہو گی سب بے دقعتی کی جائے گی اُن کو جھوٹا کہا جائے گا ہنسی اڑائی جائے گی۔ وہ ان سب کو انگیز کر لیں گے اور اپنے فرض کو پورا کر کے رہیں گے۔

Marfat.com

(۳) داعی الی الحق کی جماعت کچھ ایسی وسیع نہ ہوگی۔ معمولی افراد اس کے شریک عمل ہونگے جو عام نظروں میں ذلیل ورذیل دکھائی دیں گے۔ اُن میں یہ بھی خصوصیت نہ ہوگی کہ جن مقتدر جباروں کی دعوت کرنی ہو اُن پر کچھ احسان کئے ہوں یا انہیں منت پذیر بنانے کے لئے چند دئے ہوں۔ رزولیوشن پاس کرائے ہوں، وہ اس طلسم فریب سے اپنے کام کو تقویت نہ دیں گے بلکہ نہایت صفائی اور سادگی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے اور جو کرنا ہوگا کر گزریں گے

(۴) دعوت الی الحق کے لئے صاف بیانی، تلخ گوئی، اور درشت گفتاری ناگزیر ہے البتہ صداقت کو تسلیم کرانے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) دعوت الی الحق حصول جاہ وکسب مناصب کا ذریعہ نہیں ہے کہ اس کے نام سے اچھے اچھے عہدے حاصل کئے جائیں۔ پبلک سروس میں نمایاں جگہیں ملیں۔ مال و دولت بڑھے۔ اس مقدس فرض کا معاوضہ دینے والا صرف خدا ہے۔ اجر یا اُجرت جو پیش نظر ہو اُسی سے طلب کرنی چاہیئے۔

(۶) جو لوگ .... داعی الی الحق کے شریک عمل ہوں اُن سے بے تعلقی و علیحدگی کے لئے خواہ کیسا ہی دباؤ ڈالا جائے مگر سختی سے انکار کر دینا چاہیئے۔

(۷) داعی الی الحق کے پاس نہ خدائی کے خزانے ہوں گے۔ نہ اس میں فرشتوں کی صفت ہوگی۔ نہ غیب داں ہوگا، انسان کی معمولی حیثیت رکھتا ہوگا اور اسی حالت میں بڑے بڑے جباروں کی حیثیت بگاڑ دینے کا الٹی میٹم دے گا۔

(۸) دعوۃ الی الحق کے لئے موقع ومحل کی تلاش بے سود ہے کہ مستبدین کی طبیعت جب حاضر دیکھ لیں اُس وقت تبلیغ کا کام شروع کریں۔ یہ موقع شناسی ضروری نہیں، ہر حالت میں کام کرتے رہنا چاہیئے اور اس شدت سے کرنا چاہیئے کہ دیکھنے والے گھبرا اٹھیں، سُننے والے تنگ آجائیں اور برملا کہنے لگیں کہ مقابلے کے لئے ہم تیار ہیں۔ جو کچھ کرنا ہو تم بھی کر دیکھو۔

(۹) نتیجہ ناکامیاب ہی کیوں نہ رہے استبداد میں خواہ کچھ بھی فرق نہ آئے۔ مگر دعوت الی الحق کی سرگرمی میں فرق نہ آنا چاہیئے جو لوگ دھمکی دے رہے ہوں کہ ہم نے تلوار

Marfat.com

سے فتوحات حاصل کئے ہیں۔ تلوار ہی کے زور سے اس کو قائم بھی رکھیں گے۔ اُن کو جواب دے دینا چاہیئے کہ خدا کو اختیار ہے، چاہے تم کو تباہ کر ڈالے یا زندہ رہنے دے، دعوۃ الی الحق کو ان امور سے تعلق نہیں ہے۔

(۱۰) دعوۃ الی الحق مشکوک و مشتبہ نظروں سے دیکھی جائے گی۔ اس کے داعیوں کو سخن ساز و مفتری کہا جائے گا۔ لیکن سلسلۂ سعی و تدبیر میں ان باتوں سے سستی نہ آنی چاہیئے البتہ اپنی پوزیشن کو واضح کر دینا چاہیئے۔

(۱۱) طغیان و جبروت کا انہماک دلوں اور دماغوں میں قبول حق کی صلاحیت باقی ہی نہیں رہنے دیتا ایسی طبیعتیں کبھی راہ راست پر نہیں آسکتیں، اُن سے کنارہ کش ہو جانا چاہیئے۔ قطع نظر کر لینی چاہیئے اور انہیں بالکل ہی بائیکاٹ کر دینا چاہیئے وہ ظالم ہیں ستم پیشہ ہیں، سیلاب فنا میں غرق ہو جائیں گے اُن کے متعلق کسی قسم کی گفتگو نہ کرو، اپنے بچاؤ کی آپ تدبیر نکالو۔ طوفان حوادث سے محفوظ رہنے کے لئے سفینۂ نجات بناؤ۔ اُس کے بنانے میں سرگرمی کے ساتھ لگے رہو اور خدا نے جو تعلیم دی ہے اُسی کے مطابق کام کرو۔

(۱۲) اس کام میں انہماک و سرگرمی کو دیکھ کر لوگ ہنسیں گے۔ ہنسنے دو، تمہیں اپنے کام سے کام ہے۔

(۱۳) حفاظت کا جو ذریعہ اختیار کیا جائے وہ صرف اپنے لئے مخصوص نہ ہونا چاہیئے بقدر گنجائش ارباب استبداد کے علاوہ جو عذاب الٰہی کے مستحق ہیں۔ ایک حد تک دیگر بندگان خدا کے لئے بھی سامان حفاظت بہم پہنچانا چاہیئے مگر اس کی نوعیتیں مختلف نہ ہوں۔ اور جامعۂ وحدت میں خلل نہ پڑے۔

(۱۴) جبّاروں سے بے تعلقی و بائیکاٹ میں قرابت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ ممنوع ہے، کوئی خاص عزیز ہی کیوں نہ ہو، نہایت اہم خصوصیت کیوں نہ ہو، مگر دائرہ حق و صدق سے جہاں باہر قدم نکالے کہ نباہی آئی۔ ایسے لوگ وہی ہیں جو عمل صالح اور حقیقی کیر یکٹر سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ کفار کی طرح اُن کا بھی بائیکاٹ کر دینا چاہیئے اُن پر رحم کرنا یا اُن کے حق میں سفارش کرنی جرم ہے اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

(۱۵) ظالموں اور جباروں کو ہدایت نہیں ہوا کرتی ۔ ذرھم فی طغیانھم یعمہون، اُن کی سرکشانہ ضلالت کچھ زمانے تک قائم رہے گی۔ کچھ مدت تک بندوں پر خدائی کرتے رہیں گے۔ آخر خدا کی حجت پوری ہو گی۔ اپنی روش تبدیل کرنے کے لئے انہیں متعدد موقعے دئے جائیں گے مگر اُن کے استبداد میں کیوں فرق آنے لگا۔ انجام کار سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ حکومت جاتی رہے گی سطوت و عزت فنا ہو جائے گی۔ نام و نشان تک مٹ جائیگا دنیا کی خدا کی پادشاہی قائم ہو گی اور پھر انہیں مظلوموں کو برکات الٰہی نصیب ہوں گے جن کی آزار رسانی میں ایک دنیا کو مزہ آرہا ہے۔

(۱۶) فنائے استبداد کے بعد مسلمان کامیاب ہوں گے، اُن پر خدا کی رحمت نازل ہو گی۔ زمانہ بھر کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے لیکن بعد کی نسلیں جب خدا کو بھول جائیں گی۔ جب امتطھا استبداد رنگ لائے گا۔ جب پھر عزم و ثبات و استقلال میں ضعف آنے لگے گا۔ تو اُن پر بھی تباہی آئے گی، کامیابی کے لئے صبر و ثبات و تقویٰ ایک لازمی چیز ہے جو قوم اس کی خوگر نہ ہو گی جس نے قدرت کو اپنے استقلال و انتقاد (اعلیٰ کیرکٹر) کا ثبوت نہ دیا ہو گا اُسے کامیابی کی توقع ہی نہ رکھنی چاہیئے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین ؟ (۳-۶ ۱۴)

کیا تم اس خیال میں ہو کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا جو تم سے جہاد کرنیوالے ہیں اور نہ اُن کا امتحان کیا جو ثابت قدم رہتے ہیں؟

یہ واقعات پیش آنیوالے ہیں اور ضرور پیش آنیوالے ہیں فارتقب حتی یاتی اللہ بامرہ۔ اس میں کامیابی مطلوب ہو تو سلسلہ عمل کی توسیع، صبر و ثبات کا اعتصام، اور تقویٰ وطہارت نفس کا تعود پیدا کرو۔

لیستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم ولیبدلنکم من بعد خوفکم امنا۔

★

Marfat.com

وقت است کہ وقت بر سر آید

کشف ساق سے قرآن کا مدعا کیا ہے؟

جس وقت کا کھٹکا تھا وہ وقت آگیا آخر قدرت کاملہ نے اسلام پر کفر کے غالب ہونے کے جو علامات بتائے تھے ایک ایک کر کے سب پورے ہو رہے ہیں۔ ارباب اقتدار ہم سے مداہنت کے خواہش مند ہیں اور ہم اُن کی غرض پوری کرتے ہیں۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں حلف اٹھاتے ہیں، قانون بناتے ہیں، مذہبی احترام کا پیغام سناتے ہیں کہ عبادت گاہیں قائم رہیں گی۔ عبادتیں قائم رہیں گی۔ شعائر اللہ قائم رہیں گے مگر کوئی ایک چیز بھی قائم نہیں رہنے پاتی۔ قول و قرار کرتے ہیں۔ ہر بار اُس کا اعادہ کرتے ہیں اور ہر موقعہ پہ اُس کو یاد دلاتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ یہ وعدے وفا ہونے والے نہیں، یہ عہد ٹوٹنے کے لئے باندھے گئے ہیں یہ قانون فسخ و ترمیم کے لئے بنا ہے یہ اعلان اخفائے حقیقت کے لئے ہوا ہے۔ اس اقرار سے ضرورت کے وقت انکار کی ادائیں بھی نکل سکتی ہیں، سب کچھ ہے مگر اس پر بھی ہم اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔ اُن کی بات مانتے ہیں اُن کا حکم مانتے ہیں۔ اُن کی اطاعت کرتے ہیں اور اُن کی خاطر سے حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ واقعات و حوادث کی جو لوگ صریح تکذیب کرتے ہوں۔ منع خیر پر آمادہ ہوں، تعدی و تطاول میں حد سے بڑھ گئے ہوں۔ احکام اسلام کو پرانے ڈھکوسلے سمجھ رہے ہوں۔ چاہتے ہوں کہ تمام دنیا پر انہیں کا تسلط بیٹھ جائے۔ سارا زمانہ انہیں کا حلقہ بگوش رہے اور تسلط و اقتدار کے دائرے سے کوئی غریب مسکین آبادی بھی مستثنےٰ نہ رہنے پائے، ایسے لوگوں کی اطاعت ممنوع ہے اور اگر ہم خود اس حکم کی اطاعت کریں گے تو ہمارا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو ان سرکشوں کا ہوگا خطرات فراہم ہو رہے ہیں۔ دل بندھ رہا ہے گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ مطلع مکدر ہا ہے کڑک اور کوندے کی پیشین گوئی سننے والے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ طوفان احساس کو

روکنے کے لئے آگ اور تلوار سے بند باندھے جا رہے ہیں۔ جذبات کا اظہار معصیت ہے، جرم ہے، گناہ ہے، اکبر الکبائر ہے، وہ پاک ہستیاں محل نقد میں کیونکر آسکتی ہیں جن کے رنگ روغن خون میں نہا نہا کے نکھرے ہیں وہ جو کہیں حق ہے، جو کریں عدل ہے، من حیث خرجت فول وجھک شطرہ ولا تکن اول کافر بہ۔

آنے والی خطرناک گھڑی کی ساعتیں کھل چکی ہیں۔ بصارتیں جھک گئی ہیں اب چہروں پر ذلت کا چھا رہنا باقی ہے۔ "سُن لیجئو کہ وہ بھی مساوات ہو گئی" یہ کوئی فرضی و حدس یا ظن و تخمین کی باتیں نہیں ہیں ان کی پیش خبری خود کلام الٰہی میں موجود ہے۔ سورۃ قلم میں ہے :-

فستبصر ویبصرون، بایکم المفتون؟ ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین۔

عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور یہ کفار بھی دیکھ لیں گے کہ تم دونوں فریقوں میں کون سا فریق مجنوط ہے؟ بیشک تمہارا پروردگار ہی اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اُس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں۔

فلا تطع المکذبین، ودوا لو تدھن فیدھنون، ولا تطع کل حلاف مھین، ھماز مشاء بنمیم، مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین سنسمہ علی الخرطوم۔

تم جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔ نہ اُن کے کہے میں آجانا۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم مداہنت کرو اور ڈھیل دو تو وہ بھی ملائم پڑ جائیں خبردار تم کسی ایسے کی اطاعت نہ کرنا اور نہ اُس کی بات ماننا جو بہت ساری قسمیں کھاتا ہے آبرو باختہ ہے، لوگوں پر آوازے کسا کرتا ہے، چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے لوگوں کو روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے، بدکار ہے، اکھڑ ہے اور ان عیوب کے علاوہ بد اصل بھی ہے اس بنا پر کہ وہ مال و اولاد والا ہے جب ہماری آیتیں اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ "یہ تو اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں" اچھا دیکھو تو! ہم عنقریب اس کے ناکڑسے پر داغ لگائیں گے۔

Marfat.com

انا بلونا هم کما بلونا اصحاب الجنة اذا قسموا: لیصرمنها مصبحین، ولا یستثنون فطاف علیها طائف من ربك وهم نائمون، فاصبحت کالصریم۔

جس طرح ہم نے ایک باغ والوں کو آزمایا تھا اسی طرح ہم نے ان کافروں کی بھی آزمائش کی ہے اُن باغ والوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ "صبح ہوتے ہی ہم اُس کے میوے ضرور توڑ لیں گے اور اس میں کوئی استثنا بھی نہ ہونے پائے گا۔" وہ سوتے کے سوتے ہی رہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے باغ پر ایک ایسی بلا چھا گئی کہ صبح ہوتے ہوتے وہ بالکل ہی خالی رہ گیا۔ جیسے کوئی سارے میوے توڑ لے گیا ہو۔

فتنادوا مصبحین، ان اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین فانطلقوا وهم یتخافتون ان لا یدخلنها الیوم علیکم مسکین۔

سویرے جب وہ لوگ اُٹھے تو ایک دوسرے کو آواز دی کہ "تم کو میوے توڑنے ہیں تو اٹھو اتڑکے سے باغ میں جا پہنچو" لوگ اُٹھے اور چل کھڑے ہوئے آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ "دیکھنا! آج کوئی غریب آدمی باغ کے اندر نہ آنے پائے۔"

وغدوا علی حرد قادرین فلما راوها، قالوا: انا لضالون، بل نحن محرومون قال اوسطهم الم اقل لکم لولا تسبحون؟ قالوا سبحان ربنا انا کنا ظالمین۔

غرض یہ سمجھ کر بس اب جاتے ہی سارے میوے توڑ لیں گے ساز و سامان سے چلے اور سویرے پہنچ گئے باغ کو جب دیکھا کہ اجڑا پڑا ہے تو کہنے لگے کہ "معلوم ہوتا ہے ہم راستہ بھول گئے، نہیں راستہ تو یہی ہے ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی" آخر اُن میں جو شخص سب سے اچھا تھا اُس نے کہا کہ "میں تم سے کہتا نہ تھا کہ خدا کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے؟" ناچار سب کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ ہمیں ظالم تھے۔"

فاقبل بعضهم علی بعض

یہ سب کچھ ہو چکا تو اُن میں ہر ایک شخص دوسرے

Marfat.com

يتلاومون، قالوا يا ويلنا انا كنا طاغين، عسى ربنا ان يبدلنا خيرا منها انا الى ربنا راغبون

کے منہ پر ملامت کرنے لگا کہ افسوس! ہمیں حد سے بڑھ گئے تھے شاید ہمارا پروردگار اس کے بدلے کوئی اس سے اچھا باغ ہم کو عنایت کرے اب ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

كذلك العذاب، ولعذاب الآخرة اكبر لو كانوا يعلمون۔

ظالموں پر ایسا ہی عذاب اترتا ہے اور انجام کا جو عذاب نازل ہونیوالا ہے اگر اس کی حقیقت جان لیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اس سے بھی بڑا اور بہت بڑا عذاب ہے۔

ان للمتقين عند ربهم جنات النعيم۔ افنجعل المسلمين كالمجرمين؟ مالكم كيف تحكمون؟ ام لكم كتاب فيه تدرسون ان لكم فيه لما تخيرون؟ ام لكم ايمان علينا بالغة الى يوم القيامة ان لكم لما تحكمون؟ سلهم ايهم بذلك زعيم؟ ام لهم شركاء فلياتوا بشركائهم ان كانوا صادقين

جن لوگوں میں تقویٰ (اسلامی کیرکٹر) ہے ان لوگوں کے لئے بیشک اُن کے پروردگار کے پاس نعمت اور برکت والے باغ ہیں کیا ہم مسلمانوں کو گنہگاروں کے برابر کر دیں گے؟ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ کیسے حکم لگایا کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ جو تم پسند کروگے وہی تمہیں ملے گا؟ یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو روز قیامت تک چلی جائیں گی کہ تم جس چیز کی فرمائش کروگے وہی تمہارے لئے موجود کر دی جائے گی؟ ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں کون اس کا ذمہ دار ہے؟ کیا ان لوگوں کے اور بھی شریک خدا ہیں؟ اگر ہیں اور یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو لائیں حاضر کریں؟

يوم يكشف عن ساق ويدعون الى السجود فلا يستطيعون، خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة

وہ دن آنیوالا ہے جبکہ ساق کھلے گی اور ان لوگوں کو سرفگندگی کی دعوت دیجائے گی، مگر اُس وقت ان میں اتنی قدرت، واستطاعت کہاں؟ ان کی آنکھیں جھکی ہونگی صورتوں پر ذلت چھا رہی ہوگی

Marfat.com

وقد كانوا يدعون الى
السجود وهم سالمون
فذرني ومن يكذب بهذا
الحديث، سنستدرجهم
من حيث لا يعلمون، و
املي لهم ان كيدي متين
ام تسالهم اجراً فهم من
مغرم مثقلون؟ ام عندهم
الغيب فهم يكتبون؟
فاصبر لحكم ربك ولا تكن
كصاحب الحوت، اذ نادى
وهو مكظوم، لولا ان تداركه
نعمة من ربه لنبذ بالعراء
وهو مذموم، فاجتباه
ربه فجعله من الصالحين۔

(۶۸ - ۲ - ۲۷)

یہ وہی لوگ ہیں کہ پہلے جب انہیں سر جھکانے کو کہا جاتا تھا تو اُس وقت یہ اچھے خاصے صحیح و سالم تھے۔

ہم کو اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں اپنے اپنے حال پر رہنے دو۔ ہم اس طرح پر کہ انہیں خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ ان کو گھسیٹتے اور ڈھیل دیتے چلے جا رہے ہیں بیشک ہماری تدبیر نہایت پختہ و محکم ہے یہ بات کیا ہے؟ یہ اس قدر سرگراں کیوں ہیں؟ کیا تم ان سے کسی بات کی اُجرت مانگتے ہو کہ اُس کے تاوان سے یہ دبے جا رہے ہیں؟ یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں اور یہ اُن کو لکھ لیا کرتے ہیں؟ بہر حال تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں ثابت قدم بنے بیٹھے رہو اور اُس مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے مغموم ہو کر خدا کو آواز دی تھی، پروردگار عالم کا فضل و کرم اگر اس کی دستگیری نہ کرتے ہوتا تو بڑے بڑے حالوں فضائے زمین پر پھینکا ہوا پڑا رہتا۔ لیکن پروردگار کو بندہ نوازی منظور تھی۔ اُس نے نوازش کی اور پھر اپنے صالح بندوں میں (جو نیک و بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں) اُس کو شامل کر لیا۔

(۱)

کشف ساق (پنڈلی کھولنے) کی تشریح کیفیت کیا ہے؟ روایت میں ہے۔

(۱) قیامت کے دن مخلوقات کے روبرو خدا متمثل ہوگا۔ مسلمان سامنے سے گزریں گے سوال ہوگا۔ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کہیں گے خدا کی، خطاب ہوگا۔ تم خدا کو پہچانتے ہو؟ کہیں گے پہچنوائے گا تو کیوں نہ پہچانیں گے، یہ سن کر خدا اپنی ساق کھول دے گا۔ جتنے مسلمان

Marfat.com

ہوں گے دیکھتے ہی سجدے میں سر جھکا دیں گے منافقین کا گروہ سر جھکانا چاہے گا تو پیٹھ سخت ہو جائے گی۔ یہ فرق امتیازی مسلمانوں کو منافقوں سے متمائز کر دے گا[1]

(۲) قیامت کے دن کفار و مشرکین کے روبرو ان کے بت لائے جائیں گے کہ دیکھو تم انہیں کو پوجتے تھے اب انہیں کے ساتھ جاؤ دوزخ میں جاؤ۔ پھر مسلمانوں کی نوبت آئے گی خدا اپنی ساق ان کے لئے کھول دے گا سب کے سر جھک جائیں گے منافقین سجدہ نہ کر سکیں گے اس لئے جہنم میں گھر لبائیں گے[2]

(۳) اہل قیامت خدا کے روبرو چالیس برس تک ٹکٹکی باندھے کھڑے رہیں گے برہنہ سر برہنہ پا، برہنہ جسم، غرق عرق، چالیس برس تک اسی عالم میں رہیں گے مگر کوئی بات نہ کرے گا۔ آخر میں خدا کی ساق کھل جائے گی۔ اور پیشانیاں دفعتہً سجود ہو جائیں گی[3]

(۴) قیامت میں منادی ہو گی کہ ہر گروہ اپنے اپنے سرگروہ کے ساتھ ہو لے بت پرست بتوں کے ساتھ، باطل پرست اپنے اپنے بے حقیقت پیشواؤں اور دیوتاؤں کے ساتھ ہو لیں گے اور سب آگ میں جھونکے جائیں گے۔ خاصان بارگاہ جب باقی رہیں گے تو خدا اپنی صورت بدل دیگا۔ ساق کھل جائے گی اور منافقین کے علاوہ تمام اہل اسلام سربسجود ہو جائیں گے[4]

---

[1] محمد بن بشار قال ثنا سفیان عن سلمة بن کهیل قال ثنا ابو الزعراء عن عبد الله قال یتمثل الله للخلق یوم القیامة الخ

[2] یحیی بن طلحة الیربوعی قال ثنا شریک عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن عبد الله بن مسعود قال الخ [3] ابو کریب قال ثنا الاعمش عن المنهال بن قیس بن سکن قال حدث عبد الله وهو عند عمر یوم یقوم الناس لرب العالمین قال الخ

[4] موسی بن عبد الرحمن المسروقی قال ثنا جعفر بن عون قال ثنا هشام بن سعد قال ثنا زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیامة الخ۔

وهذه الروایات بعضها واهیة وبعضها من ضعاف الاخبار، لا یثبت منها حقیقة ولا یسمن ولا یغنی من جوع، وقد اکتفینا علی سرد مصادرها حاذفا للفضول والله یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

انہیں روایتوں میں اُس عجیب غریب پل (صراط) کا تذکرہ بھی ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا ہوگا۔ جہنم کے زبانے شرر افشاری کر رہے ہوں گے۔ آگ کا دریا لہریں مار رہا ہوگا۔ یہ پل اسی کے وسط میں ہوگا۔ جس کو عبور کرنے پر باغ بہشت کی نضائیں کی تاریکی قیامت کی محیط ہو گی۔ اس عالم میں پل پر سے گزرنا پڑے گا جو ایمان دار ہوں گے، وہ تو انوار الٰہیہ کی روشنی میں اس مسافت کو طے کریں گے مگر اہل کفر کے لئے روشنی کہاں؟ من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور، بیچارے پل پر سے کٹ کٹ کے گریں گے اور دوزخ میں پڑ رہیں گے۔

اسلام کے علمی زمانے میں ان روایتوں کے احذ ورد میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ لیکن جب روایتیں ہی سرے سے مقطوع الاسانید ہوں۔ منختم الوضع ہوں، بدیہی البطلان ہوں۔ صدوق و ثقہ رواۃ نہ رکھتی ہوں، تو اُن کو روایت سمجھنا اور اُن سے استدلال کرنا ہی غلط ہے خوش فہیموں کو اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے اگر انہیں روایتوں کا سہارا ہے تو اہل نظر کو جواب دینا کیا ضرور ہے؟

گو تو خوش باش کہ ما گوش بہ احمق نہ کنیم

(۲)

کشف ساق کے الفاظ ادبیات عرب میں کس معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں؟ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے پہلے دو خاص مقدمے ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔

(۱) ہر زمانے، ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان کے خاص خاص محاورے ہوتے ہیں۔ روحانیت کے ساتھ کمال اتصال کو تورات کے محاورے میں خدا سے لڑنے اور کشتی کرنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن ترحم و اشفاق کو آسمان کا رونا کہتا ہے۔ اُردو میں انکار کے لئے کانوں پر ہاتھ رکھنا مستعمل ہے۔ حریفوں کو پامال کرنے کے لئے ایران کے قدیم محاورے میں "دشمن گزائی" کا استعمال تھا۔ اعتلاء و اقدام کے لئے "بازو برافراختن" کہتے تھے، ونحو ذالک ان سب میں محاورے کے اطلاق کو دیکھتے تھے الفاظ کے اصلی معنی سے بحث نہ تھی۔

(۲) اسلوب تعبیر کی دو حیثیتیں ہیں (الف) حقیقت (ب) مجاز۔ محل حقیقت و مجاز میں

Marfat.com

مختلف مناسبتیں ہوا کرتی ہیں جن سے ایک ہی لفظ جو پہلے کسی اور معنی کے لئے مستعمل تھا۔ اب ایک جداگانہ معنی میں استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم ایک خاص مقام پر کہہ رہا ہے :۔

مایکون من نجوی ثلاثۃ الاھو	جہاں کہیں تین شخص گرم راز و نیاز ہوں۔ وہاں اُن کا
رابعھم ولا خمسۃ الاھو سادسھم	چوتھا خدا ہے پانچ ہوں تو اُن کا چھٹا شریک خدا ہے
ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا	اس سے کم یا زیادہ جس تعداد میں بھی ہوں خدا
ھو معھم (۵۸-۲۶)	اُن کے ساتھ ہے۔

یہ حقیقت اس مجاز سے وابستہ تھی کہ تین ہم صحبتوں کا چوتھا شریک اور پانچ شرکائے مجلس کا چھٹا جلیس اُن کے مکالمہ سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُن کی راز داریاں اس پر منکشف ہو سکتی ہیں۔ اور وہ ان کے خفایائے امور کو سن اور سمجھ سکتا ہے آیت کا بھی یہی مدعا تھا اور اس کے لئے اس سے بہتر اسلوب ممکن نہ تھا۔

ایک دوسری آیت میں ہے :۔

واعلموا ان اللہ یحول بین	خوب جان رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے مابین
المرء وقلبہ (۹-۳۶)	خدا حائل ہو جایا کرتا ہے۔

دل اور جسم کے مابین حائل ہونے والے سے بڑھ کر اور کون ہے جسے مخفی نیتوں کا حال معلوم ہو سکے؟ یہاں بھی جناب الٰہی کی یہی غرض تھی۔ لہذا حقیقت اس مجاز کے لباس میں نمودار ہوئی۔

ایک اور موقع پر ہے :۔

واللہ لا یستحیی من الحق (۳۳-۶۹) خدا کو اظہار حق میں کوئی شرم نہیں۔

شرم (حیا) کی حقیقت یہ ہے کہ طبیعت میں ایک ایسا انکسار و انفعال پیدا ہو کہ ارتکاب قبائح سے نفس کو روک دے، ظاہر ہے کہ شان الوہیت اس حقیقت سے نہایت ارفع ہے لیکن تجوز کے لئے یہاں ایک مجازی مناسبت موجود تھی یعنی شرمیلی طبیعتیں جس چیز سے حیا کرتی ہیں اُس کو ترک کر دیا کرتی ہیں۔ اس طرح تعبیر کو لے کہ قرآن نے بتایا کہ شرم کرنے والے تو شرم کی بات کو ترک کر دیتے ہیں، مگر خدا کی بارگاہ اس سے بہت پرے ہے وہاں حقیقت حیا کی سمائی نہیں کہ حیا کرنے والوں کی طرح وہ بھی اظہار حق کو چھوڑ بیٹھے۔

Marfat.com

ایک مشہور آیت ہے :-

الرحمٰن علی العرش استویٰ (۲۰-۶)   خدا تخت پر کھڑا ہوا۔

کھڑا ہونے (استواء) کی حقیقت میں استیلاء کا مجاز مضمر تھا۔ اب بھی محاورے میں کہتے ہیں :- بلغاریہ کا تخت متزلزل ہو گیا۔ یعنی اس کے استیلاء میں ضعف آ گیا پہلی صدی کا ایک عرب شاعر کہتا ہے :-

قد استوی بشر علی العراق   من غیر سیف ودم مہراق

عہد اموی کا رکن سلطنت (امیر بشر) عراق کے تخت پر کھڑا ہو گیا۔   بغیر اس کے کہ تلوار چلائے یا خون بہائے۔

قرآن کو بھی یہ حقیقت اسی مجاز کے اسلوب میں نمایاں کرنی تھی۔

سورۂ رحمان کی ہیبت ناک وعید ہے :-

سنفرغ لکم ایھا الثقلان   اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہارے لئے خالی ہو کر فراغت کیا چاہتے ہیں۔

فارغ ہونے اور خالی ہو بیٹھنے کی حقیقت اس مجاز نے منفتح کر دی کہ جن لوگوں کے مشاغل کثیر ہوتے ہیں وہ کوئی خاص مہتم بالشان کام کرنا چاہیں تو اس مشغولیت کے عالم میں خاطر خواہ نہ کر سکیں گے، اس کے لئے انہیں ایک مخصوص وقت نکالنا ہو گا مفہوم کو دلنشین بنانے کے لئے قرآن کریم نے بھی اس تجویز کو لے لیا کہ لوگو! خبردار رہو! تمہارا احساب کرنے کے لئے ہم عنقریب ایک خالی وقت نکالنے کو ہیں کہ اچھی طرح محاسبہ ہو اور کافی امتحان و اختیار ہو جائے۔

(۳۳)

کشف ساق سے مراد کیا ہے؟ علامہ ابن جریر اس کا جواب دیتے ہیں :-

قال جماعۃ من الصحابۃ و التابعین من اھل التاویل یبدو من امر شدید وکان   مفسرین صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ آیت "وہ دن جب ساق کھلے گی" کے معنی یہ ہیں کہ امر شدید ظاہر ہو گا۔ عبداللہ بن عباس اس کی

Marfat.com

ابن عباس یقول کان اهل الجاهلیة یقولون کشفت الحرب عن ساق [1] ......وعن عکرمة فی قوله یکشف عن ساق: قال هو یوم کرب، وذکر عن ابن عباس انه کان یقرء ذلک: یوم نکشف عن ساق، بمعنی یوم تکشف القیامة عن شدة شدیدة والعرب تقول کشفت هذا الامر عن ساق اذا صار الی شدة [2]

مثال میں کہا کرتے تھے: "عہد جاہلیت کا محاورہ تھا کہ جنگ نے اپنی ساق سے ازار کو اٹھا لیا" یعنی پوری طرح لڑائی چھڑ گئی...... عکرمہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی روایت ہے کہ وہ دن کرب وسختی کا دن ہوگا ابن عباس اس آیت کو یوں بھی پڑھتے تھے کہ "وہ دن جب ہم ساق کھول دیں گے" یعنی بڑی سختی برپا کریں گے۔ جب کوئی بات نہایت سخت ہو جاتی ہے تو اہل عرب کہتے ہیں "اس بات کی ساق کھل گئی"

عز بن عبد السلام لکھتے ہیں:-

هو مجاز عن مبالغته فی حساب اعدائه واهانتهم وخزیهم وعقوبتهم، فان العرب یقولون لکل من جد فی امر وبالغ فیه کشف عن ساقه، واصله ان من جد فی عمل من الاعمال حرب اوغیرها، فانه یشمر ازاره عن ساقه کیلا یعوقه عن جده وسرعة حرکته فیما جد فیه [3]

آیت کے معنی مجازی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ دشمنان خدا کے محاسبہ وتذلیل ورسوائی وتعذیب میں مبالغہ ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی کام میں نہایت مبالغے کے ساتھ کوشش کرتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں "اس نے اپنی ساق کھول دی" اس کی اصلیت یوں ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے کام میں سرگرم ہوتا ہے خواہ جنگ ہو یا کوئی اور کام ہو، تو ازار کو اوپر چڑھا لیتا ہے کہ تیزی وسرگرمی کے ساتھ جو کام کرنا چاہتا ہے اس میں حرج واقع نہ ہو۔

؎۱ تفسیر ابن جریر۔ ج ۲۹۔ ص ۲۱

؎۲ ابن جریر۔ ص ۲۲

؎۳ الاشارۃ الی الایجاز فی بعض انواع المجاز طبع قسطنطنیہ سنہ ۱۳۱۳ھ۔ ص ۱۱

Marfat.com

اس تشریح نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ حدیث میں دامن جھاڑتے ہوئے چلنے کی نسبت جو وعید وارد ہے کہ: من جرازارہ بالخیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ (جو شخص غرور و تکبر سے تہ بند کے دامن جھاڑتے ہوئے چلے گا۔ قیامت میں خدا اُس کی جانب ملتفت نہ ہوگا) کا مفہوم اس ممانعت ہی پر حاوی نہیں ہے کہ تہ بند یا عبائیں یا پاجامے اس قدر نیچے نہ پہننے چاہئیں کہ موریاں قدم تک کو چھپالیں اور زمین پہ لوٹتی چلیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ مدعا بھی مضمر ہے کہ مسلمان کو مغرور نہ ہونا چاہیئے اور نہ فرط غرور سے اُس کے لئے غافل رہنا زیبا ہے، خدا کتنی ہی دولت دے، کیسی ہی ثروت ملے، کتنی کچھ منزلت بلند ہو، مگر اُس کو ہر حال میں ہوشیار رہنا لازم ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں مشکلیں پیش آنے والی ہوں وہ اُن کے حل کرنے کے لئے پہلے سے آمادہ و مستعد رہے۔ عہد جاہلیت کے مشہور سخن سنج (دربد بن الصمہ) کے کلام میں یہی مفہوم مخفی ہے:۔

کمیش الازار خارج نصف ساقہ

ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اہل عرب جن کو ارتداد گوارا تھا، ترکِ ملک و مال گوارا تھا۔ درۂ عمریہ کا مقابلہ گوارا تھا۔ مگر تہ بند کا ٹخنے کے اوپر رکھنا گوارا نہ تھا۔ وہ نصف ساق کے تہ بند پہنتے رہے ہوں گے؟

(۴)

مزید تشریح کے لئے مسئلے کو یوں سمجھنا چاہیئے:۔

(الف) بے شبہ خدا کے ساق نہیں ہے، لیکن جنگ کے بھی تو ساق نہیں ہے۔ با ایں ہمہ اہل عرب کہتے ہیں:۔

کشف لھم عن ساقھا — وبدا من الشر الصراح

(جنگ نے اُن لوگوں کے روبرو اپنی ساق کھول دی اور صاف و صریح خطرہ نمایاں ہوگیا)

(ب) خطرے کے دانت بھی نہیں ہوتے، مگر ادبیات عرب کا مشہور و معروف شعر ہے

قوم اذا الشر ابدی ناجذیہ لھم — طاروا الیہ زرافات ووحدانا

(یہ وہ لوگ ہیں کہ جہاں خطرے نے انہیں اپنے دانت دکھائے کہ اُس کی جانب دو دو ایک ایک

Marfat.com

کرکے اُڑ چلے)

(ج) موت کے ناخن بھی تو نہیں ہوتے، مگر ابو ذیب ہذلی کہتا ہے:-

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا　　　الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

(موت نے جہاں اپنے ناخن مارے کہ پھر تم کسی ٹونے ٹوٹکے کو سود مند نہ پاؤ گے)

(د) نرمی و نرم دلی (ذلت) کے بھی تو پر نہیں ہوتے جسے نیچے لاسکیں یا اوپر اٹھا سکیں۔ مگر اس آیت میں ہے:-

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ (۱۷-۲۴)　　　ماں باپ کے لئے مہربانی کے ساتھ نرمی و ملائمت کے پر نیچے کرو یعنی بچھا دو۔

(ہ) قرآن کے ہاتھ بھی تو نہیں ہیں۔ مگر قرآن خود کہہ رہا ہے:-

مصدقا لما بین یدیہ　　　قرآن کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں جو چیز ہے یعنی توریت و انجیل جو اس کے روبرو ہے، وہ اس کی تصدیق کر رہا ہے۔

(و) کفر بھی تو ہاتھ نہیں رکھتا، مگر اُس کے تذکرے میں ہے:-

ذلک بما قدمت یداک　　　یہ کیفیت تیرے دونوں ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے

(ذ) عذاب بھی تو کوئی مجسم ہیکل نہیں ہے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں ہوں۔ مگر قرآن کا بیان ہے

انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔　　　سخت عذاب کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پڑنے سے میں تم کو ڈراتا ہوں۔

(ح) ملکیت رکھنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جن کے داہنے ہاتھ کٹے ہوں ہوں یا سرے سے بنے ہی نہ ہوں۔ خدا یہ سب کچھ جانتا ہے اور پھر بھی کہتا ہے۔

او ما ملکت ایمانکم　　　یا وہ جن کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اُردو زبان کے ایک شاعر کے لئے جب یہ ادبی معذرت قابل پذیرائی ہے کہ:-

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو　　　بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام　　　چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

Marfat.com

يقول التفت الدنيا بالاخرة ، و
ذلك شان الدنيا والاخرة
الم تسمع انه يقول :- الى ربك
يومئذ المساق [١] ؟

اس دنیا و آخرت میں تصادم ہوگا۔ اور دنیا و آخرت
کا یہی حال بھی ہے اس مطلب کی تائید کیا تم نے
آیت کا یہ جزو نہیں سنا کہ "وہی روز ہوگا کہ
تمہیں اپنے پروردگار کے حضور میں چلنا ہوگا"؟

التفات ساق کی دوسری تاویلیں بھی کی گئی ہیں مگر ابن جریر کی نقاد نظر میں یہ سب مجروح ہیں، لکھتے ہیں :-

اولی الاقوال فی ذلك بالصحة
عندی قول من قال : معنی ذلك
والتفت ساق الدنيا بساق الاخرة
وذلك شدة كرب الموت بشدة
هول المطلع ، والذی يدل علی ان
ذلك تاويله قوله : الی ربك يومئذ
المساق ، والعرب تقول لكل امر
اشتد :- قد شمر عن ساقه وكشف
عن ساقه ... عنی بقوله التفت
الساق بالساق : التصقت احدی
الشدتين بالاخری كما يقال
للمرأة اذا التصقت احدی
فخذيه بالاخری لفاء [٢]

میرے نزدیک اس باب میں بہتر و صحیح قول اُن مفسرین
کا ہے جو آیت کے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا کی
ساق آخرت کی ساق سے مل جائے گی مطلب
یہ ہے کہ موت کی شدت و کرب ہول مطلع
کی شدت سے دوچار ہوگی۔ اس مفہوم کی دلیل
خود اسی آیت کا پچھلا جزو ہے "اس دن تجھے
اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا۔" خطرہ
جب بڑھ جاتا ہے اور بات سخت ہو جاتی ہے
تو اہل عرب کہتے ہیں "فلاں امر کی ساق سے دامن
اُٹھ گیا" یا اس کی ساق کھل گئی"... آیت میں
ایک ساق کے دوسری ساق سے مل جانے کے
معنی یہ ہوں گے کہ ایک سختی دوسری طرح کی
شدت سے پیوستہ ہوگئی جس طرح کسی عورت
کی ایک ران دوسری ران سے پیوستہ ہوگئی ہو تو اسے لفاء (باہم پیوستہ ہوجانیوالی) کہتے ہیں۔

---

[١] محمد بن سعد قال ثنی ابی قال ثنی ابی عن ابيه عن ابن عباس الخ

[٢] ابن جرير- ج ٢٩- ص ١٠٧-

Marfat.com

(ج) سورۂ نمل میں جہاں ملکۂ سبا کو خطاب کیا گیا ہے :-

قیل لہا ادخلی الصرح فلما راتہ حسبتہ لجۃ وکشفت عن ساقیہا قال انہ صرح ممرد من قواریر (۲۷-۳۶)	ملکہ سبا سے کہا گیا کہ محل کے اندر آؤ، اس نے محل کو دیکھا تو پانی سمجھی۔ اس خیال سے اپنی دونوں پنڈلیاں اُس نے کھول دیں، سلیمان نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو شیشں محل ہے۔

اس آیت میں کشف ساق کے معنی عام مفسرین نے پنڈلی کھولنے کے لئے ہیں مگر امام رازی نے تبعاً دو تین باتیں اور بھی بیان کی ہیں، فرماتے ہیں :-

(۱) انما فعل ذلک لیزیدھا استعظاماً لامرہ......	(۱) حضرت سلیمان نے شیش محل اس لئے بنوایا تھا۔ کہ ملکہ سبا کی نظر میں اُن کی عظمت بڑھ جائے
(۲) کان المقصود من الصرح تھویل المجلس وتعظیمہ	(۲) تعمیر محل سے مجلس کو خوفناک و باعظمت دکھانا مقصود تھا۔
(۳) حسبت ان سلیمان علیہ السلام یغرقھا فی اللجۃ لہ	(۳) ملکہ سبا سمجھی کہ حضرت سلیمان اُس کو پانی میں غرق کیا چاہتے ہیں۔

یہ تاویلیں اگر صحیح ہیں تو ان کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ حضرت سلیمان (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ملکہ سبا کو مرعوب کرنے اور اُس کے دل پر اپنی ہیبت و عظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے شیش محل تعمیر کرایا ہوگا۔ ملکہ سبا اُسے دیکھ کر پانی سمجھی اور خیال کیا کہ سلیمان نے بدعہدی کی۔ یہاں بلا کر تو مجھے غرق کیا چاہتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی ساق کھول دی۔ یعنی غیظ میں آگئی، گھبرا اُٹھی، ناراضی و ناخوشی بڑھ گئی۔ سخت ہو گئی۔ خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت سلیمان نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا : یہ پانی کا تموج نہیں ہے شیش محل کا سراب ہے۔ ملکہ یہ سُن کر پچھتائی۔ اپنی بدگمانی سے پشیمان ہوئی اور کہا :

رب انی ظلمت نفسی واسلمت	میرے پروردگار! میں نے (یہ بدگمانی کر کے)

لہ تفسیر کبیر۔ ج ۵۔ ص ۸۹۔

Marfat.com

مع سلیمان للہ رب العالمین (۲۷ - ۳۷)	اپنی جان پر ظلم کیا، اب میں سلیمان کے ساتھ ہو کر رب العالمین کے لئے مسلمان ہوتی ہوں۔

یہ مطلب اگر صحیح ہے تو حضرت سلیمان پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے کیوں ایسی ترکیب کی کہ ایک پرائی عورت اپنی پنڈلیاں کھول دے اور وہ اُسے دیکھیں؟ جب ایراد ہی رفع ہو گیا تو جواب دینے کے لئے کسی تاویل کی کیا حاجت؟

(۶)

گذشتہ مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

(الف) قرآن کریم نے پنڈلی کے معنی میں ساق کا لفظ کہیں بھی استعمال نہیں کیا ہے۔

(ب) قرآن کریم میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے قطعی ثبوت مل سکے کہ یوم یکشف عن ساق (وہ دن جب ساق کھلے گی) اسے خدا کی ساق کا کھلنا مراد ہے۔

رہی بخاری کی مشہور حدیث :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد لہ کل مومن ومؤمنۃ، ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء وسمعۃ فیذھب لیسجد فیعود ظھرہ طبقا واحدا[1]	ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ ہمارا ایزد دوم گار اپنی ساق کھول دے گا۔ جتنے مسلمان مرد عورتیں ہوں گی سب کی سب سجدے میں گر پڑیں گی۔ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدے کیا کرتے تھے۔ وہ اُس وقت سجدہ کرنے چلیں گے تو اُن کی پیٹھ ایک تختہ ہو جائے گی۔

---

[1] اخرجہ البخاری عن ابی سعید قال سمعت الخ وھذا الحدیث عندھم من طرق فی الصحیحین ولہ الفاظ فی بعضھا طول، وھو حدیث مشھور معروف وعلی کل ذلک فھو لا یجوّز تجسیم نانہ تعالیٰ شانہ عما یقولون، وللہ فی خلقہ شئون، واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

Marfat.com

تو قطع نظر دیگر مباحث کے جو توجیہ و تفسیر قرآن کریم کی آیات کی کیجاتی ہے ضرور ہے کہ وہی اس حدیث کی بھی کی جائے۔ نظام نیشاپوری کی اُس لطیف توجیہ کو بھی پیش نظر رکھئے جس میں وہ لکھتے ہیں :۔

معناه يوم يشتد الامر ويتفاقم ولا كشف ثمة ولا ساق، كما تقول للاقطع الشحيح: يده مغلولة ولا يد ثمة ولا غل وانما هو مثل في البخل.... وقال ابو سعيد الضرير ساق الشئ اصله الذي به قوامه، كساق الشجر وساق الانسان، فمعنى الاية يوم تظهر حقائق الاشياء و اصولها [۱]

آیت کے معنی یہ ہیں کہ اُس دن صورت معاملہ نہایت سخت و شدید و دشوار ہو جائے گی، ورنہ اصل میں نہ تو وہاں ساق کھلنے کا شائبہ ہے اور نہ ساق ہی ہے کہ کھلی یا ڈھنکی رکھی جائے۔ مثلاً ایک بخیل کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں تم اُسے کہو گے کہ "اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں" حالانکہ نہ وہاں ہاتھ ہیں اور نہ بندش ہے بلکہ دراصل یہ ایک مثل ہے جس سے اظہار بخل منظور ہوتا ہے..... ابو سعید ضریر کہتے ہیں: ساق شے وہ ہے جس سے کسی چیز کا قوام وابستہ ہو، جیسے ساق درخت، ساق انسان، اس بنا پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اُس دن اشیا کی حقیقتیں اور اصلیتیں ظاہر ہوں گی۔

(۷)

یہ جو کچھ پیش آتا ہے دنیا ہی میں پیش آئے گا۔ قیامت سے ان واقعات کو تعلق نہیں ہے، قیامت تک تو وہ دن ہے کہ کسی کو کسی بات کی تکلیف نہ دی جائے گی۔

نہ رکوع ہے، نہ سجود ہے، نہ قعود ہے، نہ قیام ہے

لیکن یہاں ارشاد ہوتا ہے :۔

يوم يكشف عن ساق ويدعون وہ دن جب خطرہ بڑھ جائے گا۔ لوگ سجدہ و

---

[۱] نیسابوری۔ ج ۲۹۔ ص ۲۳۔

Marfat.com

اطاعت و سر افگندگی کے لئے بلائے جائیں گے

مگر نہ کر سکیں گے۔

پھر کیونکر ممکن ہے کہ قیامت کے دن، جو احتساب اعمال کا روز ہے، عبادت کا حکم دیا جائے، ابو مسلم اصبہانی لکھتے ہیں:۔

لا ریب ان یوم القیامۃ لیس فیہ تعبد و تکلیف فھو زمان العجز او آخر ایام دنیا لانہ فی وقت النزع نری الناس یدعون الی الصلاۃ بالجماعۃ وھؤلاء لا یستطیعون الصلاۃ لانہ الوقت الذی لا ینفع نفسا ایمانھا

بے شبہ قیامت کا دن عبادت کرنے کا دن نہ ہوگا اُس دن کسی بات کے ماننے یا کسی کام کے کرنے پر کوئی مکلف نہ ہوگا۔ وہ عاجزی و ضعف کا وقت یا دنیا کا سب سے پچھلا اور نچلا حصہ ایام ہوگا دیکھو نزع روح کے وقت بھی نمازیوں کو نماز کے لئے پکارتے ہیں۔ جماعت کے لئے اذان دیتے ہیں حی الصلوٰۃ کی منادی سے اُن کو مسجد میں بلاتے ہیں۔ مگر وہ نماز نہیں ادا کر سکتے وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں کسی شخص کے لئے خدا پر ایمان لانا بھی نفع نہیں دے سکتا۔

(۸)

بہ پایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی، کہنا یہ تھا کہ کشف ساق کے ذیل میں قرآن کریم نے کن امور کی تعلیم دی ہے؟ اور ان کے خاص خاص نتائج کیا ہیں؟ اصل میں تو یہ "سودا" خواجہ شیراز کے مخاطب کے "اُس خط سبز" سے بھی زیادہ طراوت افزائے نگاہ ہے جس کی نسبت نقطہ نظر نے "پائے ازیں دائرہ بیرون نہ نہد تا باشد" کا فتوےٰ دیا تھا تاہم سلسلہ حقائق دراز سہی۔ اس حلقے کی کڑیاں کیونکر ڈھیلی ہو سکتی ہیں کہ تقیدات آلہیہ کی بندش میں ڈھیل دی جا سکے، "حقیقت کو" لقد وجدت مجال القول ذا سعۃ۔" کا جب خود اعتراف ہے تو "فان وجدت لسانا قائلا فقل" کی معذرت کوش تعلیق کے کیا معنی؟ زبان گویا کا کام شرح صدر سے لے نکلتے ہیں۔ الہامی تعلیمات کے بعض بعض خصائص ہی کے تذکرے سے رفع ذکر ممکن ہے۔ ملاحظہ ہوں:۔

Marfat.com

کشف ساق کے مافوق و مابعد آیتوں میں جن مہمات امور کی تعلیم دی گئی ہے اُن کے خاص خاص پہلو یہ ہیں :-

(۱) مسلمانوں کے مذہبی جوش کو کفار کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتے، وہ اُن کو خبطی کہیں گے مفتون کہیں گے، گمراہ کہیں گے، شوریدہ سر کہیں گے۔ مگر کہنے دو، اس پاک ترین جذبۂ غیرت سے ہٹنا نہ چاہیئے، اس حالت پر قائم رہنا چاہیئے تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ خبط کس کو ہے؟ وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب کہ اپنے خبط و شوریدگی کا انہیں خود اعتراف کرنا پڑے گا مسلمان اُن کے الزامات کے خوف سے مرعوب کیوں ہوں اس کا علم تو خدا ہی کو ہے کہ راہ راست پر کون ہے اور گمراہی نے کسے گھیر رکھا ہے؟

(۲) کفار جو واقعات کو جھٹلاتے ہیں حقیقت حال کو جھٹلاتے ہیں۔ اصلیت کو چھپاتے ہیں۔ ماجرائے وقوع کو غلط بتاتے ہیں۔ نقض امن کرتے ہیں اور پھر اُس کو حفظ امن کا لباس پہناتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور اُسے جان بخشی دکھاتے ہیں بات کچھ ہوتی ہے مگر اپنی بات کی رو میں جمہور (پبلک) کو کچھ اور جتاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اطاعت منع ہے اُن کی فرمانبرداری جرم ہے۔ گناہ ہے، موجب عذاب ہے، اس قلادے کو توڑ دینا چاہیئے۔ اس اطاعت سے تبری فرض ہے اس فرمانبرداری پر نافرمانی کو ترجیح ہے اُن کی تو خواہش ہے کہ مسلمان مداہنت کریں۔ خوشامد کریں۔ ریاکاری کریں۔ منافقت کریں تو انہیں بھی اظہار نفاق کا موقع ملے۔ مگر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہ صورت کس قدر خطرناک ہے؟

(۳) کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بارہا تجربہ ہو چکا ہے وہ آبرو باختہ ہیں۔ عزت نفس و شرف ذات کا انہیں لحاظ تک نہیں، قسمیں کھاتے ہیں۔ حلف اٹھاتے ہیں کہ یہ وعدہ استوار ہے، اس میں دوام و استمرار ہے۔ یہ عہد محکم ہے۔ یہ قول و قرار قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان سے سب کچھ کہتے ہیں اور ہاتھ سے کام لینے کے وقت کچھ بھی یاد نہیں رکھتے ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلت کی بات ہے۔ اسلام اپنے فرزندوں کو ان کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کر رہا ہے۔ روکتا ہے، منع کرتا ہے کہ خبردار! یہ قسمیں کھانے والے ذلیل النفس ہیں ان کے حلف پر نہ جانا، یہ ادھر کی بات اُدھر لگاتے ہیں۔ قوم میں تفرقے پیدا!

Marfat.com

کرتے ہیں۔ دفع جبر کے لئے نہایت مبالغے کے ساتھ آمادہ رہتے ہیں حد سے بڑھ جاتے ہیں تعدی ان کا شیوہ ہے، تطاول ان کی عادت ہے سرکشی ان کی خو ہے۔ پاس عزت نہ رکھنے ناموس کی نگہداشت ضروری نہ سمجھنے اور خاص خاص حالتوں میں رضامندی کے ساتھ حرام کاری تک کو قانوناً جائز قرار دینے کی وجہ سے ان کی تو اصل تک محفوظ نہیں، یہ تو صریح بداصل ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کی اطاعت کیونکر پسندیدہ ہو سکتی ہے؟ اُن کو تو اپنے مال و اولاد کی فراوانی و کثرت یعنی فرط دولت و تکثیر آبادی کی وجہ سے اتنا گھمنڈ ہو گیا ہے کہ آیات قرآنی کو پرانے ڈھکوسلے کہنے لگے ہیں مصر کی ایک برگشتہ خرد و برانزوختہ مزاج مسلمان لیڈی (پرنسس صالحہ) یورپ میں جا کر ایک روسی افسر سے شادی کر لیتی ہے اور اُسے مختار عام قرار دے کر اپنی جائداد کے لئے دعوے دائر کراتی ہے، مصر کی شرعی عدالت پچھلے مہینے میں اس دعوے کو خارج کر دیتی ہے کہ مسلمان عورت نے احکام اسلام کی قید سے آزاد ہو کر جب ایک نامسلمان سے شادی کر لی تو پھر مسلمان کہاں رہی، اور اب اُس کو جائداد کے مطالبہ کا کیا حق رہ گیا ہے؟ صحافت فرنگ اس فیصلے پر سختی سے نکتہ چینی کرتی ہے اور عام جرائد و مجلات یورپ کی گزشتہ اشاعتوں میں فریاد ہوتی ہے کہ "اس آئین و اصول کے عہد میں اسلام کے احکام پر کیوں عمل ہوتا ہے؟ یہ احکام تو صریحاً پرانے ڈھکوسلے (اساطیر الاولین) ہیں"۔ جب اس بے باک جماعت کو جناب الٰہی میں بھی گستاخی سے باک نہیں، تو حیف ہے کہ بندگان الٰہی ایسے سرکشوں کے مطیع رہیں، ان کی اطاعت سے فوراً کنارہ کش ہو جانا چاہیئے۔ یہ خوف بالکل بے محل ہے کہ مبادا نافرمانی کی صورت میں کیسی پڑے؟ کیونکہ خدا ان سرکشوں کو عنقریب عذاب نازل کرنے والا ہے۔ سنسمہ علی الخرطوم کی وعید آچکی ہے اور اب اس کے پورے ہونے میں بہت کم دیر رہ گئی ہے۔

(۱۴) ارادہ تو کفارہ کا یہی ہے کہ باغ عالم (ممالک روئے زمین) انہیں کے لئے مخصوص ہو جائے اور اس کے ثمرات سے اُن کے علاوہ کوئی دوسری غریب قوم مستفید نہ ہونے پائے۔ مگر ہنوز وہ خواب غفلت ہی میں رہیں گے کہ ذرائع شان و شوکت میں

Marfat.com

تباہی آجائے گی، عظمت و رفعت کا سارا ساز و سامان خاک میں مل جائے گا۔ چاہتے تو ہیں کہ دنیا کو فتح کریں اور اقوام دنیا کو غلام بنالیں۔ مگر بجز محرومی قسمت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا؛ اس وقت تو خدا کو بھولے ہوئے ہیں لیکن انجام کار جب تباہی نازل ہوگی تو وہی خدا یاد آئیگا جس کی اور جس کے گھر کی تذلیل و تخریب میں وہ اس وقت سرگرم ہیں۔ وہ ایسا نازک وقت ہوگا کہ ان ظالموں کو بھی اپنے جور و ستم کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ اپنی سرکشی پر پچھتائیں گے ایک دوسرے کو الزام دیں گے کہ ظلم نہ کئے ہوتے تو ملک و دولت سے کیوں محروم ہوتے اس محرومی کے عالم میں یہ امید ڈھارس بندھائے گی کہ ایک ملک گیا تو گیا، شاید اس سے بہتر کوئی دوسرا ملک قبضے میں آجائے لیکن وہ یہ عذاب نہیں کہ اس سے نجات ممکن ہو، اور کچھ اسی پر موقوف نہیں، اس کے بعد جو آخری عذاب آئے گا وہ اس سے بھی خوفناک آئے گا۔

(۵) مسلمان کفار کے مقابلے میں ضرور کامیاب ہوں گے مگر کامیابی کے لئے شرط یہ ہے کہ تقوے (شریفانہ کیریکٹر) سے موصوف ہوں۔ چاہنے کو تو کفار اب بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان مجرم ثابت ہوں اور ان کے ساتھ مجرمانہ برتاؤ کیا جائے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے انتہائی کوشش کریں گے اور سب کچھ کر دیکھیں گے مگر خدا ایسی ناپاک و نجس تدبیروں کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔

(۶) خطرہ ہر سمت سے بڑھ چلا ہے اور اب اس کے منتہائے اشتداد کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ ظالموں کو اسلام کے رویہ و اظہار تذلل و اطاعت کی دعوت دی جائے گی۔ مگر وہ کچھ ایسے بدحواس ہوں گے کہ یہ بھی نہ کر سکیں گے۔ جی بھر کے آج اسلام کی توہین کر لیں مگر کل ہی سے ان کا تدریجی زوال اس طرح شروع ہوگا کہ بالفعل تو ان کو ڈھیل دی جا رہی ہے لیکن آخر انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور ان کی ہستی فنا ہو جائے گی۔ خدا کی تدبیر بڑی پختہ و محکم ہے۔ وہ یہ داؤ کھیل کے رہے گا۔

(۷) کفار سے مسلمانوں کو کسی انعام کا طلبگار نہ ہونا چاہیئے۔ کسی احسان کا آرزومند نہ رہنا چاہیئے۔ مسلمانوں کی کوئی چیز اُن کے قبضہ میں جاتی رہے تو اس کا معاوضہ ملنے کی امید

Marfat.com

نہ رکھنی چاہیئے۔ جہاں کوئی امید نہیں۔ توقع نہیں، مطالبہ نہیں، وہاں تو کفار سرگرداں ہی رہتے ہیں۔ جہاں ان چیزوں کا قدم آئے گا۔ وہاں کیا ہوتا ہے؟ مسلمان اگر کامیابی کے آرزومند ہیں تو حصول کامیابی کے وقت تک نہایت مستقل مزاج و ثابت قدم رہنا چاہیئے، حضرت یونس پیغمبر تھے، بااین ہمہ استقلال میں کچھ فرق آنا تھا کہ مصیبت میں پھنس گئے۔ خدا کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو نجات ہی ممکن نہ تھی، اسی طرح مسلمان اگر مستقل مزاج نہ رہے تو ابتلا سے مفر نہیں، اور اگر صبر و ثبات و استقلال پر متمسک رہے تو یاد رکھو، ثبت قدم ہر ایک بلا سے محفوظ رہے گا۔ اور انجام کار فاجتباہ فجعلہ من الصالحین کا وہی مصداق ٹھہرے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

Marfat.com

ورود مقدس یوم الحج

اَتیٰ اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ط

سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا، وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ ع

گویند مگو سعدی چندیں سخن عشقش
میگویم و بعد از من گویند بدرستانہا

میں نے بہت چاہا کہ اپنے زخموں کو چھپاؤں لیکن نہ چھپا سکا۔ ایک مدت کے سکون اندمال کے بعد آج پھر ایک لمحہ اضطراب و کاوش میسر آگیا ہے۔ میرے دل کی بے چینیوں نے مجھے بستر انتظار پر تہ و بالا کر دیا اور میرے زخمہائے کہنہ کے ٹانکے بے اختیار کھل گئے۔ اب ان کی خونابہ فشانی نہیں رک سکتی۔ بل نکتئب والیرا ع یقطروما د القلب یکاد یتمزق اسی و اسفا، مما اصاب الاسلام والمسلمین، من الذل المھین، والعار المشین، والازدراء الھائل، والاحتقار الفاحش والظغظ الفظیع، والقتل المریع، فحاشا للمسلمین ان یکونوا من القوم الکافرین!

امادہ گشتہ ام و گر امشب نظارہ را
پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را

آج میں پھر اپنی وہی متاع کہنہ لے کر بازارِ مقصود میں نکلا ہوں جو ہمیشہ سے میرے کاروبارِ آہ و نالہ کا راس المال رہی ہے اور جس کے سوا میرے جیب و آستین حسرت میں اور کچھ نہیں ہے میرے پاس ایک زخمی دل کے چند ٹکڑے ہیں جن سے خون تمنا کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں خریدار دل کا متلاشی ہوں۔ کوئی ہے جو ان پارہ ہائے خونیں کا طلبگار ہو؟

Marfat.com

روئے بازار مراد مرد ز عرفی بامنست
دامن تر میفروشم دیدۂ ترمی خرم

میں اپنے جیب زیاں کی یہ کل پونجی دے کر ایک سودا چکانا چاہتا ہوں مجھے چند آنکھیں چاہیئں جو ماتم یوسف میں یعقوب وار رونا جانتی ہوں۔ کیونکہ سچے آنسوؤں سے بڑھ کر عالم انسانیت میں کوئی شے طاقتور نہیں ہے۔ واسفیٰ علیٰ یوسف!

خشک سالیست دریں عہد وفا را اے اشک!
زاں دیار یکہ تو می آئی، باراں چون ست؟

یہی قیمت زخم، یہی راس المال جراحت۔ یہی دست ماتم کار، یہی چشم خونبار، اور یہی زبان فغاں سنج ہے، جسے اپنے ساتھ لے کر میں نے ہمیشہ خریداروں کو پکارا، اور یہی متاع دل اور جنس اشک و خونفشانی ہے جس کو ہمیشہ میں نے ڈھونڈھا۔ میں ہمیشہ روتا رہا اور میں نے لوگوں کو رلایا ہے۔ میں ہمیشہ ماتم کرتا رہا اور ہزار ہا تھوں نے میری سینہ کوبی میں شرکت کی ہے۔ آج پھر اشک و فغاں کے لئے پیام ذردلے کر اٹھا ہوں۔ پس اُن سب پر سلام جن کی آنکھیں خونبار، دل دو نیم، جگر سوختہ اور زبانیں دعا سنج ہیں کیونکہ اشک افشانیوں کا آخری وقت اضطراب قلوب و ارواح کی انتہائی فرصت اور دعا ہائے اشک آلود و نرباد ہائے مجروح و مضطر کی ہر طرف پکار ہے!

دمے ز صدق برآور کہ آرزو بخشاں
ہزار گنج اجابت بہ یک دعا بخشد

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض ؟ الٰہ مع اللہ! قلیلا ما تذکرون (۲۷-۶۵)

اور خدا کے سوا کون ہے کہ ایک مضطر روح کی پکار کو سُنے، اس کے دکھ کو دور کرے اور اپنے آگے جھکنے والوں کو اپنی خلافت بخشے افسوس کہ بہت کم ہیں جو عبرت و بصیرت رکھتے ہیں۔

وہ جو خشک سالی میں پانی کے لئے روتے، کیا اب بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی چمک

میں اُمید کے آخری آنسو نہ بہائیں گے؟ وہ جنہوں نے نا اُمیدیوں میں اپنے مقصود کو پکارا، کیا اب امید و بیم کی آخری دیوار حائل تک پہنچ کر خاموش ہو جائیں گے؟ کیا موسم خزاں کے ماتم زدگانِ حسرت کے لئے یہ جائز ہے کہ بہار کی عین آمد پر اپنے ولولہ جنون کو خیر باد کہہ دیں؟

دہقان کا کام موسم کے ظہور کے بعد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے اور منزل جس قدر نزدیک آتی جائے۔ رہروان مقصود کے آتش شوق کو اور زیادہ تیز ہو جانا چاہیئے۔ پہلے اگر حسرت آرزو میں روتے ہو تو اب اُمید میں اور زیادہ چیخ چیخ کر روؤ!

باں کہ کعبہ نمایاں شود ز پا منشیں
کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

آسمان کے دروازے بند تھے۔ اور تم ان کی طرف دیکھ دیکھ کر پکارتے تھے لیکن آج کھل گئے ہیں اور تمہاری دعاؤں کے انتظار میں ملائکہ مدبرہ اور ملکوت السماوات نے اپنے اجنحۂ نورانیہ کو کھول دیا ہے۔ جب کہ جواب نہیں ملتا تھا تو تم پکارتے تھے۔ آج خود دستِ اجابت آمادۂ استقبال ہے پھر زبانِ دل کو کیا ہو گیا ہے کہ خاموش ہے؟ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین!

بطاعت کوش گر عشقِ بلا انگیز می خواہی!
متاعِ جمع کن، شاید کہ غارت گر شود پیدا

موسم بدل رہا ہے اور اضطراب و شورش کی جن خونیں بدلیوں سے فضا چھپ گئی ہے۔ وہ بالکل ویسی ہی ہیں جیسے ہر عصر انقلاب ارضی و تجدد مواسم اقوام و ملل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ ایام الالٰہیہ کا ایک یوم عظیم ختم ہو اور دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہو۔ یہ رات کی آخری گھڑیاں ہیں جو برق کی سی تیزی اور بادل کی سی ہیبت میں گزر جائیں گی اور لہو اور دھویں کی بدلیوں کے اندر سے دنیا کی حیات جدیدہ کا ظہور ہو گا۔ پس صبح کی بخشش میں حصہ لینے والوں کو چاہیئے کہ اپنے دماغوں کا نہیں بلکہ آنکھوں کا احتساب کریں اور شیطان غفلت سے ہوشیار ہو جائیں کیونکہ رات بھر جاگنا آسان ہے مگر صبح صادق کی گھڑیوں میں اونگھنے سے بچنا مشکل ہے نہ ہو کہ رات بھر اختر شماری کرنے کے بعد میں

Marfat.com

صبح کے وقت سو جاؤ اور جس روشنی کو دیکھنا چاہتے تھے اس کی کرنیں تمہارے خوابیدہ سروں پر ماتم کریں پیچ یہ ہے کہ نہ تم اُٹھے اور نہ تم نے بیداری کے لئے کوئی کروٹ لی لیکن جب کہ دہقان آبپاشی سے غافل تھا تو آسمان نے خود ہی مینہ برسا دیا۔ اور جب کہ انسانی ہمتیں تھک گئی تھیں تو کارخانہ الٰہی خود ہی متحرک ہوگیا، پس وقت کو اس کا حق دینے میں تساہل نہ کرو، کیونکہ وہ صرف اتنے ہی کا طالب ہے اور جس قدر بھی جلد ہو سکے اپنی اصلاح و درستگی کا سامان کرلو:۔ افلا یتوبون الی اللّٰہ ویستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم؟

یوم الحج کا ورود مقدس

*

آج ذوالحجہ کی پہلی تاریخ ہے اور ایک ہفتہ کے بعد تاریخ عالم کا وہ عظیم الشان روز طلوع ہونے والا ہے جس کے آفتاب کے نیچے کرۂ ارضی کے ہر گوشے کے لاکھوں انسان اپنے خداوند کو پکارنے کے لئے جمع ہوں گے اور ریگستان عرب کی ایک بے برگ وگیاہ وادی کے اندر خدا پرستی و عشق الٰہی کا سب سے بڑا گھرانا آباد ہوگا۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (۲۲-۵۶)	وہ لوگ کہ اللہ انہیں زمین پر قائم کر دے تو ان کا کام صرف یہ ہوگا کہ صلوٰۃ الٰہی کو قائم کریں زکوٰۃ ادا کرائیں۔ نیکی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔

یہ پہلا گھر تھا جو خدا کی پرستش کے لئے بنایا گیا اور آج بھی دنیا کے تمام بحر وبر میں صرف وہی ایک مقدس گوشہ ہے جو اولیاء الشیطان واصحاب النار کی لعنت سے پاک ہے اور صرف خدا کے دوستوں اور اس کی محبت میں دُکھ اٹھانے والوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

سمندروں کو عبور کر کے، پہاڑوں کو طے کر کے، کئی کئی مہینوں کی مسافت چل کر دنیا کی مختلف نسلوں، مختلف رنگتوں، مختلف بولیوں کے بولنے والے اور مختلف گوشوں کے

Marfat.com

باشندے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ سلافی یا ٹیوٹانیک نسل کی باہمی عداوتوں سے دنیا کے لئے لعنت بنیں، اس لئے نہیں کہ ایک انسانی نسل دوسری انسانی نسل کو بھیڑیوں کی طرح پھاڑے اور اژدہوں کی طرح ڈسے، اس لئے نہیں کہ خدا کی زمین کو اپنی ابلیسی غرور اور شیطانی سیادت کی نمائش گاہ بنائیں اس لئے نہیں کہ تیس تیس من کے گولے پھینکیں اور سمندر کے اندر ایسے جہنمی آلات رکھیں جو منٹوں اور لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو نابود کر دیں بلکہ تمام انسانی غرضوں اور مادی خواہشوں سے خالی ہو کر اور ہر طرح کے نفسانی ولولوں اور بہیمی شرارتوں کی زندگی سے ماوراء الوریٰ جا کر، صرف اُس خدائے قدوس کو پیار کرنے کے لئے اُس کی راہ میں دکھ اٹھانے اور مصیبت سہنے کے لئے اور اس کی محبت و رافت کو پکارنے اور بلانے کے لئے جس نے اپنے ایک قدوس دوست کی دعاؤں کو سنا اور قبول کیا جب کہ نیکی کا گھرانہ آباد کرنے کے لئے اور امن و سلامتی اور حق و عدالت کی بستی بسانے کے لئے اس نے اپنے خدا کو پکارا تھا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون۔ (۱۴-۴)

اے پروردگار! میں نے تیرے محترم گھر کے پاس ایک ایسے بیابان میں جو بالکل بے برگ و گیاہ ہے اپنی نسل لا کر بسائی ہے تاکہ یہ لوگ تیری عبادت کو قائم کریں۔ پس تو ایسا کر کہ انسانوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے اور ان کے رزق کا بہتر سامان کر دے۔

آہ! ذرا تم ان کی ان عجیب و غریب حالتوں کا تصور کرو! یہ کون لوگ ہیں اور کس پاک بستی کے بسنے والے ہیں؟ کیا یہ اُسی زمین کے فرزند ہیں جو خون اور آگ کی لعنتوں سے بھر گئی اور صرف بربادیوں اور ہلاکتوں ہی کے لئے زندہ رہی؟ کیا یہ اسی آبادی سے نکل کے آئے ہیں جو سبعیت و خونخواری میں درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے غاروں سے بھی بدتر رہے، اور جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو اس طرح چیرتا پھاڑتا ہے کہ آج تک نہ تو سانپوں نے کبھی اس طرح ڈسا اور نہ جنگلی سوروں نے کبھی اس طرح سے دانت مارے

Marfat.com

کیا یہ اسی نسل اور گھرانے کے لوگ ہیں جس نے خدا کے رشتوں کو یکسر کاٹ ڈالا اور اس طرح اس کی طرف سے منہ موڑ لیا کہ اس کی بستیوں اور آبادیوں میں خدا کے نام کے لئے ایک آواز اور ایک سانس بھی باقی نہ رہی؟ آہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ یہ قدوسیوں کی سی معصومیت، فرشتوں کی سی نورانیت اور سچے انسانوں کی سی محبت ان میں کہاں سے آگئی ہے؟ تمام دنیا نسلی تعصبات کے شعلوں میں جل رہی ہے مگر یہ دیکھو دنیا کی تمام نسلیں کس طرح بھائیوں اور عزیزوں کی طرح ایک مقام پر جمع ہیں اور سب ایک ہی حالت، ایک ہی وضع، ایک ہی لباس، ایک ہی قطع، ایک ہی مقصد اور ایک ہی صدا کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں؟ سب خدا کو پکار رہے ہیں، سب خدا ہی کے لئے حیران و سرگشتہ ہیں۔ سب کی عاجزیاں اور درماندگیاں خدا ہی کے لئے ابھر آئی ہیں۔ سب کے اندر ایک ہی لگن اور ایک ہی ولولہ ہے، سب کے سامنے محبتوں اور چاہتوں کے لئے اور پرستشوں اور بندگیوں کے لئے ایک ہی محبوب و مطلوب ہے اور جب کہ تمام دنیا کا محور عمل نفس و ابلیس ہے تو یہ سب صرف خدا کے عشق و محبت میں خانہ ویراں ہو کر اور جنگلوں اور دریاؤں کو قطع کر کے دیوانوں اور بے خودوں کی طرح یہاں اکٹھے ہوئے ہیں! انہوں نے نہ صرف دنیا کے مختلف گوشوں کو چھوڑا بلکہ دنیا کی خواہشوں اور ولولوں سے بھی کنارہ کش ہو گئے۔ اب یہ ایک بالکل نئی دنیا ہے جس میں صرف عشق الٰہی کے زخمیوں اور سوختہ دلوں کی بستی آباد ہوئی ہے یہاں نہ نفس کا گزر ہے جو غرور بہیمی کا مبدأ ہے اور نہ انسانی شرارتوں کو بار مل سکتا ہے جو خونریزی اور ظلم و سفاکی میں کرۂ ارضی کی سب سے بڑی درندگی ہیں۔ یہاں صرف آنسو ہیں جو عشق کی آنکھوں سے بہتے ہیں صرف آہیں ہیں جو محبت کے شعلوں سے دھوئیں کی طرح اٹھتی ہیں صرف دل سے نکلی ہوئی صدائیں ہیں جو پاک دعاؤں اور مقدس نداؤں کی صورت میں زبانوں سے بلند ہو رہی ہیں ہزاروں سال پیشتر کے عہد الٰہی اور راز و نیاز عبد و معبودی کو تازہ کر رہی ہیں۔ لبیک لبیک۔ اللھم لبیک۔ لا شریک لک لبیک!

سرورِ حانیاں داری ولے خود را ندیدستی
بخوابِ خود درآ تا قبلۂ روحانیاں بینی

یہ وہ مجمع ہے جس کی بنیاد دعاؤں نے ڈالی۔ جس نے دعاؤں سے نشوونما پائی جو صرف دعاؤں ہی کے لئے قائم کیا گیا۔ جس کی ترکیب بھی اوّل سے لے کر آخر تک دعاؤں ہی کے مناسک سے ہوئی اور وجود دعاؤں ہی کی لازوال طاقت سے قائم ہے سب سے پہلی دعا وہ تھی جو اس گھر کی بنیاد رکھتے ہوئے خدا کے دو قدوس دوستوں کی زبانوں پر جاری ہوئی۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ، و ارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ! ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (۲ - ۱۵)

اے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت شعار بنا اور ہماری نسل سے ایک امت پیدا کر جو تیری مومن ومسلم ہو، اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتلا دے اور ہماری توبہ قبول کر لے۔ تو تو بہت ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے اور پھر اے پروردگار ہماری نسل میں ایک اپنا رسول معبوث کر جو اس کے آگے تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق کا تزکیہ کر دے۔

سو بیابان حجاز کے قدوس لم یزل نے یہ دعا قبول کر لی اور اپنی اس "امت مسلمہ" کو پیدا کیا جو فی الحقیقت وجود ابراہیمی کے اندر نہاں تھی :۔

ان ابراھیم کان امۃ قانتاً (۱۶ - ۱۴۶)

بے شک حضرت ابراہیم خلیل اپنے وجود واحد کے اندر ایک پوری قوم اور خدا پرست امت تھے

یہ گھرانا درحقیقت دنیا کی امامت اور ارض الٰہی کی وراثت کے لئے آباد کیا گیا تھا اور اس کا عہد و میثاق روز اوّل ہی بندھ گیا تھا۔

پس اس مقدس دعا کی قبولیت نے "امت مسلمہ" کو بھی قائم کیا اور دنیا کے تزکیہ اور تعلیم کتاب وحکمت کے لئے سلسلہ ابراہیمی کے آخری رسول کو بھی معبوث کیا۔ نیز جو امامت

Marfat.com

و پیشوائی اور خلافت فی الارض حضرت ابراہیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی گئی تھی۔ اس کی وارث ان کی ذریت و نسل ٹھہرائی گئی البتہ جب اپنے عہد کے ظالموں کو اس سے محروم کر دیا گیا۔ اس نسل کے جو لوگ اپنے نفس و روح کے لئے ظالم ہوئے اور خدا کے مقدس نوشتوں کی اطاعت سے سرکشی کی۔ ان سے وہ امامت موعودہ بھی چھین لی گئی اور خلافت موہوبہ سے بھی محروم کر دئے گئے کہ "لا ینال عھدی الظالمین"!

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات (۱۹-۴۶)

پھر ان کے بعد وہ لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے صلوٰۃ الٰہی کو ترک کر دیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے بندے ہو گئے۔

یہ دعاؤں کا وعدہ تھا جس کا ظہور ہماری اقبال و کامرانی کی تاریخ ہے اور اسی طرح یہ دعاؤں ہی کی ایک وعید بھی تھی جس کی سزائیں اور محرومیاں ہماری برگشتگی اور درماندگیوں کا ماتم ہے! وہ ہم ہی تھے جو "انی جاعلک للناس اماما" کے وارث ٹھہرائے گئے تھے اور ہم بھی ہیں جو آج "لا ینال عھدی الظالمین" کی تصویر نامرادی ہیں!

ذلک بما قدمت ایدیھم وان اللہ لیس بظلام للعبید

یہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو خود انہوں نے اختیار کئے ورنہ خدائے کریم تو اپنے بندوں کے لئے کبھی بھی ظالم نہیں ہو سکتا۔

پس دعاؤں کا یہ اجتماع لاہوتی، امت مسلمہ کا یہ مجمع مبارک، اور روحانیت مقدسہ ابراہیمیہ کا یہ مظہر عظیم و جلیل، قریب ہے کہ اسی بیابان حجاز میں ظہور کرے جہاں خدائے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) نے امامت و خلافت الٰہی کے لئے اولین دعا کو سنا۔ اور پھر ہمیشہ دعاؤں کو سننے اور اپنی پکاروں اور نداؤں کے بلند ہونے کے لئے اسے برگزیدہ کر دیا

جس وقت یہ پرچہ تمہارے ہاتھوں تک پہنچے گا اس وقت ذوالحجہ کی تیسری تاریخ ہو گی۔ اور بادیہ نوردان عشق آباد حجاز کے قافلے کوچ کے لئے تیار ہوں گے اُس وقت کا تصور کرو کہ وہ کیسا وقت عظیم ہو گا جب کہ لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ ابراہیمی کی روحانیت عظمیٰ اپنے خداوند کو بے قرارانہ پکارے گی اور اس کے مقدس عہد و میثاق کا رشتہ تازہ ہو گا

Marfat.com

لاکھوں سر ہوں گے جو بے قرار انہ خداوند کے حضور جھکائے جائیں گے۔ لاکھوں پیشانیاں ہوں گی جو اُس کی چوکھٹ پر گرائی جائیں گی۔ لاکھوں دل ہوں گے جو اس کی نظارۂ جمال کے عشق میں ڈوب جائیں گے اور لاکھوں زبانیں ہوں گی جن سے اس کے حضور میں دعائیں نکلیں گی پھر اُس وقت ایسا ہو گا کہ دریائے محبت الٰہی جوش میں آئے گا۔ ملائکہ مقربین اس کے خلوت وصال کو اس کے دوستوں کے لئے خالی کر دیں گے اور وہ اپنے جمالِ عالم آرا کے جلوے سے اس تمام محشر عشق و طلب کو ڈھانپ لے گا۔

سوچا ہیئے کہ اس وقت عظیم و جلیل اور ایام الالہیہ مخصوصہ کے حصول کو غنیمت سمجھو اور تم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو، لیکن اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے کوشش کرو کہ تمہاری دعائیں بھی ان دعاؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور تمہاری بے تابیاں اور بیقراریاں بھی ٹھیک اسی وقت خدا کے حضور رحمت طلب ہوں کہ وقت پھر میسر نہ آئے گا۔ دنیا انقلاب و تجدید کے ایک عجیب عہد سے گزر رہی ہے اور نئے موسم کی علامتوں نے ہر طرف طوفان اور بجلیوں کی ایک قیامت کبریٰ بپا کر دی ہے ممکن ہے کہ روز ہجر ختم ہونے والا اور عہد وصال کی ایک نئی رات شروع ہونے والی ہو الیس ضرور ہے کہ دن بھر جن لوگوں نے غفلت کی ہے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نہ کریں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شام آ گئی ہے اور چراغوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔

ہاں اہر مومن کو چاہیئے کہ وہ یکسر دعاؤں میں ڈوب جائے اور ان مقدس ایام کے اندر صدق دل سے توبہ کرے اور اپنے خداوند سے اپنا معاملہ درست کر لے۔ یہ بڑا ہی سخت وقت ہے جس کی نوشتۂ الٰہی میں خبر دی گئی تھی۔ وہ وقت موعودہ اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ آ گیا ہے اور زمین اپنے گناہوں کی پاداش میں اُلٹ دی گئی ہے بس توبہ کرو اور اُس کے سامنے اپنی سرکشیوں کا سر مجرموں کی طرح ڈال دو، اور تڑپ تڑپ کے وہ سب کچھ مانگو جس کو تمہارا دل چاہتا ہے مگر تمہارے اعمال اس کے سزاوار نہیں ہیں تم اس کے حضور حج کے دن اور عید کی صبح کو جب کہ خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی تھی مسکینوں اور لاچاروں کی طرح گر جاؤ، اپنی سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوسالہ کو ذبح

Marfat.com

کردو۔ (فاقتلوا انفسکم باتخاذکم العجل) اور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ خداوندا! زمین کی سب سے بڑی معیبت انسانی معیشت کے سب سے بڑے عذاب، اور انقلاب اقوام و ملل کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراہیم و اسماعیل کی ذریت کو نہ بھلائیو اور ان کے گناہوں کو معاف کر دیجئو!

علی الخصوص عید کے دن جب اس کے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو تم میں ایک روح بھی ایسی نہ ہو جو تڑپتی نہ ہو اور ایک آنکھ بھی ایسی نہ ہو جس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں۔ یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسوؤں سے بڑھ کر اس کی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح بھی ہو سکے اپنے خداوند کو راضی کرو اور اسے منالو۔ کیونکہ تم نے اپنی بداعمالیوں سے اسے غصہ دلایا اور اس کے پاک حکموں کی پروا نہ کی! اور تم یوں پکارو کہ اے ابراہیم اور اسماعیل کے خداوند اور اے رسول امی کے پروردگار! ہم نے تیرے عہد کی پرواہ نہ کی اور اپنی بداعمالیوں سے تیری مقدس زمین کو ملوث اور گھنونا کر دیا لیکن اب ہم اپنی سزاؤں کو پہنچ چکے اور ہم نے بڑا سے بڑا دکھ اٹھا لیا ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہو گئے ہیں جن کے والدین کو ان سے جدا کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ ہمارا خدا ہم سے راضی نہ رہا اور ہم غمگینی اور رسوائی کے لئے چھوڑ دئے گئے۔ پر اے حیّ و قیوم! اب ہم پر رحم کر، ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم سے منہ نہ موڑ، گو ہماری خطائیں بے شمار ہیں لیکن ہم سب تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں اور تیری راہ میں دکھ اٹھانے کے لئے نیاز ہیں

اگر نہ بہر من، از بہر خود عزیزم دار
کہ بندہ خوبی او خوبی خداوند است

اے ستار و تواب رحیم! کیا ہمارا غم دائمی ہے کیا ہمارے خزاں کے لئے کبھی بہار نہیں اور کیا ہمارے زخم کے لئے کوئی مرہم نہ ہوگا؟ اے نسل ابراہیمی کے امیدگاہ تو ہمیشہ کے لئے ہمیں نہ بھول اور ہمیں نہ بھول اور ہمیں اپنی طرف لوٹا لے ہم تجھ سے ہمیشہ بھاگے ہیں مگر اب ہم تیری طرف لوٹ آئیں گے۔ کیوں کہ ہمیں کہیں پناہ نہ ملی۔

Marfat.com

تو ہمیں نیکی اور صداقت کے لئے چن لے، اور اپنی ہدایت و عدالت کی تبلیغ کا بوجھ پھر ہماری گردنوں پر ڈال! دنیا آج انتہا ترقی کے بعد بھی امن و عدالت کے لئے ویسی ہی تشنہ ہے، جیسی ظہور صداقت کبریٰ کے اوّلین عہد جہالت میں تھی۔

"ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین!

(۷-۳۹)

Marfat.com

الطَّآمَّةُ الْکُبریٰ

وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا کَاذِبَۃٌ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا، وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا، وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا، فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا، فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔ موت اور ہلاکت کے وہ آفات الیمہ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انسان کی جانوں کو کھینچ لیتے ہیں اور آبادیاں اجاڑ اور زندگیاں ہلاک ہو جاتی ہیں وہ ارواح حرب قتال جو زندگی کے لئے موت کا اور آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ ایسی عجلت اور ایسی آسانی سے کھول دیتی ہیں گویا کسی لپیٹے ہوئے بند کو کھول دیا گیا، وہ ہلاکت اور موت کی عظیم الشان ہستیاں جن پہ انسان پاش توپیں لدی ہوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار درندے سوار ہیں اور جو سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتی ہیں تاکہ اپنے نشئون کو امور کی تدبیر کریں، ان سب کی چھائی ہوئی ہیبت اور پھیلی ہوئی دحشت کی قسم، اور ان سب کی پھیلائی ہوئی موت اور برسائی ہوئی ہلاکت کی گواہی کہ ارض الٰہی کا امن ڈوب گیا، انسانیت کی بستی اجاڑ ہو گئی۔ نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا اور دنیا مثل اُس بیوہ کے ہو گئی جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا ہو اور اُس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کرے گی اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اتار دے گی۔ کیونکہ اس کا حسن زخمی ہو گیا کیونکہ اس کا شباب پامال کر دیا گیا۔ اور اس لئے کہ اس کے فرزندوں نے اس پر تلوار اٹھائی اور اس لئے کہ اس کے دوستوں نے اسے کچل دیا۔ پس زندگی کی جگہ موت، عیش و سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمۂ نشاط کی جگہ شور ماتم، زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی، آب زندگی کی جگہ بحر خونیں، بستیوں کی جگہ قبریں اور زندگی کے کاروبار اور بازاروں کی چہل پہل کی جگہ موت کے وہ جنگل جن میں لاشیں سڑیں گی اور ہولناک سمندروں کے وہ

Marfat.com

خونیں طوفان جن میں انسان کی لاشیں مچھلیوں اچھلیں گی اور اے دنیا کے بڑے بڑے مغرور شہروں کے بسنے والو! کل تک تمہاری ماؤں نے تمہیں جنا تھا: تا زندگی پر گھمنڈ اور طاقت مغرور ہو، پر آج تم موت کے کھلونے ہو جنہیں بگاڑ دیا جائے گا اور ہلاکت کی مورتیں ہو جنہیں مٹا دیا جائے گا اور پھر اے وہ کہ تمدن کی بہشت، حلم کے مرغزار، اور عیش ونشاط زندگی کے حیرت آباد اور اعجوبہ زار تھے! تم کل تک دوسروں کی موت و ہلاکت کی خبریں سنتے تھے، پر آج تمہاری ہلاکت کی خبریں پڑھی جائیں گی، کل تک تمہارے پاس کرۂ ارضی کی مصیبتوں کا قلم تھا۔ پر آج تمہاری مصیبتوں کی تاریخیں مدون ہونگی۔ تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے پر آج تم پر ظلم کیا جائے گا۔ تم کل تک دوسروں کے لئے آگ سلگاتے تھے، پر آج تمہارے لئے جہنم بھڑک رہی ہے۔ تم کل تک ضعیفوں اور ناتوانوں کے لئے درندے تھے، پر آج درندوں میں خود جنگ چھڑ گئی اور بھیڑیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر پنجہ مارا۔ تم کل تک دنیا کے لئے موت کی بجلی اور ہلاکت کی بدلی تھے پر آج کوئی نہیں جو تمہیں ہلاکت کی بارش اور بربادی کے رعد و برق سے بچا سکے۔ کل مشرق کی بربادیوں کا تم نے تماشہ دیکھا تھا۔ آج وہ تمہاری ہلاکت کو دیکھ رہا ہے:۔

فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون، علی الارائک ینظرون هل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون۔ (۸۳-۳۶)

پس آج کا دن وہ دن ہے کہ مسلمان ارباب کفر پر ہنستے ہیں اور امن و راحت سے بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ہاں! اب تو وہ وقت آ گیا کہ انہوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پایا۔

ماتم انسانیت

انسان کی سوئی ہوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اٹھی ہے۔ وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگی درندہ اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات، مگر اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے۔ اب اپنی خونریزی کی انتہائی شکل اور اپنی مردم خوارگی کے سب

Marfat.com

سے زیادہ برے وقت میں آگیا ہے۔ وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دار العلوموں میں انسان تھا۔ پر آج چیتے کی کھال اس کے چمڑے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے پنجے اس کے دندان تبسم سے زیادہ نیک ہیں۔ درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملے گی۔ مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہو گئی ہیں۔ کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھ کر تھا، اگر سب سے برا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جس طرح اس سے بڑھ کر اور کوئی برا بھی نہیں ہو سکتا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، ثم رددناہ اسفل سافلین، الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلهم اجر غیر ممنون (۹۵-۶)

ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسری طرف بہیمی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لائے ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ و عادلہ اختیار کئے سو ان کے لئے بے انتہا اجر ہے کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلیں گے۔

شیر خونخوار ہے، مگر غیروں کے لئے سانپ زہریلا ہے، مگر دوسروں کے لئے چیتا درندہ ہے مگر اپنے سے کمتر جانوروں کے لئے۔ لیکن انسان، دنیا کا اعلیٰ ترین مخلوق، خود اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کے لئے درندہ و خونخوار ہے! وعلی ذالک قول بعض شعرا ء ھذا العصر:۔

ولقد رایت الاسد احسن خلقة	من جنس ھذا الظالم المفرد
الناس تقتل کل یوم بعضھا	والاسد تقتل غیرھا اذ تغتدی

انسان ہی ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن و سلامتی کا وسیلہ بنائے اور انسان ہی ہے جو سانپ کے زہر اور بھیڑیے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے اگر راہ امن و سلامتی کو چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اتر آئے۔

Marfat.com

انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورًا (۷۶-۳) ہم نے انسان کو راہ عمل و ترقی دکھلا دی ہے پھر یا تو ہماری ہدایت پر عمل کرنے والے ہیں یا انکار کرنے والے۔

الم نجعل لہ عینین، ولسانًا وشفتین، وھدینٰہ النجدین؟ (۹۰-۹) پھر کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دیئے؟ بے شک دئے اور خیر و شر کی دونوں راہیں اسے دکھلا دیں۔

یہی انسانیت اعلےٰ اور ملکوتیت عظمیٰ ہے جس کی تقویم و تکمیل کے لئے دین الٰہی اور شریعت فطری کا ظہور ہوا۔ اور یہی پیغام امن، رہنمائے صلح و صلاح، اور وسیلۂ فوز و فلاح ہے۔ جس کا دوسرا نام "اسلام" ہے۔ یعنی جنگ کی جگہ صلح، خون و ہلاکت کی جگہ عمرانِ حیات اور بربادی و خرابی کی جگہ سلامتی و امنیت ہے، وہ بتلاتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوت ملکوتی اور فطرت صالحہ سے کام نہ لے، تو وہ بڑے ہی گھاٹے لوٹے میں ہے:-

والعصر، ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (۱۰۳-۳) زمانہ اور اس کے حوادث گواہی دیتے ہیں کہ انسان بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں ہے گروہ لوگ کہ اللہ پر ایمان لائے، اعمال صالحہ اختیار کئے اور حق اور صبر کی باہمد گر وصیت کی۔

پھر اس سے بڑھ کر خسران و نقصان کیا ہوگا جس میں آج دنیا مبتلا ہے؟ وہ دنیا جس نے قوتوں کی صیقل کی جس نے فطرت کے قوانین مستورہ کو بے نقاب کیا۔ جس نے عقل و ادراک کے خزانے کھلوا دئے۔ جس نے ارتقائے فکر و علوئے مدرکہ سے دنیا کو علم کا گھر اور دریافتوں اور تحقیقوں کی مملکت بنا دیا۔ جو علم و مدنیت کے انتہائے عروج سے متوالی ہوگئی۔ جو قوتوں کے حصول کے نشے سے بدمست ہوکر مغرورانہ جھومنے لگی۔ جس نے کہا کہ انسان کے سوا کچھ نہیں۔ اور جس نے اعلان کیا کہ مادہ کے اوپر کوئی نہیں کیا آج اس کا یہ علم اعلیٰ۔ یہ مدنیت عظمیٰ، یہ ایجادوں کا ڈھیر، یہ مخترعات کا انبار، یہ بے شمار کتابوں کی جلدیں اور یہ لاتعداد لاتحصیٰ دماغوں کے افکار عالیہ و مدنیۂ ایک لمحہ

Marfat.com

ایک دقیقہ کے لئے بھی اس ہولناک بربادی، اس خوفناک تصادم، اس وحشت انگیز خونخواری اس خون کا سمندر بہانے والی اور لاشوں کے جنگلوں کو بھر دینے والی جنگ کو روک سکتے ہیں اور نوع انسانی کو عالمگیر نقصان و ہلاکت سے بچا سکتے ہیں۔ کیا قانون کشش ثقل جس پہ نئے علم کو ناز ہے اس سے بچالے گا؟ کیا قوت برقی کا کشف اسے روک دے گا؟ کیا بھاپ اور اسٹیم کی ایجاد کچھ سفارش کر سکے گی اور انسان کو غمگینی سے بچالے گی؟ آہ یہ ایجادات محیرہ، یہ مخترعات مدہشہ، یہ محدثات منورہ، جس پر مدنیت کو ناز اور علم انسانی کو غرہ ہے، امن و سلامتی کی جگہ خود ہی ہلاکت اور بربادی کا وسیلہ اور خون اور آگ کی افزائش و تضاعف کا ذریعہ ہیں اگر پہلے دنیا کے لئے صرف کمان کا تیر اور تلوار کی دھار تھی تو آج تمدن کی بدولت ایک ایک سیکنڈ میں کئی کئی مرتبہ چھوٹنے والے ہلاکت بار گولے اور لمحوں اور منٹوں کے اندر شہروں اور قلعوں کو مسمار کر دینے والے آہن پوش جہاز ہیں پھر اے علم و مدنیت کا شیطان کیا تو اس لئے آیا تھا کہ خدا کی آبادی کی ویرانی کو دوگنا اور اس کی ہلاکت کے آلات کو زیادہ مہلک اور لاعلاج بنادے؟ اور اے انسان کی غفلت اور اے اولاد آدم کی نادانی! تو کب تک خدا سے لڑے گی۔ اور کب تک اس کی زمین کے امن و راحت کو روکے گی؟ حالانکہ تمدن اور علم تجھے قوی بنا سکتا ہے پر نیک نہیں بنا سکتا۔

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا، لا تنفذون الا بسلطن (۵۵-۲۷)

اے مجمع جن وانس! اگر تمہاری طاقت میں ہے کہ زمین و آسمان کے مدبرات و ملکوت کے اندر سے اپنی راہ پیدا کر کے آگے کو نکل جاؤ تو ترقی کی اس انتہا کے لئے بھی کوشش کر دیکھو مگر بغیر سلطان الٰہی کے کچھ نہ کر سکو گے اور یاد رکھو کہ وہ قوت تمہارے بس میں نہیں ہے۔

★

Marfat.com

رستخیز تصادم

اور دیکھو یہ کیسی آگ ہے جو بھڑک اٹھی ہے اور کس طرح تمدن کی حسین وجمیل آبادیاں آگ اور دھوئیں کی ہولناکیوں کے اندر ویران ہو رہی ہیں :-

یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران (۵۵-۶-۲)

تم پہ آگ کا دھواں اور اس کی لپٹ چھا جائے گی اور تمہارے پاس کوئی انسانی قوت ایسی نہیں کہ اس کے ذریعہ اس ہلاکت کو دفع کر سکو۔

یہ دنیا کی مغرور و فتح مند طاقتوں کی ٹکر ہے۔ اور اتنی بڑی انسانی درندوں کی لڑائی جتنے بڑے خونخوار اسباع و بہائم آج تک کرۂ ارضی پر پیدا نہیں ہوئے۔ دنیا نے ٹیٹس کے قصے سنے ہیں۔ جس نے یروشلم کو تباہ کر دیا۔ دنیا نے بخت نصر کو دیکھا ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔ دنیا میں ایرانیوں کے قہر و استیلا کے افسانے سُنے گئے ہیں جنہوں نے بابل کو مسمار کر دیا تھا۔ اور رومیوں کے عہد تسلّط و عروج کے ایسے بہت سے فاتح خونریزوں کی روایتیں محفوظ رکھی گئی ہیں جنہوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقوں کو بہت ستایا اور اس کی زمین پر بہت فساد کیا۔

وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکبر مجرمیھا لیمکروا فیھا (۶-۹-۱۴)

اور اسی طرح ہم نے ہر آبادی میں اس کے بڑے بڑے سرکش گنہگار پیدا کئے تاکہ وہ فتنہ و فساد پھیلائیں۔

لیکن خون بہانے کی ایسی شیطانی قوتیں، آگ برسانے کے ایسے جہنمی آلے، اور موت و ہلاکت پھیلانے کی ایسی اشد شدید الہیبت تو کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ زمین کی پشت پر ہمیشہ درندوں نے بھٹ بنائے اور اژدہوں نے پھنکاریں ماریں، مگر نہ تو ایسی درندگی آج تک کسی میں تھی۔ جیسی موجودہ متمدن اقوام کی قوتوں کو حاصل ہے اور نہ اب تک ایسا سانپ اور اژدہا پیدا ہوا جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے ہر فریق کے پاس ڈسنے، نگلنے اور چیرنے پھاڑنے کے لئے عجیب عجیب ہتھیار جمع ہیں پھر اُس اژدہے

Marfat.com

کو دیکھو جو جنوب سے منہ کھولے بڑھ رہا ہے اس ہاتھی کو دیکھو جس کی مستک غرور طاقت سے جھوم رہی ہے سنسمہ علی الخرطوم - اور جس کے دانت ہلاکت کے دو نیزوں کی طرح نکلے ہوئے ہیں۔ اُس بھیڑیے کو دیکھو جو مشرقِ یورپ کے بھٹ سے چیختا ہوا اٹھا ہے اور اُس خونناک چیتے کو دیکھو جولامارک اور روسو کی سرزمین میں خون اور گوشت کے لئے پلا ہے۔ یہ کیسے مہیب ہیں؟ یہ کیسے خونناک آلات سے مسلح ہیں ان سب کا باہم ایک دوسرے پر گرنا اور چیرنا پھاڑنا کرۂ ارضی کا کیسا ہولناک بھونچال ہوگا؟ ایسا بھونچال جو کبھی نہیں آیا۔ ایسا طوفان جو کبھی بھی نہیں اٹھا۔ ایسی آتش فشانی جو کبھی بھی نہ ہوئی اور خداوند کا ایسا غصہ جو اب تک کبھی بھی زمین پر نہ ہوا۔

یوم ترجف الراجفہ	وہ ہولناک دن کہ جب زمین کانپ اٹھے گی۔
تتبعھا الرادفہ، قلوب	جب ایک بھونچال کے بعد دوسرا بھونچال آئے
یومئذ واجفہ، ابصارھا	گا۔ جب انسان کے دل دھڑک اٹھیں گے
خاشعہ، یقولون ءانّا	اور جب اٹھی ہوئی نظریں جھک جائیں گی۔
لمردودون فی الحافرہ	اور وہ کہیں گے کہ کیا ہم (دنیا میں اس قدر
ءاذا کنا عظامًا نخرۃ؟	ترقی کرکے اور آگے بڑھ کے) پھر (وحشت
(۷۹ - ۱۰)	وخرابی کی طرف) لوٹائیں جائیں گے؟ اور
	وہ بھی ایسی حالت میں جب گل سڑ کر کھوکھلی

ہڈیاں ہو جائیں گے؟ (یقین کرو کہ ایسا ہی ہونے والا ہے)

الآیۃ الکبریٰ

اور دیکھو کہ قدرت الٰہی کی یہ کیسی ہولناک نشانی ہے جو ایام اللہیہ کی گزشتہ نشانیوں کو یاد دلاتی ہوئی غفلت کی دنیا اور غرور انسانی کی بستی پر بجلی کی طرح چمکی ہے اور رب الافواج کہتا ہے کہ میں جلال صولت اور جبروت انتقام کو نمایاں کروں گا۔ یہ اُس کے آواز کی الٰہی گرج اور اُس کے دست جلال کا ایسا معذب وار ہے جو ہزاروں برسوں کے عصیان و تمرد

Marfat.com

کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اس بجلی کے مانند جو سرسبز کھیتوں پر گرتی۔ اور اس طوفان کی طرح جو یکایک زمین پر چڑھتا، اپنا کام پورا کر دیتا ہے یہ اس کا قانون ہے جو ہمیشہ سے ہے اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اس قانون انتقام و تبدل نے آبادیاں بدلیں۔ بستیاں اجاڑیں۔ عمارتیں منہدم کیں، قوموں کو ہلاک، مملکتوں کو ویران اور بسے بسائے شہروں کو نابود اور نئی آبادیوں سے اپنی زمین کو معمور کر دیا۔

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فی سبناھا حسابا شدیدا وعذبناھا عذابا نکرا (۶۵-۱۰)

اور کتنی ہی آبادیاں تھیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کی صداقتوں سے سرتابی کی اور عصیان و طغیان پر اتر آئے۔ تب ہم نے بڑی ہی سختی کے ساتھ ان کے کاموں کا حساب لیا۔ اور بڑے ہی سخت عذاب میں گرفتار کیا۔

اور وہی قانون ہے جس کے اندر سے خدا کا دست قہار پھر چمکا ہے اور وہ اپنی زمین کے موجودہ مالکوں سے ان کے کاموں کا حساب لینا چاہتا ہے جیسا کہ پچھلوں سے لیا گیا۔

الم نھلک الاولین، ثم نتبعھم الآخرین، کذالک نفعل بالمجرمین، ویل یومئذ للمکذبین (۷۷-۸)

کیا ہم نے طغیان و عصیان کی پاداش میں اگلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟ پس اسی طرح ہم پچھلی قوموں کو بھی ان کی مانند عذاب میں مبتلا کریں گے۔ یہ ہمارا قانون ہے کہ اپنے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں پس اس دن اللہ کی سچائی کے جھٹلانے والوں پر افسوس۔

متمدن قوموں کا غرور انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے، طاقتوں اور عجیب عجیب ترقیوں نے انھیں متوالا کر دیا ہے۔ ان کو حسب سنن آلہیہ زمین کی حفاظت کا منصب دیا گیا۔ لیکن انہوں نے قوت پا کر جنگ و فساد کی راہ اختیار کی۔ اور طغیان و عصیان سے ارض الٰہی کو بھر دیا:۔

حتی انت الارض من جور الظالمین و استغاثت السماء من طغیان الکافرین، وسمع رب العزۃ انین المظلومین وبکاء الباکین:۔ و ادحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمہ۔

Marfat.com

پس ضروری تھا کہ غرور و طغیان کے لئے کوئی حد ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ مہلت ختم ہو گئی ہو۔ اور کچھ اچنبھا نہیں اگر ارض الٰہی کے امن کے لئے بندگان خدا کی راحت کے لئے اور کمزوروں کو سکھ کی نیند سلانے کے لئے اُن کا خون انہی کے ہاتھوں بہایا جائے جنہوں نے دوسروں کا خون اپنے ہاتھوں بہایا اور اس طرح عدالت الٰہی اُن قوتوں کا حساب جو صدیوں سے تمام دنیا کے اعمال کا حساب لے رہے ہیں :۔

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ (۲۸-۶)

ہم نے ارادہ کیا کہ جو لوگ کمزور و ضعیف کئے گئے اُن پر احسان کریں انہی کو سرداری اور برتری بخشیں اور انہی ناتوانوں کو طاقت ور انسانوں کا وارث بنائیں۔

یہ دنیا کا غرور طاقت ہے جو اب رنگ لایا ہے۔ یہ قوت اور سیادت ارضی کی وہ غذا ہے جو اس نے بڑی ہی حرص و طمع سے کھائی پر ہضم نہ ہو سکی۔ اور اب اسی کا فساد اس کی تندرستی کے لئے مہلک ثابت ہوا ہے :۔

فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرا (۶۵-۲۶)

بالآخر ان کے اعمال کا وبال ان کے آگے آیا اور وہ گو طاقت اور عظمت میں بہت بڑھ چکے تھے لیکن انجام کار گھاٹا ہی گھاٹا ہوا۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

یورپ کا تمدن، اس کی طاقت اُس کا جنگی اقتدار، اس کے عجیب عجیب اسلحہ اور بربادکن ہولناکیاں، اس کے مہیب جہاز اور کئی کروڑ تک پہنچ جانے والی متحدہ فوج الیسی قاہر و جابر تھی کہ ان کی تنبیہ کے لئے خود انہی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے سوا ہر قوت کو پامال کیا اور اپنے سوا اور کچھ رہنے نہ دیا۔ پس کون تھا جو ان کے مقابلے میں نکلتا اور دنیا میں کس کا ہاتھ اتنا قوی تھا جو ان کے آہنی پنجوں پر پڑتا؟ وہ کہ سب سے بڑے ہو گئے تھے اُن کے لئے وہ لوگ کیا کام دے سکتے تھے جو آج سب سے چھوٹے ہو

Marfat.com

گئے ہیں؟ ان کے جہازوں کے مقابلہ کے لئے ان کے جہازوں سے بڑھ کر جہاز چاہیئے تھے مگر وہ کہاں بنتے؟ ان کی توپوں کے لئے ان کی توپوں سے زیادہ ہلاکت بار توپیں درکار تھیں مگر وہ کہاں ڈھلتیں؟

پس جب زمین پر اُن سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا جس کے اندر سے خدا کا ہاتھ ظاہر ہوتا تو دیکھو کہ حکمت الٰہی نے کس طرح خود انہی کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور اس کی یہ تدبیر کی کہ باہمی جنگ و قتال میں مبتلا ہو گئے۔ اب ان کا ہولناک تمدن جس کو ایک ہزار سال کے اندر انہوں نے تیار کیا تھا۔ انہی کی تخریب میں کام آیا اور ان کی ہر ترقی اور ہر بڑائی خود انہی کے لئے وسیلۂ تعذیب ہو گئی۔ اگر ان کی توپوں سے بڑھ کر دوسروں کے پاس توپیں نہ تھیں تو انہی کی توپوں کے گولے اُن کے لئے مقابلے کے لئے سمندر میں تیرنے لگے، ہر پتھر جو انہوں نے اٹھایا خود انہی کے لئے اُڑا۔ اور ہر آلہ جو انہوں نے تیار نہیں کیا وہ انہیں کے لئے متحرک ہوا، انہوں نے بڑا سامان کیا تھا مگر خدا کا سامان سب سے بڑا ہے۔

انھم یکیدون کیدا و اکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویدا۔ (۸۶ - ۱۲)

یہ لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے۔ اور ہم اپنا داؤ کھیل رہے ہیں۔ پس منکروں کو مہلت لینے دو زیادہ نہیں۔ تھوڑی سی۔

یہ کون ہیں؟

یہ کون ہیں جو آپس میں خون اور ہلاکت کرنے کے لئے دوڑے ہیں؟ یہ وہ ہیں جنہیں "امن کے شہزادہ" نے ان کے اولین ظہور کے وقت وعظ سنایا تھا جب کہ وہ گلیل اور یہودیہ اور بیرون پہاڑ کی بھیڑ کو دیکھ کر کوہ زیتون پر چڑھ گیا اور اُس نے اپنے شاگردوں کے لئے تعلیم دی:۔

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے، مبارک ہیں وہ جو دل کے حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کو ورثہ میں پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے"

(متی ۵ - ۲۱)

Marfat.com

پس یہ غریب ہیں، حلیم ہیں، رحمدل ہیں، زمین پر صلح اور امن کرانے کے لئے خداوند کے بیٹے ہیں کیونکہ انہیں کہا گیا تھا۔

تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ خون نہ کرنا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصّے ہو گا وہ سزا کے لائق ہو گا (متی ۵-۲۱) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ (۵-۲۳) تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنے پڑوسی کو پیار کرو، اور اپنے دشمن سے عداوت رکھ، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو۔" (۵-۴۴)

پس یہ ہے اس مقدس تعلیم کا آخری ظہور جو دنیا کے سامنے ہے، اور یہ ہے وہ پاک امانت جو شہزادۂ امن نے اپنی نسل کو دی تاکہ وہ آسمانی باپ کے بیٹے کہلائیں، ان کو غربت کا، حلم کا، تحمل کا، صلح و انبیت کا پیغام دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہودیوں کو خون کرنے سے روکا گیا مگر ایک مسیحی اپنے بھائی پر غصّہ بھی نہیں کرے گا۔ وہ شریر کے مقابلے سے بچے گا اور دشمن تک کو پیار کرے گا۔ مگر آج "مسیح" دنیا میں نہیں ہے جو دیکھے کہ خداوند کے بیٹے کہلانے والے کس طرح خداوند کی زمین کی سب سے بڑی خونریزی کے لئے اٹھے ہیں۔ اور خون بہانے کے ایسے ایسے ہتھیار ان کے کاندھوں پر ہیں جو زمین نے آج تک نہ دیکھے تھے

آہ! آج ان کا وہ حال ہو گیا ہے جس کی زبور میں خبر دی گئی۔ جس کے لئے یشعیاہ نبی نے نبوت کی۔ جس پر یرمیاہ نبی نے نوحہ پڑھا۔ جس پر حزقی ایل نے ماتم کیا اور جس کے لئے ملاکی نبی نے آخری آنسو بہائے۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے لئے اس سے زیادہ نہ تھا جتنا آج خود ان کے لئے ہو سکتا ہے۔ جو یہودیوں کو اس حالت سے چھوڑانے آئے تھے۔

"کوئی راستباز نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ کوئی خدا کا طالب نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ سب گمراہ ہیں۔ سب بے کار ہو گئے۔ کوئی بھلائی کرنے والا نہیں۔ ایک بھی نہیں۔

Marfat.com

قتل نفس

حقوق و فرائض عباد میں سے سب سے اول و افضل فرض یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کی زندگی کی حرمت اور اس کی جان کی عزت کرے، جب تک حرمت زندگی و عزت جان نہیں، اس وقت تک دنیا میں راحت و اطمینان بھی نہیں۔

قابیل و ھابیل :-

کتب آلہیہ نے بتایا ہے کہ اس بدترین فعل شیطانی کا مبتدع اول وہ گنہگار انسان (قابیل) تھا، جس کے سوء نیت اور خباثت قلب کو دیکھ کر خدا نے قربان گاہ میں اس کی قربانی قبول نہ کی، لیکن اس کے بھائی (ہابیل) کی قربانی قبول ہوئی کہ وہ نیت کا خالص اور دل کا نیک تھا یہیں سے قربانی کی حقیقت بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ وہ جانور کی گردن سے خون گرانے کا نام نہیں، بلکہ نیکی اور پاکی کے چند قطرات خونیں سے عبارت ہے جو خدا کے نام پر دل سے کہ مستقر خیالات ہے، ٹپکیں۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا	خدا کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، بلکہ
ولکن ینالہ التقوی منکم (۲۲-۲۸)	صرف تمہاری نیکی ہی خدا تک پہنچتی ہے۔

(قابیل) نے دیکھا کہ خدا نے اس کے بھائی (ہابیل) کی قربانی کو قبول کی عزت بخشی۔ لیکن اس کی قربانی کو عزت نہ دی، وہ رنجیدہ ہوا، اور اپنے بھائی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا (توراۃ۔ پیدائش ۳-۴)

قرآن مجید نے اسی قصہ کو ان الفاظ میں دہرایا ہے :-

واتل علیھم نبأ ابنی آدم بالحق	اے پیغمبر! ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا
اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما	قصہ سنا دے جب دونوں نے خدا کے حضور اپنی
ولم یتقبل من الاخر قال	اپنی قربانیاں پیش کیں تو ایک کی قبول ہوئی اور

Marfat.com

لاقتلنك قال انما يتقبل الله من المتقين، لئن بسطت الیّ یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك، انی اخاف الله رب العالمین، انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتكون من اصحاب النار، وذلك جزاء الظالمین، فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتل فاصبح من الخاسرین (۵-۳۳)

دوسرے کی قبول نہ ہوئی جس کی قبول نہ ہوئی۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ بھائی نے کہا۔ قربانی خدا نیکوں کی قبول کرتا ہے اور تم اگر میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہو تو بڑھاؤ لیکن میں تو نہیں بڑھاتا۔ میں اپنے خدا سے ڈرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا، دونوں کا گناہ تم ہی اٹھاؤ اور دوزخ کے سزاوار بنو کہ ظالموں کی یہی جزا ہے۔ پہلا بھائی اپنے نفس کا مطیع بن کر اپنے بھائی کا قاتل ہوا۔ اور مبتلائے خسران!

یہ پہلی خونریزی تھی جو دنیا میں ہوئی، اور خون بے گناہی کا پہلا قطرہ تھا جو زمین پر گرا۔ دنیا میں جب کبھی اس کی مثال ظاہر ہوگی تو آدم کا قاتل فرزند ہی اس کا ذمہ دار ہوگا کہ اس شرارت کا تخم زمین میں سب سے پہلے اس نے بویا۔

لا تقتل نفس الا کان لابن آدم الاول کفل منها (بخاری)

دنیا میں جب کوئی مظلوم قتل کیا جاتا ہے تو آدم کے فرزند اول کو بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے۔

نیکی اور بدی کا بیج :-

اسی طرح ہر نیکی کا مبتدع اور فاعل اول جب تک وہ نیکی دنیا میں باقی ہے۔ اس کے ثواب عمل سے بہرہ ور ہوگا، کیونکہ سب سے پہلے اسی نے دنیا کو یہ نیکی سکھائی۔ یہی مطلب ہے اس حدیث مشہور کا۔

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها (ص ح)

جو کوئی نیک طریقہ جاری کرے گا۔ اس کو بھی اس نیکی کرنے والے کی طرح ہمیشہ ثواب ملے گا۔

پس جو وجود دنیا میں کوئی بدی لایا، وہ تمام دنیا کا دشمن ہے کہ وہ بدی ہر ایک کے ساتھ ہو سکتی ہے اور جو دنیا کو کوئی نیکی سکھاتا ہے وہ تمام دنیا کا محسن ہے، کیونکہ اس سے دنیا

Marfat.com

کی ہر زندگی متنع ہو گی۔ اسی لئے خدائے پاک نے آدم کے ان دونوں بیٹوں کے قصے کے بعد فرمایا:

من اجل ذلك كتبنا على بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فی الارض، فكانما قتل الناس جميعًا ومن احیاها فكانما احيا الناس جميعا (۵-۳۵)

اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ جو کسی کو بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں اس نے کوئی فتنہ برپا کیا ہو، قتل کرتا ہے۔ وہ گویا تمام بنی نوع انسان کو قتل کرتا ہے اور جو کسی کو اپنی مہربانی سے زندہ کرتا ہے وہ گویا تمام نوع انسانی کو زندہ کرتا ہے۔

حفظِ نفس :-

اس معجزانہ، پراثر اور مخفی طرز ادا کے علاوہ خدا نے کئی بار اعلاناً خونریزی سے منع فرمایا۔ سورہ انعام میں ہے :-

ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق، ذلكم وصاكم به لعلكم تعقلون (۶-۱۵۸)

جان جس کا قتل خدا نے حرام کیا، حق کے سوا، کسی اور سبب سے اس کو ہلاک نہ کرو، خدا تمہارے سمجھنے کے لئے تم کو یہ نصیحت کرتا ہے

اور پھر سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے :-

ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق، ومن قتل مظلومًا فقد جعلنا لولیه سلطانًا، فلا یسرف فی القتل انه كان منصورا (۱۷-۳۵)

جان جس کا قتل خدا نے حرام کیا، حق کے سوا کسی اور سبب سے اس کو ہلاک نہ کرو، جو مظلوم ہو کر مارا جائے، اس کے وارث کو ہم نے قصاص اور بدلے کا اختیار دیا ہے مگر وہ اس انتقام میں تعدی اور زیادتی کسی طرح نہ کرے، اس طرح یقیناً وہ مظفر و منصور ہو گا۔

یہ حکم امن عالم اور حفظ انسانیت سے متعلق ہے، اسی لئے جب کسی دور و عصر میں امن عالم کا محافظ ربانی اور حفظ انسانیت کا واعظ روحانی دنیا میں آیا تو اس نے اس حکم کا اعادہ کیا۔

Marfat.com

تم نے اس فرمان کو سنا ہے جو امن عالم کے ایک "محافظ اکبر" نے مقدس جماعت انسانی کے روبرو اور "بیت خلیل" کے سامنے دنیا کو سنایا تھا؟

الا ان دماءکم واموالکم محرمتہ — آگاہ ہو کہ تمہارا خون، مال ایک دوسرے کے
علیکم اکحرمتہ یومکم ھذا — لئے محترم ہے جس طرح روز حج اس شہر مکہ میں
فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا۔ — اس ماہ ذی الحجہ میں محترم ہے۔

اسی طرح وہ جو "کوہ طور" سے آیا، اور اس نے بھی جو "کوہ زیتون" پر نمودار ہوا یہی کہا تھا کہ "تو خون مت کر"۔

حفظِ نفس کے لئے قتلِ نفس:-

لیکن جس طرح قیام امن و احترام روح انسانیت کے لئے سفک دم و قتل نفس ممنوع ہے، اسی طرح کبھی کبھی انہیں عزیز ترین متاع عالم کی حفاظت و عزت کے لئے سفکِ دم و قتل نفس ضروری بھی ہو جاتا ہے ایک جماعت انسانی کا مجرم ایک نفس زکیہ کا قاتل، ایک حکومت صالح کا باغی، اور ایک برہم زبان امن عالم کا قتل، عین عدل و نفس انصاف ہے، تاکہ دنیا کی صلاح و سلام واپس آئے، اور انسانیت و روح کی عزت و احترام باقی رہے

عفو و انتقام:-

اسلام سے پہلے دنیا نے صرف دو اصولوں پر کام کیا ہے، عفو اور انتقام ہم نے موسےٰ کی شریعت میں "جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" پڑھا ہے لیکن یہ نہیں پڑھا کہ "اے اسرائیل! بُرے بندوں کو معاف کردے"

ہم نے مسیح کو سُنا کہ اس نے گلیل کی سرزمین میں ایک پہاڑ کے نیچے کہا:-

"تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا، آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے، جو تیرا کرتا لے اس کو چوغہ بھی لے لینے دے۔ جو کوئی تجھے ایک

Marfat.com

کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جائے۔"

ہم نے یہ سنا، لیکن یہ تو نہیں سنا کہ اس نے کہا ہو "شریروں اور بدکاروں کو ان کے اعمال کی سزا دو کہ آسمان کی بادشاہت کی طرح زمین کی بادشاہت میں بھی امن و سلامتی ہو۔"

لیکن ہم نے مسیح کے بعد (بطحاء) کی سرزمین میں جبل حرا کے دامن میں ایک اور بولنے والے کا کلام سنا، جس نے گلیل کے منادی کی طرح پہلے کہا:۔

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (۲۳-۹۶)	برائی کا معاوضہ ہمیشہ نیکی سے دو۔
ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اولئک	آنے والے گھر کا انجام ان کے لئے ہے جو برائی
لھم عقبی الدار (۱۳-۲۲)	کو نیکی سے دفع کرتے ہیں۔

لیکن ساتھ ہی اس نے سلطانِ عدل کے جلال، امنیت عالم کے احترام، نظام مدنیت کے قوام، اور قانون و عدالت کی ہیبت کے ساتھ کہا، جیسا کہ موسےٰ نے بادل کی گرج بجلی کی چمک، اور قرنا کی آواز میں سنا تھا:۔

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ	جو تم پر تعدی کرے تم بھی اسی طرح اور اسی قدر اس
بمثل ما اعتدا علیکم واتقوا اللہ و	پر تعدی کرو، خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ خدا
اعلموا ان اللہ مع المتقین (۲-۱۹۴)	اپنے سے ڈرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

پھر اس نے موسےٰ کے قانون کا اعادہ کیا۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس	ہم نے تورات میں لکھ دیا ہے کہ جان کے بدلے
والعین بالعین والانف بالانف والاذن	جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک
بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (۵-۴۸)	کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت
	اور زخم کے بدلے زخم ہے۔

وہ ادھوری باتوں کو جیسا کہ (مسیحؑ) نے کہا تھا، پورا کرنے کے لئے آیا تھا۔ وہ آیا اور اُن کو پورا کیا۔ اس نے کہا کہ "تم دشمنوں سے درگزر کرو اور برائی کو نیکی کے ذریعہ دُور کرو۔"

---

١ تورات۔ سفر خروج ۲۵-۲- اور متی ۵-۳۸ (منہ)

Marfat.com

اس نے صرف یہی نہیں کہا کہ دشمنوں کے تشدد کے ساتھ تحمل کرو بلکہ یہ بھی کہا کہ احسان کرو برائی کو انگیز کرو اور اس کی جگہ نیکی کے ساتھ رد کرو کہ یہ حصولِ امن کا ذریعہ اور کسبِ صلح و سلام کی تدبیر ہے

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ، ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ ، فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقاھا الا الذین صبروا ، وما یلقاھا الا ذوحظ عظیم (۴۱-۳۳)

نیکی اور بدی برابر نہیں۔ نیکی سے بدی کو دور کرو کہ اس سلوک سے وہ جس کو تم سے عداوت ہے تمہارا دوست ہو جائے گا۔ یہ وہ طریقہ اخلاق ہے جس پر صرف صابر اور خوش قسمت انسان ہی عمل کرتے ہیں۔

قانون حفظ و قتل

لیکن یہ عفو و حلم، یہ صفح و درگزر، یہ تحمل و انگیز، کب تک ؟ اس وقت تک جب تک کہ اس شر اور بدی کا اثر شخص واحد تک محدود، اور صرف ایک ذات خاص ہی کے منافع خصوصیہ میں محصور ہو کر یہ جرم ایک شخص واحد اور ذات خاص کا ہے جس کے معاملات و حوادث خصوصیہ کو ہیئت اجتماعیہ اور سوسائٹی سے تعلق نہیں۔

وہ پانی کا ایک ببلہ ہے جو ایک ٹھوکر سے پیدا ہوا اور مٹ گیا۔ اس جرم کو معاف کرو کہ اشخاص کی ذاتی محبت و مودت اور شخصی لطف و رحم کو ترقی ہو، اور دنیا امن و صلح سے بھر جائے یہی وہ موقع ہے جہاں (مسیح) کے حکم پر عمل کرنا عین اسلام کی تعلیم ہے۔

لیکن دنیا میں ایسی بھی بدیاں ہیں جو گو ایک شخص خاص کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں لیکن وہ سمندر کی لہریں ہیں جو ہوا کے جھونکوں سے پیدا ہوتی ہیں اور دور تک پانی کی سطح کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ وہ گو ایک ذات واحد کا گناہ ہے لیکن اپنی وسعت اثر و قوت نفوذ کے لحاظ سے تمام مجتمع انسانی کا گناہ ہے تو ایک شخص خاص کو کیا حق ہے کہ وہ اس گناہ کو معاف کرے، اور اگر کرتا ہے تو وہ خود تمام مجتمع انسانی کا گناہ کر رہا ہے۔

زید، خالد کے گھر میں سرقہ کا مرتکب ہوتا ہے اب خالد کو کوئی حق نہیں کہ وہ زید کے گناہ کو معاف کرے اور اگر کرتا ہے تو گویا اس کو اعادۂ جرائم و معاصی کی تعلیم دیتا ہے۔

Marfat.com

عمر، بکر کے قتل کا مرتکب ہوتا ہے، بکر کا باپ اب حق نہیں رکھتا کہ اس کے اس جرم کو معاف کرے۔ اگر وہ معاف کرتا ہے تو اس کا عفو جرأت آموز جرائم قتل ہے' اس لئے اب عمر، صرف بکر کے موالی و اعزہ ہی کا گنہگار نہیں۔ اسی نکتہ کی طرف کتاب حکیم نے منافع قصاص پر بحث کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے :۔

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا

جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ مرتکب قتل ہوا ہو یا اس نے زمین میں فساد برپا کیا ہو قتل کر دیا تو اس نے گویا تمام دنیا کو قتل کر دیا اور جس نے ایک کو زندہ بچایا تو اس نے گویا تمام دنیا کو زندگی بخشی۔

یہ وہ موقع ہے جہاں اسلام نے موسےٰ کی اس شریعت کا حکم دیا ہے کہ "جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ"

قرآن مجید نے ان دونوں مواقع کی تفریق و تمیز سے تورات و انجیل کی شریعت عفو و انتقام کی جو ناقص تھی، تکمیل کی اور اس طرح وہ پورا ہوا جو (مسیح) نے کہا تھا کہ "میرے بعد آنے والا میری ادھوری باتوں کو پورا کر دے گا۔"

اخلاق اور قانون

مسئلہ عفو و انتقام کی نسبت ایک اور نکتہ بھی قابل لحاظ ہے۔

دنیا میں دو چیزیں ہیں :۔ اخلاق اور قانون۔ اخلاق کا تعلق انسان کی ذات سے اور قانون کا تعلق حکومت اور مجتمع انسانی سے ہے عفو و درگزر اور صفح و مغفرت ایک انسان کا بہترین وصف ہے لیکن اگر اس سے تجاوز کر کے وہ حکومت اور جمعیت انسانی تک پہنچ گیا تو وہ قانون کی سرحد میں آگیا۔ جہاں مغفرت گناہ عظیم اور صفح و عفو جرم کبیرہ ہے یہ جرأت آموز جرائم ہوتا ہے اور برہم زن امن انسانی۔

اسی لئے اس ارحم الراحمین نے فرمایا جہاں اپنے معجزانہ انداز کلام میں فرمایا کہ :۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی   اے دانشمندو! نوع انسانی کی بقا و حفاظت

Marfat.com

قصاص اور بدلے ہی میں ہے۔

الالباب (۲-۱۷۹)

گزشتہ آیت کو پھر پڑھو۔

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (۵-۳۲)

جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ مرتکب قتل ہوا ہو یا اس نے زمین میں فساد برپا کیا ہو قتل کر دیا۔ تو اس نے گویا تمام دنیا کو قتل کیا اور جس نے ایک کو زندہ بچایا، اس نے گویا تمام دنیا کو زندگی بخشی

اس موقعہ پر اگر قارئین کرام اس سلسلہ مقالات پر بھی ایک نظر ڈال لیں جو (الہلال) جلد اول میں "امر بالمعروف" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، تو مطالب زیادہ وضاحت کے ساتھ ذہن نشین ہوں۔

اسلام دونوں کا جامع ہے :-

مسیح کی تعلیم صرف اخلاق ہے اور موسےٰ کی شریعت صرف قانون، لیکن وہ جس نے کہا کہ "میں خانہ نبوت کی آخری اینٹ ہوں"؎ وہ جس طرح معلم اخلاق تھا، اسی طرح ایک مقنن آئین و قانون بھی تھا۔ اس نے کہا۔

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا، فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ ان اللہ لا یحب الظالمین و لمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیھم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و

خدا کے پاس کی وہ اجرت جو سراسر خیر اور دائمی ہے، ان لوگوں کے لئے ہے جو اس سرکشی و بغاوت کا جواب کے ساتھ کی جائے انتقام لیتے ہیں کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے البتہ جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر خدا پر ہے وہ ظالموں کو پیار نہیں کرتا۔ جو اپنی مظلومی کے بعد

؎ آنحضرت نے ایک تمثیل میں اپنے آپ کو تکمیل دین کے لئے تشریف لائے تھے مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دی ہے جس کے بعد مکان کی عمارت کامل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

يبغون في الارض بغير الحق، اولئك لهم عذاب اليم، ولمن صبر و غفر ان ذلك لمن عزم الامور (۴۲-۴۰)

اپنے ظلم کا انتقام لے تو اس پر بھی کوئی الزام نہیں الزام تو انہیں پر ہے جو خود لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے مگر جو صبر کرے اور دوسروں کی خطائیں بخشدے تو یہ بڑی ہی عالی حوصلگی کے کام ہیں

اسلام اور شرائع سابقہ کا یہ فرق ایک نہایت اہم اور اصولی نکتۂ دقیق ہے اور افسوس کہ اس کی تشریح ضمناً ممکن نہیں، اور مصیبت یہ ہے کہ ایک موضوع پر لکھتے ہوئے کتنے ہی ضمنی مطالب کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے۔

حاصلِ مبحث :-

ان تمام آیات میں بار بار اعادہ ہوا ہے کہ شریعت حقۂ الٰہیہ نے خونریزی کو اکبر الجرائم اور قتل نفس کو معصیت کبریٰ قرار دیا ہے تاہم بقائے حفظِ اسلام عالم، دانیت انسانی و قیام عدل و نظام کے لئے دو وصف کے لوگوں کا خون بہانا صرف جائز بلکہ ضروری و الزام بھی بتلایا ہے۔

(۱) ایک وہ جس نے کسی مظلوم انسان کا ناحق خون کیا۔ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کے عمل بد سے دنیا محفوظ رہے اور اس کا اقدام خونیں متعدی نہ ہو۔

(۲) دوسرا وہ جو زمین کے امن و سلامتی کو برباد اور قوموں کے سکون و راحت کو غارت کرتا ہے جو انسانوں کے خون کی عزت نہیں کرتا، جس کا وجود دنیا کے لئے باعث مصائب و حوادث اور موجب برہمی صلح و سلام ہے اور جو انسانوں کے قدرتی حقوق اور خدا کی بخشی ہوئی آزادی اور خود مختاری کو غارت کرنا چاہتا ہے وہ بھی قتل کیا جائے کہ فی الحقیقت اس کی موت دنیا کی زندگی ہے۔

ولكم في القصاص حيوٰة يا اولي الالباب (۲-۱۷۹)

دانشمندو! قصاص و انتقام کے خون ہی میں تمہاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔

اور اسلام کا یہ قانون کس کو معلوم نہیں؟

Marfat.com

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (۴۲-۴۰) اور بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے جیسی کہ کی گئی

یہی اصل الاصول دنیا کے مادی قوانین اور عدالت کو بھی قرار دینا پڑا ہے اور سیاست اخلاقی بھی اپنی تعلیم رحم و درگزر کو یہاں پہنچ کر یکسر پھیلا دیتی ہے، وہی عدالت جو خونریزی کو جرم بتلاتی ہے جب خونریزی کی جائے تو اس کا انصاف خونریزی ہی سے کرتی ہے اور جس نے تلوار سے خون بہایا ہے اس کو عدالت کے جلاد کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے! یا سولی کے تختے پر کھڑا کیا جاتا ہے!

اخلاق سے بھی اگر فتوے طلب کیا جائے تو وہ عدالت کا ساتھ دے گا۔

کیونکہ اس بارے میں اصل الاصول یہ ہے کہ انسانی زندگی اور اس کے فطری حقوق کی حفاظت کی جائے، رحم بھی اسی لئے ہے تاکہ کسی پر سختی کر کے اس کے حیات و حقوق طبعیہ کو گزند نہ پہنچایا جائے، درگزر اور عفو بھی اسی لئے ہے تاکہ انسانی زندگی کا احترام اور انسانی حقوق حیات کا اعتراف کیا جائے لیکن اگر اس عفو و درگزر، اس تعلیم حفظ نفس اور عدم قتل و خونریزی سے خود وہی اصل الاصول خطرے میں پڑ جائے جس کی بنا پر یہ تمام اصول قائم کئے گئے تھے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جس طرح انسانی زندگی و حقوق کی حفاظت کے لئے منع قتل کی تعلیم دی جاتی تھی، ٹھیک ٹھیک اسی طرح انسانی زندگی اور حقوق کی حفاظت ہی کے لئے قتل و خونریزی کی بھی اجازت دی جائے۔

اخلاق کا واعظ کہتا ہے کہ "قتل مت کرو" اور عدالت فیصلہ کرتی ہے کہ قاتل کو پھانسی پر چڑھاؤ" دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور ٹھیک ٹھیک ایک ہی درجے میں دونوں انسانی زندگی اور حقوق طبیعی کے محافظ ہیں۔ پہلا خون کے روکنے کے لئے ایسا کہتا ہے تو دوسرے کا بھی فیصلہ خون ہی کی حفاظت کے لئے ہے۔

البتہ اس عالم کی ہر راہ پل صراط ہے، اور صراط مستقیم عدل و اعتدال کا نام ہے، پس اگر اخلاق کے واعظ نے تفریط کی، اور قانون و سیاست نے افراط تو دونوں کی تعلیم نظام امن و عدل کو درہم برہم کر دے گی۔

کوہ سینا کے اعتکاف نشین نے مقدس تختیوں پر جو کچھ لکھا اور گلیل (گلیلی) کی گلیوں میں جس

Marfat.com

اخلاق کی منادی کی گئی، وہ دونوں نظام وقوام کے دو علیحدہ عنصر ضرور تھے، پر الگ الگ دنیا کے لئے بیکار تھے۔ ایک بجسر قانون تھا جو بقول یہودی الشاپرداز (پولوس) کے "صرف سزا ہی دے سکتا تھا پر بچا نہیں سکتا تھا۔" (۱) دوسرا اخلاق محض تھا جو حسن وجمال میں تو دل فریب تھا پر عمل ونظام کے لئے بالکل بے کار تھا۔ یہ دونوں عنصر الگ الگ دنیا کے دکھ کے لئے نہ صرف بیکار ہی تھے بلکہ اس کی بیماری کو اور زیادہ کرنے والے تھے۔

لیکن جب وہ دنیا سے گیا "جس کا جانا ہی بہتر تھا تاکہ آنے والے کو جلد بھیجنے کے لئے اپنے آسمانی باپ سے سفارش کرے" (۲) اور خداوند نے (طور) اور زیتون کے پہاڑوں کی جگہ (فاران) کی چوٹیوں سے اپنی ندا بلند کی، تو وہ آگیا جو موسیٰ کے قانون اور مسیح کے وعظ کو پورا کرنے والا تھا" اس نے ناقص کو کامل اور ادھورے کو پورا کیا، اور ان دونوں عنصروں کو جو الگ الگ تھے، تسویہ واعتدال کے ساتھ اس طرح ترکیب دیا کہ قانون کا عدل اور اخلاق کا رحم دونوں باہم مل گئے اور انسانیت ونظام انسانی کا ایک مرکب صحیح وصالح پیدا ہو گیا۔

اس مرکب میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا اور ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور" دونوں عنصر موجود ہیں۔

یہی شریعت حقہ الٰہیہ ہے یہی ناموس طبیعی وسنۃ ربانی ہے، یہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا ہے، اور اگر ایک لمحہ ایک دقیقہ کے لئے بھی اس کی حکومت دنیا سے اٹھ جائے اور صرف (تورات) کی قساوت یا صرف (انجیل) کی محبت دنیا پر مسلط ہو جائے، تو دونوں حالتوں میں دنیا امن ومدنیت کی جگہ قتل وخونریزی، نہب وسلب وحشت وسبعیت اور جرائم ومعاصی کا ایک شیطان کدہ بن جائے!

آخری نتیجہ:-

آخری نتیجہ جو ان مواد وترتیبات کے بعد سامنے آتا ہے، یہ ہے کہ شریعت الٰہیہ نفس انسانی کی محافظ ہے اور اسی لئے وہ دو صورتوں میں (حسب تصریح بالا) قتل نفس کو فرض والزم قرار دیتی ہے۔ ان صورتوں میں انسانوں کا قاتل مجرم وعاصی نہیں ہوتا بلکہ ایک نیابت

Marfat.com

مقدس فرض انسانیت و عدالت حقہ انجام دینے والا ہوتا ہے، وہ ویسا ہی محب انسانیت اور نوع خواہ دامن پرست ہے جیسا کہ خود قانون اور عدالت کی قوت، اس کا اخلاقی عمل نہایت اقدس و محترم ہے کیونکہ وہ اس قتل نفس کے ذریعے تمام جمعیت انسانی اور عدل و نظام امنیت کی خدمت انجام دیتا ہے۔

دنیا کا قانون اور اخلاق دونوں شریعت الٰہیہ کے اس اصول و حکم کے قولاً و عملاً، دونوں طرح پیرو ہیں، گو بعض اوقات اپنے قول و عمل کو بھول جائیں۔

عود الی المقصود:۔

پس اسی لئے تھا کہ حضرت (موسیٰ) علیہ السلام نے مصر کے بازار میں ایک قبطی پر ہاتھ اٹھایا اور وہ مر گیا۔ اس کا قصہ "قصص بنی اسرائیل" کے سلسلے میں قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور یہ آج کی تمہید طویل اس لئے تھی تاکہ کل اس واقعہ پر ایک غائر نظر ڈال سکیں اور پہلے ایک اصولِ قانون و فیصلۂ اخلاق و شریعت ذہن نشین ہو جائے۔

Marfat.com

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ

لوگوں کے نتائج اعمال کا وقت قریب آ لگا۔

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ

لیکن اس پر بھی وہ غفلت میں سرشار اور اللہ کی طرف سے منہ موڑے ہوئے ہیں

استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ ، مالکم من ملجاء یومئذ و مالکم من نکیر ، فان اعرضوا فما ارسلنک علیہم حفیظا ، ان علیک الا البلاغ (۴۲ - ۴۶)	اے غافل لوگو! اُس فیصلہ کے دن کے آنے سے پہلے اپنے خدا کا کہا مان لو، جو اس کی طرف سے اعمال کے نتائج میں آنیوالا ہے اور اس کا ٹلنا ممکن نہیں اس دن نہ تو تمہارے لئے کہیں پناہ ہوگی اور نہ تم اپنے اعمالِ بد سے انکار ہی کر سکو گے!

اگر اس طرح سمجھا دینے پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو (اے پیغمبر) ہم نے کچھ تم کو ان پر داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں۔ تمہارے ذمے تو بس حکم الٰہی کا پہنچا دینا ہی ہے۔ ماننا یا نہ ماننا سننے والوں کا کام ہے۔

ایڈریانوپل جو خلفاء بلقان کی راہ کامیابی میں بظاہر آخر مانع کامیابی تھا، بالآخر مسخر ہوگیا، مع (جامع سلیم) کی مقدس محرابوں کے جنہوں نے دو صدیوں سے اپنے نیچے صرف سجدہ ہائے نیاز اور زمزمہ ہائے توحید و تکبیر ہی کو دیکھا تھا، اور مع ان بلند اور عظیم الہیت منارں کے جن پر آج تک روزانہ اعلان و شہادت توحید کی ایک صدا بھی نقصان نہ ہوئی تھی۔ وہ فتح ہوگیا، حالانکہ ہمارے جوش و بیداری کا لشکر عظیم اب تک غفلت و سرشاری کے قلعہ میں محصور ہے اور عبرت اور تنبیہہ کے پیہم ہجوم اب تک اسے مسخر نہیں کر سکے! فیا حسرتنا! و یا ویلتنا!

Marfat.com

دیا ندا!

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد ان کان فی القلب اسلام و ایمان

میں سفر میں تھا جب میں نے اوّل بار یہ خبر سُنی۔ میں نے دیکھا کہ اس خبر کی تصدیق کے بعد بھی دنیا ویسی ہی تھی، جیسی اس سے پہلے، میں نے دیکھا کہ ہم اپنے کاروبار میں مصروف اور اپنی احتیاجات میں بدستور منہمک ہیں، وقت پہ کھانا کھاتے ہیں اور وقت پر آرام دہ نیند کے انتظار میں بستروں کو تلاش کرتے ہیں زندگی کی مصروفیتوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اپنے اندر بھی دیکھا تو حالت ویسی ہی پائی جیسی کہ کل تک تھی، حالانکہ ہم میں سے کوئی بھی اس خبر کے سننے کے لئے تیار نہ تھا۔

میں نے سوچا کہ کیا کسی دن اسی طرح قسطنطنیہ کے مسخر ہو جانے کی خبر آجائے گی؟ قسطنطنیہ کیا شے ہے؟ میں نے سوچا کہ ایک دن ہماری آخری متاع عزت یعنی بیت جلیل خلیل اللہ اور مسجد مطہرۂ رسول اللہ پر بھی طاغیۂ صلیب کے حملہ آور ہو جانے کی خبر آجائے گی اور ہم اسی طرح اپنی رفتار مدہوشی میں آگے بڑھ جائیں گے؟ فما ذا جری علی المسلمین؟ ومن الذی دفع بہم من علیین الی اسفل سافلین؟

ولقد اخذناھم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون (۲۳ - ۶ ۷)	اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں گرفتار کر دیا پھر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ اب بھی اپنے خدا کے آگے نہیں جھکتے اور اپنی غفلت پر نہیں روتے؟

دنیا میں قوموں کے لئے بڑے بڑے کام ہیں، بہت سے ہیں جن کو اپنے عظیم الشان ایوان حکومت اور تخت جلال کی آرائش کرنی ہے بہت سے ہیں جن کو اپنے عظیم الشان متمدن شہروں اور اپنی عالمگیر تجارت کی حفاظت مقصود ہے بعض اپنی قومی دولت و ثروت کے بڑھانے کی فکر میں ہیں اور بعض خدا کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے انتظام میں لیکن غور کرو کہ اب ہمارے لئے دنیا میں کیا کام باقی رہ گیا ہے حکومتیں نہیں رہیں کہ ان کے دبدبہ و سطوت کا نقارہ بجائیں، دولت و ثروت کب کی جا چکی ہے اور جو رہ چکی ہے وہ بھی برف آتش زدہ ہے نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی فکر کریں کہ جو چند گوشے اپنے ایام ذلت و نکبت بسر کرنے کے لئے باقی رہ گئے تھے اُن کے لائق بھی نہ نکلے۔ تہذیب، و تمدن

Marfat.com

کی جگہ وحشت و جہالت ہمارا مایۂ انسانیت سمجھا جاتا ہے اور دنیا کی قوموں کی فہرست میں ہمارے نام کے ساتھ "وحشی" اور "ناقابل حیات زندگی" کے القاب لکھے جاتے ہیں کیونکہ اللہ کی زمین پر رہنے کے اب قابل نہیں رہے ہم سے زمینیں چھین لینی چاہئیں اور جس قدر جلد ممکن ہو، ہمارے بارِ ذلت سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیئے ہماری تیرہ سو برس کی تاریخ کے بعد آج کل کی سرگزشت حیات صرف اتنی ہی باقی رہ گئی ہے۔ فیا للعار ویا للاسف! ولا الا ثم الا الا!

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تو
اے خون شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

ہماری تمام متاع اقبال لٹ چکی ہے، ایوان حکومت کھنڈر رہے ہیں اور تخت شاہی الٹ گئے ہیں اب ہمارے پاس کچھ باقی رہ گیا ہے تو بس یہی چند مسجدوں کی محرابیں ہیں اور چند عبادت گاہوں کے صحن اور یا پھر وہ گنبد سبز، جس کے نیچے دنیا کا سب سے بڑا انسان سو رہا ہے۔

لیکن آج ایڈریانوپل کی جامع سلیم کے صحن میں بلغاریوں کے بوٹوں کی گرد اڑ رہی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ کل اور کیا کچھ نہ ہوگا؟

پھر اے وہ لوگو! کہ اپنے ایوان حکومت کی حفاظت نہ کر سکے، کیا آج خدا کی عبادت گاہوں کی محرابوں اور اس کی صدائے توحید بلند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کر سکو گے

غفلت سرشت انسان کا قاعدہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں اس کے لئے اس قدر جگر دوز اور زہرہ گداز ہوتی ہیں کہ ان کا تصور بھی کرتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے لیکن پھر جب وقت آجاتا ہے اور وہ مصیبت سر پر آکر کھڑی ہو جاتی ہے تو کچھ دیر تک متحیر رہ کر کچھ دیر رو دھو کر اور کچھ دیر ماتم و فغاں سنجی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے اور جس وقت کے تصور سے لرز جاتا تھا اس کو اس طرح جھیل جاتا ہے گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا۔

ایک مدت سے ہم عالم اسلام کے آخری مصائب کے تصور سے کانپ رہے ہیں "آخری وقت" اور "فیصلہ کن وقت" ہماری زبانوں پر ہے ہم اس وقت کا ذکر کرتے

Marfat.com

تھے، جب اعدائے اسلام ہمارے نیست و نابود کر دینے کے لئے اکٹھا ہو جائیں گے، ہم اس مصیبت کبریٰ کے خیال سے لرز اُٹھتے تھے، جب دشمن قسطنطنیہ کے دروازوں پر آپہنچیں گے، ہم غافلوں کو ڈراتے تھے کہ ہوشیار ہوں، کیونکہ ایک وقت آنیوالا ہے، جب آخری فیصلہ کی گھڑی سر پر آجائے گی۔ ہم سوتوں کو جگاتے تھے کہ اُٹھ کھڑے ہوں کیونکہ وہ "فزع اکبر" اور "طامۃ الکبریٰ" کا وقت کبھی نہ کبھی آنے والا ہے، جب کہ فنا و بقا اور موت و حیات کا فیصلہ آخری ہو جائے گا۔

پھر اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو اس وقت موعودہ اور مصیبت منتظرہ کا دن تو آگیا اور اگر اس کی آخری ساعات نہیں آئی ہیں تو اس کو بھی دُور نہ سمجھو۔ لیکن کیا اپنی غفلت پسندگی کی عام عادت کی طرح اس بارے میں بھی ہمارا ویسا ہی حال ہو گا، جیسا کہ ہر آنے والی مصیبت کے آجانے کے بعد ہوا کرتا ہے؟ کیا ہم اسے بھی جھیل جائیں گے؟ کیا چند آنسوؤں کی ریزش، اور چند آہوں کی کشش سے زیادہ کچھ نہ ہو گا؟ اور کیا پانی سر سے گزر جائے گا اور ہمارے ہاتھوں کو حرکت نہ ہو گی؟

خاک بدہنم، تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ وہ سب کچھ ہو گیا۔ جس کے ہونے میں اب کچھ دیر نہیں ہے۔ چشم تصوّر سے کام لو کہ جس آخری ساعت کے تصوّر سے ڈرتے تھے اور ڈراتے تھے، وہ مع اپنی آخری ہلاکتوں اور بربادیوں کے آگئی، انگلستان نے عرب و عراق اور حجاز و حمرین کی ریاست کی دیرینہ آرزو پوری کر لی، شام پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ بقیہ ایشیا جرمنی کے زیر علم آگیا، قسطنطنیہ اور درِ دانیال کا بھی وہ حشر ہو گیا، جو مسئلہ مشرقی کے انفصال کے وقت سب سے پہلے ہو کر رہے گا اور اپنی موت کی آخری خبر بھی ہم نے موجودہ جنگ کی خبروں کی طرح رپورٹر کی زبانی سن لی، تو پھر بتلاؤ کہ اس وقت اس کے سوا اور کیا ہو گا، جو کچھ کہ اس وقت ہو رہا ہے؟ کیا در و دیوار سے سر ٹکراؤ گے؟ کیا آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں چلے جاؤ گے؟ کیا گنگا اور جمنا کی سطح تم کو اپنی آغوش میں لے کر بچالے گی؟ یا بحرِ عرب کی موجوں میں تمہیں پناہ مل جائے گی؟

اگر ایسا نہ ہو گا تو پھر کیا دنیا میں کوئی انقلاب عظیم ہو جائے گا؟ کیا آفتاب اپنے مرکز

حرکت کو چھوڑ دے گا ؟ کیا زمین حرکت سے معطل ہو جائے گی ؟ کیا ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے ؟

اگر یہ بھی نہ ہو گا تو کیا ہم رات کا سونا اور دن کا کاروبار چھوڑ دیں گے ؟ کیا کھانا پینا بالکل بند کر دیں گے ؟ اور کیا ہم کو زندگی احتیاج باقی نہیں رہے گی ؟

حالانکہ ہم کو دنیا کے اندر تبدیلی پیدا ہونے کی خواہش کا کیا حق ہے، جب ہم خود اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے ؟

دنیا اس طرح کبھی نہیں بدلی ہے، اور وہ ہماری اُمیدوں اور ولولوں کی تابع نہیں، ایران نے بابل کو مسمار کر دیا۔ مگر آفتاب اسی وقت طلوع ہوا جیسا کہ روز ہوتا تھا، سکندر نے ایران میں آگ لگا دی، مگر انسان نے اپنے گھروں کو اور صحرا کی چڑیوں نے اپنے آشیانوں کو نہیں چھوڑا، بابل و نینوا کے عظیم الشان تمدن برباد ہو گئے، مگر ان کی بربادی کے ماتم میں شاید کائنات کے ایک ذرے نے بھی زحمت نہ اٹھائی۔ یونان اور روما ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے طلائی مندروں اور سنگی دارالعلوموں کی دیواریں سرنگوں تھیں اور اسکندریہ کے بیت العلم کا چراغ گل ہو گیا تھا۔ مگر عرب کے شتر سواروں نے کب اس کی پرواہ کی، اور اس انقلابِ عظیم نے کب کاروبارِ عالم کو معطل کیا ؟

اس کائنات ارضی کی گھڑی اپنے کیل پرزوں پر چل رہی ہے اور وہ ان حوادث و تغیرات سے بند نہیں ہو سکتی۔ پس اس کی تبدیلی کی خواہش بے فائدہ ہے۔ اس میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہماری خاطر اب ہو گی، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ البتہ ایک دنیا خود تمہارے اندر موجود ہے، سخت تعجب اور حیرت ہے اگر ان حوادث و انقلابات سے خود اس کے اندر کوئی تبدیلی نہ ہو اور اگر اس وقت نہ ہو گی تو پھر اور کس وقت کا انتظار ہے ؟

ہماری ساری بدبختی اس میں ہے کہ ہم اپنی فتح و شکست کو ایڈریا نوپل کے سامنے ڈھونڈھتے ہیں، حالانکہ اس کا اصلی میدان تو ہمارے دل کے اندر ہے وفی انفسکم افلا تبصرون ؟ جب تک ہم خود اپنے اندر فتحیاب نہ ہوں گے اس وقت تک باہر بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

العجل العجل ! الساعۃ الساعۃ !

ہاں ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آگیا ۔ ایک یوم الفصل تھا ، جس کا آفتاب طلوع ہوگیا ۔ پرانی پیشینگوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ فقط مایہ امیدواری مابدبختان عالم بود) روز بروز ہم پر بند ہو رہا ہے پس وقت آگیا ہے کہ جس کو اٹھنا ہے اٹھے ، جس کو چلنا ہے چلے ، اور جس کو اپنے روٹھے ہوئے خدا سے صلح کر لینی ہے کر لے ۔ کیونکہ ساعت آخری نتائج سامنے ، مہلت قلیل ، اور فرصت مفقود ہے فتنبھوا عباد اللہ ! وقوموا ایھا المسلمون الغافلون ! وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ، ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون ان شر الدواب عند اللہ ، الصم البکم الذین لا یعقلون ۔

جستجوئے مقصود و توفیق الٰہی

موسم گزر رہا ہے آسمان ہمیشہ مہربان نہیں ہوتا ، اور وقت جاکر پھر واپس نہیں آتا آج آٹھ ماہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ عالم اسلام میں جو ایک عام حرکت بیداری پیدا ہوگئی ہے اور موجودہ مصائب نے بالخصوص مسلمانان ہند کے دلوں پر جو اضطراب طاری کر دیا ہے ، وہ ایک اصلی اور حقیقی قوت کار ، اور ایک آخری فرصت عمل ہے ، جس سے اگر کوئی صحیح اور موصل الی المقصود کام نہ لیا گیا تو پھر ہمیشہ حسرت و ماتم کے سوا اور کچھ نہ ہوگا ۔

روپیہ کا فراہم کرنا ، جذبات و عواطف اسلامیہ کو حرکت میں لانا ، مجالس تذکرۂ مصائب اور مجامع تحریک و تشویق اور اسی طرح کی تمام باتیں ، دراصل ضمنی اور بطور ذرائع و وسائل کے تھیں ۔ پھر اگر ہماری تمام بیداری صرف آلات کی تیاری ہی میں صرف ہوگئی اور اصل عمل کی توفیق نہ ملی ، تو یہ ایک بہت بڑی بدبختی ہوگی ۔

لوگوں کی نظر سطحی اور بالائی چیزوں پر تھی ، مگر میں حقیقت حال کو سوچ رہا تھا ۔ لوگ

Marfat.com

مناسف نہ تھے کہ مجھ میں اس خوشنما نہیں، انہیں بدل ڈالئے، مگر میں رو رہا تھا کہ بنیاد کھوکھلی ہو گئی ہے اس کی درستگی کی کیا تدبیر ہو؟

اصلی چیز یہ تھی کہ یہ وقت کے مصائب دراصل ان دائمی اور مستمر اسباب کا نتیجہ تھے جو پچھلی دو صدیوں سے عالم اسلامی پر طاری ہیں اور جب تک صرف پانی کے ڈول بھر بھر کر پھینکنا یا در و دیوار کو مضبوط بنانے کے لئے مصالحہ جمع کرنا بالکل لاحاصل ہے۔

میں اپنے کاموں سے غافل نہ تھا (الہلال) میں جو کچھ لکھ رہا تھا، اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی ہمتوں اور عزموں کا اصلی مصرف نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ کسی اور مقصود حقیقی کی طرف جانے کے لئے ایک وسیلہ و ذریعہ یقین کیا لیکن مشکل یہ تھی کہ طریق عمل کا فیصلہ آسان نہ تھا۔

اس عرصے میں کتنی اسکیمیں بنائیں، اور پھر ان کو چاک کیا۔ کتنی راہیں سامنے آئیں اور پھر ایک قدم اٹھا کر واپس آگیا، ہمارا مرض ایک ہی نہیں ہے اور ہمارا گھر ہر طرف سے اجڑا ہوا ہے ضرورت ایک ایسے راہ عمل کی تھی کہ ایک ہی راہ ہو کیونکہ ایک وقت میں انسان ایک ہی راہ پر چل سکتا ہے لیکن ایسی ہو کہ پھر اس کے بعد کسی دوسری راہ کے تلاش کی ضرورت باقی نہ رہے اور ہمارے تمام امراض کے لئے ایک نسخہ وحید اور علاج جامع ہو۔

آپ یقین کیجئے کہ میں نے بہت سوچا۔ انسانی دماغ کسی چیز پر جس قدر غور کر سکتا ہے شاید میں نے ہمیشہ کیا اور متصل اور پیہم کیا، مگر باایں ہمہ کسی ایک تجربہ اور راہ پر پہنچ کر نہ رک سکا۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا اور قریب تھا کہ مجھ پر عالم تحیر و تعطل طاری ہو جائے اور قوت فیصلہ جواب دے دے۔

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور۔

لیکن جب کہ میں تلاش مقصود میں بھٹک رہا تھا تو اس نے جس کا ہاتھ ہمیشہ گم گشتگان حیرانی کا دستگیر، اور گم گشتگان تحیر کے لئے رہنما و دلیل ہے میرا ہاتھ پکڑ لیا، اور چہرہ مقصود کو بے نقاب کر دیا۔ میں نے اس بجلی کی طرح جو اچانک ظلمت طوفانی میں چمکتی ہے اس کو دیکھا پر اس نے بجلی کی طرح مجھ سے بے وفائی نہ کی اور اپنی روشنی دے کر پھر واپس نہ لی

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، وان اللہ لمع المحسنین (۲۹ - ۶۹)

Marfat.com

اب میری حیرانی ختم ہوگئی ہے، میں ظلمت میں نہیں بلکہ الحمد للہ کہ روشنی میں ہوں، پس تیار ہوں کہ اٹھوں اور جو راہ اس نے دکھلائی ہے بلاتوقف اس کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ وہ جو دلوں کو کھولتا، دماغوں کی رہنمائی کرتا، آنکھوں کو دکھلاتا اور ہاتھوں کو پکڑتا ہے، ضرور ہے کہ اپنی رہنمائی کا دروازہ اب بھی کھلا رکھے گا اور ٹھوکروں اور گمراہیوں سے بچائے گا وہ ہر اس دل کے ساتھ ہے جو اس کے ساتھ ہونا چاہے اور ہر اس بھروسہ کرنے والے کو بچانے والا ہے جو اس پر بھروسہ کرے۔ واللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور (۲-۲۵۸)

Marfat.com

یالیت قومی یعلمون

یایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیهود والنصٰرٰی اولیاء بعضهم اولیاء بعض، ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظالمین ٥ (مائدہ ۵۱)

مسلمانو! (ان) یہود اور نصاریٰ کو (جو اسلام کے خلاف جنگ پر متفق ہو جائیں) اپنا دوست نہ بناؤ! یہ لوگ تمہارے مٹانے کے لئے اپنی سازشوں میں ایک دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی (باوجود اسلام کی مخالفت کے) ان کو اپنا دوست بنائے گا تو یقیناً اللہ کے نزدیک اس کا بھی شمار انہی دشمنان دین وحق میں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور نافرمانوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

فتری الذین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة فعسی الله ان یاتی بالفتح او امر من عنده فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسهم نادمین ٥

جن لوگوں کے دلوں میں اسلام فروشی اور نفاق کا روگ ہے تم دیکھو گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنا دوست بنانے میں بڑی جلدی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس بات کا ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آجائیں۔ سو کچھ عجب نہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کامیابی عطا کرے یا کوئی اور غیبی امر ظاہر ہو اور اس وقت یہ لوگ اس نفاق پر جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں پشیمان ہوں گے۔

والصافات صفا۔ فالزاجرات زجرا، فالتالیات ذکرا کہ ملتوں کا خاتمہ فرضوں کا وقت آخر، ہمتوں کا امتحان اور سعی وجہد کے انتہائی لمحے درپیش ہیں۔ فالوقت ضیق والخطب شدید، والاهواء رغمات، والوساوس سلطان، فبای حدیث بعدها یؤمنون؟

Marfat.com

میں وہ صور کہاں سے لاؤں جس کی آواز چالیس کروڑ دلوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دے؟ میں اپنے ہاتھوں میں وہ قوت کیسے پیدا کروں جن کی سینہ کوبی کے شور سے سرگشتگان خواب موت اور ہوشیار ہو جائیں؟ آہ کہاں ہیں وہ آنکھیں جن کو درد ملت میں خون باری کا دعوے ہے؟ کہاں ہیں وہ دل جن کو زوال ملت کے زخموں پہ ناز ہے؟ کہاں ہیں وہ جگر جو آتش دغیرت وحمیت کی سوزش کے لذت واشنا ہیں؟ اور پھر آہ! کہاں ہیں اس برہم شدہ انجمن کے ماتم گسار، اس برباد شدہ قافلے کے نالہ ساز، اس صف ماتم کے فغاں سنج اور اس کشتی طوفانی کے مایوس مسافر جن کی موت وحیات کے آخری لمحے جلد جلد گزر رہے ہیں اور وہ بے خبر ہیں یا خاموش رہتے ہیں یا مایوسی سے چپ وراست نگراں، مگر نہ ان کے ہاتھوں میں اضطراب ہے اور نہ پاؤں میں حرکت نہ ہمتوں میں اقدام ہے اور نہ ارادوں میں عمل کا ولولہ، دشمن شہر کے دروازوں کو توڑ رہے ہیں اور اہل شہر رونے میں مصروف ہیں، ڈاکوؤں نے قفل توڑ دئے ہیں اور گھر والے سوتے بھی نہیں مگر اب تک آنکھ ملنے سے مہلت نہیں ملی ہے جب کسی کے گھر میں آگ لگتی ہے تو محلہ کے دوست دشمن سب ہی پانی کے لئے دوڑتے ہیں، لیکن اے رونے کو ہمت اور مایوسی کی زندگی سمجھنے والو! یہ کیا ہے کہ تمہارے گھر میں آگ لگ چکی ہے، ہوا تیز ہے اور شعلوں کی بھڑک سخت، مگر تم میں سے کوئی نہیں جس کے ہاتھ میں پانی ہو! پھر اگر اسی وقت کے منتظر تھے تو کیا نہیں سنتے کہ وقت آگیا ہے؟ اگر تم کشتی کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے، تو کیا نہیں دیکھتے کہ اب اس میں دیر نہیں؟ اور آہ مسلمانوں کے عروج وزوال کی سیزدہ صد سالہ کشتی جو بارہا ڈوبی اور بارہا اچھلی اور نہیں معلوم کہ اب ڈوبنے کے بعد ہمیشہ کے لئے سطح عالم سے ناپید ہو جاتی ہے یا اس لوٹتے ہوئے تختے اور تار تار بادبان کے ٹکڑے سمندر کی موجوں کا چند گھنٹے اور مقابلہ کرتے ہیں۔

درکار ماست نالہ وما در ہوائے او   پروانہ چراغ مزار خودیم ما

فکاین من قریۃ اھلکناھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علیٰ عروشھا وبئر معطلۃ وقصر مشید افلم یسیروا

پھر انسانوں کی کتنی ہی آبادیاں ہیں جن کو ان کی غفلت وبداعمالی کی پاداش میں ہم نے ہلاک کر دیا، پس اب وہ ایسی اجڑی پڑی ہیں کہ ان کی دیواریں

فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

(۲۲ - ۴۶)

اپنی چھتوں پہ گری پڑتی ہیں ان کے لبریز کنوئیں بیکار ہو رہے ہیں اور بڑی عمارتوں کے محل مکینوں سے خالی ہیں! پھر کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں اور قوموں کے عروج و زوال کی نشانیوں کو دیکھتے نہیں؟ اگر دیکھتے تو ان کے دل سوچنے والے ہوتے اور کان سننے والے اور جب تباہی کا وقت قریب آجاتا ہے تو قوموں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں!

یا للعاد!

اگر ہم کو مٹنا ہی ہے تو اس کا کوئی شکوہ نہیں۔ رومۃ الکبریٰ اور بابل و نینوا کی عظیم الشان قومیں جہاں آباد تھیں وہاں آج خاک کے تودے اور ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کھنڈر بھی سیاحوں کو بڑی جستجو سے ملتے ہیں، ہم نے تیرہ سو برس تک دنیا میں حکمرانی کی ہے اور مغرب و مشرق اگر ہمارے بعد ہم کو بھلانا نہ چاہے تو مدتوں ہمارے افسانہ حیات و ممات کو دہرا سکتا ہے لیکن غم ہے تو اس کا ہے کہ موت دو لوں کو آتی ہے۔ سپاہی کو میدان جنگ میں اور مجرم کو سولی کے تختے پر، پہلی وہ عزت کی موت ہے جس پر ذلت کی ہزاروں زندگیاں قربان اور دوسری وہ ذلت کی موت ہے جس کے بعد انسانی روح کے لئے اور کوئی ذلت نہیں، اگر یورپ نے ہم سے آخری انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو کاش ہمارے سینہ پر گولی لگتی، پر ہمارے گلے میں پھندا نہ ڈالا جاتا۔

صلیب پرست قوم، اسلام کو مصلوب کرنا چاہتی ہے

اللہ اللہ! انقلاب و حوادث کی کیا نیرنگی ہے! جس قوم کی ابتداء دنیا میں سولی کے تختے سے ہوئی ہے جس کی ہستی دنیا میں اسی طرح شروع ہوئی ہے کہ بت پرست رومیوں کے حکم اور یہودیوں کی خواہش سے اس کے خدا کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تھا اور اس کی ہتھیلیوں اور ٹخنوں کو تختے سے لگا کر بڑی بڑی میخیں ٹھونک دی گئی تھیں۔ اگرچہ وہ برسولی

Marfat.com

کی شدت سے بہت چیختا رہا تھا کہ "خدایا موت کے پیالے کو میرے لبوں سے ہٹالے"
پر اس کو سولی پہ چڑھانا تھا اور بے رحم چڑھانے والوں نے چڑھا کر چھوڑا۔

جس قوم کی عزت کا پہلا دن یہ تھا کہ اس کا خدا تین دن تک سولی کی لعنت میں گرفتار رہا کیونکہ (تورات) میں لکھا ہے کہ "جو کاٹھ پر چڑھا وہ ملعون ہوا" آج وہی قوم سولی کے تختے کو پوجنے والی قوم ایک مصلوب لاش کی پرستش کرنے والی قوم، اس قوم کو میدان جنگ کی تلوار سے ہلاک کرنے کی جگہ، سازش گاہ صلح میں پھانسی دینا چاہتی ہے جس کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بانی نے دنیا میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں مسیح کی طرح سولی پر نہیں چڑھایا بلکہ تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کی! وتلك الايام نداولها بين الناس۔

توحید اور تثلیث کا باہمی سلوک:۔

مسیحیت سے ہمارا معاملہ آج ہی شروع نہیں ہوتا بلکہ یہ میدان صدیوں سے گرم ہے لیکن آج ہم کو سر جھکا کر اعتراف کر لینا چاہیئے کہ اس نے ہم کو پوری شکست دیدی یہودیوں نے اس کے خدا پر "ولد الزنا" ہونے کی تہمت لگائی تھی اور اس کی ماں کی عصمت پر بٹہ لگایا تھا ہم نے دنیا میں آتے ہی اس کو اس شرمناک ذلت سے نجات دلائی اور کہا کہ:۔

وقولهم على مريم بهتانا عظيما اور یہودیوں کا حضرت مریم کی نسبت قول ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ (۴-۱۵۵)

لیکن آج تمام مسیحی دنیا ہم پر وحشت و خونریزی اور قتل و فساد کا بہتان لگانے میں کامیاب ہو رہی ہے ہم نے روز اوّل سے ان کے معبدوں اور گرجوں کی حفاظت کو اپنی مسجد وں کی حفاظت سے کم نہ سمجھا۔ اور ایک مرتبہ دمشق کی مسجد کی تعمیر شدہ زمین دے دی تاکہ اس پر گرجا بنایا جائے لیکن آج طرابلس اور گیلی پولی کی مسجدوں کے محراب و منبر بھی صلیب پرستوں کے حملہ آور لوٹوں سے محفوظ نہیں ہیں اور مشہد کی جگہ گوہر شاہ کا نصف گنبد توپوں کی گولہ باری سے گرا دیا گیا ہے ہم نے آٹھ سو برس تک اسپین میں عیسائیوں کو

Marfat.com

آہنین میں بٹھا کر دودھ پلایا، انہوں نے صحن مسجد میں آکر پیغمبر اسلام کو گالیاں دیں مگر ہم نے ان کو ان کی سرزمین کی راحت سے محروم نہیں کیا لیکن آج وہ ہم کو یورپ سے جلاوطن کرنے کی سازش میں فتحیاب ہو گئے ہیں اور عنقریب خود دنیا کے صفحہ ہی سے مٹادینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم نے بغداد کے دربار عظمت و جلال میں "سگ رومی" کے منہ پر تھوکا تھا اور یہ بھی غلط نہیں کہ ایک سو برس ادھر تک عثمانی وزیراعظم کی زبان میں روس اور آسٹریا کے بادشاہوں کو یاد کرنے کے لئے سب سے بڑی عزت یہ تھی کہ "وہ ہمارے اچھے کُتے ہیں" لیکن پھر اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ آج یورپ کا ہر مسیحی کتوں کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار کرتا ہے لیکن ہمارے سروں کے لئے اس کے پاس سب سے بڑی عزت بوٹ کی ٹھوکر ہی میں ہے، یقیناً ہم نے آٹھ صلیبی حملوں میں عیسائیوں کے سروں کو کچلا اور یروشلم کے مقدس "بیت اللحم" بہاں کو قابض ہونے نہیں دیا لیکن اس کا ذکر بھی اب بے فائدہ ہے کیونکہ آج تو وہ دن ہے کہ اگر غفلتوں اور بے سود فغاں سنجیوں کا یہی حال رہا تو قریب ہے ہماری عزت وحیات کی آخری متاع یعنی "مرقد مطہرہ رسول اللہ" اور "بیت المقدس خلیل اللہ" کی طرف بھی اس کی توپوں کے دہانے کھول دئے جائیں گے، اور (جدہ) اور ینبوع کے ساحلوں پر یورپ کے آہن پوش ڈریڈ ناٹ لنگر انداز نظر آئیں گے! دیالیتنی مُتّ قبل ھذا وکُنتُ نسیًا منسیًا۔

خاندانِ اسلام کا سب سے بڑا گھرانا

ہندوستان کے مسلمانوں نے خواہ کتنا ہی اپنے تئیں ذلیل و بے حقیقت سمجھ لیا ہو اور خواہ داخلی اور خارجی شیاطین کی وسوسانداز یوں نے کتنا ہی ان کو معطل اور مجبور ہونے کا یقین دلایا ہو لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی تعداد سات کروڑ سے متجاوز ہے اور وہ آج پیروان اسلام کی سب سے بڑی تعداد ہیں جو زمین کے کسی ایک ٹکڑے میں آباد ہے ان کو ایوان حکومت سے نکلے ہوئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے اور باوجود ہر طرح کے تنزل کے اب بھی دولت اور تعلیم اور علی الخصوص نئی بیداری اور اپنے مصائب کے محسوس کرنے میں ان مقامات کے مسلمانوں سے

Marfat.com

بھی نسبتاً بہتر حالت رکھتے ہیں، جہاں اب تک اسلامی حکومت باقی ہے۔ اس لئے اگر آج حفظ کلمۂ توحید، وبقائے بلاد مقدسہ وقیام شعار وناموس شریعت اسلامیہ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ترکوں کے ذمہ ہے کیونکہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے تو یقین کیجئے کہ مسلمانان ہند کے ذمے بھی ان سے کم نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد تمام دنیا کی اسلامی آبادیوں میں سب سے زیادہ ہے اور جس مصائب اور ذرائع اعانت کے اصول کے لحاظ سے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں درجہ امتیاز رکھتے ہیں۔

پس اسلام کے لئے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہے کہ مسلمانان ہند اس میں اپنا پورا حصہ لیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس وسوسۂ ابلیس سے فریب نہ کھائیں کہ وہ بالکل بے دست وپا ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

یقیناً تم کچھ نہیں کر سکتے اگر تم ایسا سمجھتے ہو کہ کچھ نہیں کر سکو گے دنیا میں ہمیشہ دو ہی خیال دماغوں میں پیدا ہوئے ہیں بعضوں نے سمجھا کہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور بعضوں نے خیال کیا کہ اگر کرنا چاہیں گے تو سب کچھ کر لیں گے پہلے خیال کا نتیجہ یہی نکلا کہ کچھ نہ ہوا لیکن دوسرے خیال نے چٹیل میدانوں کو ایوان ومحل، ویران جنگلوں کو آباد وشاداب، دریاؤں کو خشک میدان، پہاڑوں کو سطح زمین، غلاموں کو آزاد، ایک گڈریے کو صاحب تاج وتخت اور ایک مردہ قوم کو زندہ وقائم کر دیا! فاعتبروا وتفکروا ایہا المسلمون الغافلون! ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ، فانساھم، اولئک ھم الخاسرون!

البتہ استقامت شرط راہ، ودلیل وصول بارگاہ ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔	جن لوگوں نے اللہ کو اپنا مددگار سمجھا اور اپنے اندر استقامت پیدا کر لی، تو پھر نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا خوف ہے اور نہ کسی ناکامی ونامرادی کا غم!
(۴۶، ۱۲)	

انفروا خفافاً وثقالاً!

آپ کہیں گے کہ مسلمانوں نے ان چند مہینوں کے اندر کس قدر جوش واضطراب کا اظہار

Marfat.com

کیا اور کس ستعدی سے لاکھوں روپیہ ٹرکی کی اعانت میں فراہم کر لیا اس سے زیادہ اور ان کے بس میں کیا ہے؟

لیکن میں کہوں گا کہ بس میں تو سب کچھ ہے بشرطیکہ وہ اپنی قوت کا اندازہ کریں کلمۂ توحید کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے نفس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیں یقیناً وہ ٹیس جو درد اسلامی کی انہوں نے اپنے دل میں پیدا کی، نہایت قیمتی ہے وہ اضطراب و ہیجان جو انہوں نے اس وقت ظاہر کیا، اس عالم یاس میں بھی امید کا پیام ہے اور روپیہ کی فراہمی بھی ایک اولین جہاد مالی تھا جس سے وہ غافل نہ رہے لیکن میرا سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا؟ بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتے تھے وہ کیا یا نہیں؟ روپیہ بھیج کر آپ زخمی ترکوں کی مرہم پٹی کا ضرور سامان کر سکتے ہیں لیکن اس تلوار کے حملہ کی قوت پر تو کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے جو نئے نئے زخم پیدا کر رہی ہے! جوش و اضطراب بنیاد کار ہے لیکن صرف آنسو بہا کر تو کسی فوج نے ملک فتح نہیں کیا ہے! یقین کیجئے کہ تمام مسیحی یورپ اب اسلام کے فنا کر دینے کے لئے آخری اتفاق کر چکا ہے اور عرضداشتوں اور رزولیوشنوں سے دنیا میں کبھی کام نہیں نکلے ہیں۔

○

Marfat.com

لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

غلط فہمائے مضامین مت پوچھ، کہتے ہیں: انسان کو اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا منع ہے۔ اصول کی صحت میں کلام نہیں، لیکن جو فروع نکالے جاتے ہیں خود ان کی تفریع ہلاکت آفرین ہے۔ طبیعت میں استقلال ہے تو ہوا کرے، عزم و ثبات پر تیقن ہے تو ہونے دو، تم کوئی بڑا کام نہ کرو۔ امور میں کبھی اقدام نہ کرو۔

ہندوستان پر حکومت کرنے کے لئے اگر انگلستان میں انگریزوں کو سول سروس کی تعلیم دلانے کی غرض سے ہر سال کچھ کم سولہ ہزار پونڈ (دو لاکھ چالیس ہزار روپے) خزانۂ ہند کو ادا کرنے پڑتے ہیں اور پھر ان سویلینوں سے ہندوستانیوں کی قسمت وابستہ ہوتی ہے تو ان کو رعایا کی عبادتگاہیں ڈھانے ڈھانے خانقاہیں گرانے کے احکام نافذ کرانے میں بھی باک نہیں ہوتا۔ جب بھی کچھ نہ کہو۔

اگر پنجاب کی نہری آبادیوں میں رعایا کی ضروریات زندگی میں گورنمنٹ کی جانب سے کوئی مدد نہیں ملتی اور مزارعین سے نہایت گراں شرح پہ مال گزاری وصول کی جاتی ہے تو اس شکایت کی تلافی کے لئے دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں نائب وزیر ہند (مسٹر مانٹیگو) کا صرف یہ جواب کافی سمجھ لینا چاہیئے کہ "ایک صاحب نے ایک ہفتہ وار رسالے میں یہ واقعات شائع کئے ہیں مگر دوسرے اشخاص نے جو حالات لکھے ہیں ان سے یہ بیان مختلف ہیں۔ اس لئے قابل تیقن نہیں کہے جاسکتے۔"

اگر ایک انگریز (جیمس ہنڈرسن) دکٹوریا جیوٹ مل کے ایک ہندوستانی مزدور پر حملہ کرکے اسے ضرب شدید پہنچاتا ہے، وہ اسی صدمہ سے تیس دن کے اندر مر جاتا ہے، مقدمہ دائر ہوتا ہے، عدالت اس تعدی کو خطرناک قرار دیتی ہے مگر مجرم پر صرف ایک سو روپیہ جرمانہ کافی سمجھتی ہے۔ پارلیمنٹ میں سوال ہوتا ہے، مسٹر ڈوگر میڈی سفارش کرتے ہیں کہ جیمس ہنڈرسن کو ہندوستان سے ملک بدر کر دینا چاہیئے اور عدالتوں کو تنبیہ کرنی چاہیئے کہ اس قسم کے مقدمات

Marfat.com

ہیں ہندوستانیوں اور یورپین لوگوں کے مابین فرق نہ کیا کریں، تو گورنمنٹ کی اس تشریح پر قانع ہو جائے کہ "ہنڈرسن نے قلی کو شراب کے نشے میں مارا تھا اور ہیضہ سے مرا تھا اور زیر ہند اس معاملہ میں کسی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

اگر جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ کے مظالم ہندوستانی مزدوروں پر بدستور قائم ہیں، اگر حکومت ہند کی یہ قرارداد بھی نافذ العمل نہ ہو سکی کہ آئندہ سے جنوبی افریقہ کے لئے ہندوستان سے قلی نہ بھیجے جائیں تو دیوان عام میں مسٹر ہارکورٹ کے اظہار تاسف سے اشک شوئی کر لو کہ گورنمنٹ کوئی چارہ کار نہیں نکالتی نہ سہی اس کو افسوس تو ہے۔

اگر مدراس وسدرن مرہٹہ ریلوے کے ورکشاپ مدراس میں ریلوے کے ایک انگریز اہل کار نے تین ہندوستانیوں کو اس ہفتہ میں محض اس لئے گولی مار دی کہ اس کے خیال میں وحشی ہندوستانی اس کی مہذب میم کو گالیاں دے رہے تھے تو اس حادثے کو ادبیات اُردو کے اس شاعرانہ تخیل کا ذریعہ تکمیل سمجھو کہ:۔

کس نے یوں پیار کیا ؟ کس نے وفا کی ایسی
کیوں کریں قتل کسی کو، وہ ہمارے ہوتے ؟

اس قسم کے غیر معمولی حوادث طغیان واستبداد کو معمولی تحمل سے انگیز کر لیا کرو، ان پر آزردگی بے جا و بے محل ہے۔

قارئین کرام نے ملاحظہ فرما لیا ہو گا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی تفسیر میں آجکل عوام نے سمجھ رکھا ہے کہ غیر معمولی حوادث طغیان واستبداد کو معمولی تحمل سے انگیز کر لینا چاہیئے اور وفاداری کے نتائج ہیں ہمیشہ :۔

"بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش"

کا فلسفہ مضمر رہنا چاہیئے اور خواہ کتنی ہی اذیتیں پہنچیں مگر ہر حال میں صبر و شکر سے برداشت کرنا چاہیئے :۔

کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

ان پر نکتہ چینی کرنا شان عقیدت واخلاص کے خلاف ہے انگریز ہمارے حاکم

Marfat.com

ہمارے حق میں جو چاہیں کریں لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

گر براند ور بخواند روئے وسر بر آستانم
بندہ را فرماں نباشد آنچہ فرماید بر آنم

اعضائے حکومت کی شکایت ہی کیا؟ مجھے شکوے کرکے اپنے آپ کو تہلکے میں کیوں ڈالوں؟ مقابلے کی طاقت نہیں، مقاومت کا زور نہیں، پھر شکایت کرنا صریح اپنے آپ کو ہلاکت میں پھنسانا ہے۔

یہ خیالات ہیں جو آجکل عموماً دلوں میں آتے اور زبانوں سے ادا ہوتے ہیں۔ انقلاب کی خواہش تو بے معنی ہے جائز نکتہ چینی بھی ناجائز سمجھ لی گئی ہے مذہب کی تائید سے بھی اس باب میں مدد لی جاتی ہے اور ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے تئیں اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو) کی دلیل دی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے امام رازی نے اس نکتہ آفرینی کی جانب توجہ مبذول کی ہے، فرماتے ہیں:۔

المراد من قولہ۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ای لا تقتحموا فی الحرب بحیث لا ترجون النفع، لا یکون لکم فیہ الا قتل انفسکم فان ذلک لا یحل وانما یجب ان یقتحم اذا طمع فی النکایۃ وان خاف القتل فاما اذا کان آیسًا من النکایۃ وکان الاغلب انہ مقتول فلیس لہ ان یقدم علیہ (تفسیر کبیر ج ۲۔ ص ۱۸۴)

"اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو" اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی لڑائی جہاں فائدے کی امید نہ ہو بلکہ جان جانے کا خوف ہو کبھی ہاتھ نہ ڈالو یہ بات شرعاً حلال ومباح نہیں ہے اس میں دست اندازی اسوقت لازم ہے جب دشمنوں کو تعزیر دینے کی طمع ہو خواہ اس میں قتل ہو جانے کا خوف کیوں نہ ہو لیکن اگر تعزیر سے ناامیدی ہو اور غالب یقین یہی ہو کہ خود ہی قتل ہوں گے تو اس حالت میں ایسی پیش قدمی نہ کرنی چاہیئے۔

اس مطلب پر امام رازی نے چند اعتراضات بھی کئے ہیں، لیکن آخر میں جواب بھی خود ہی بتا دئے ہیں کہ مطلب بھی مصدق ہو جائے شبہات بھی نہ رہیں اور بات کی دل آویزی میں بھی فرق نہ آنے پائے۔

امام رازی کا زمانہ وہ تھا جب اسلامی تمدن میں انحطاط شروع ہو چکا تھا تنزل پست

Marfat.com

ہو رہی تھیں فتوحات کا سلسلہ بند تھا، شواتی وصوائف کی جگہ خانہ جنگیوں نے لے لی تھی ۶۰۶ھ میں امام رازی کی وفات ہوئی اور ۵۶۲ھ میں یعنی امام رازی کی وفات سے ۹۴ برس قبل تاتاریوں کا سیلاب دریائے جیحون کو عبور کر کے خوارزم کا رخ کر چکا تھا۔ مصر و شام وروم و تونس میں صلیبیوں کے حملے ہو رہے تھے، بلاد اسلام میں قتل عام برپا تھا۔ کفار ایک ایک شہر کو فتح کرتے تھے مفتوحین کو تہ تیغ کر کے سارے شہر کو آگ لگا دیتے تھے، مرعوبیت اس قدر چھا گئی تھی کہ حملہ آوروں کی مقاومت و مدافعت کانھم یساقون الی الموت کے مترادف سمجھ لی گئی تھی۔

ایسی حالت میں اگر جان بچانے کا خوف غالب ہو، اگر ناکامی کا تیقن کامیابی کے لئے کوشش کرنے سے روکتا ہو۔ اگر پیش قدمی کے معنی ہلاکت کے لئے جاتے ہوں، اگر جنگ دفاعی میں موت کی تصویر نظر آتی ہو، تو یہ ایک قدرتی امر ہے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ فیلسوف طبیعتیں کیوں قرآن کریم سے ایسے معنی نکالیں اور ہلاکت کے تخیل سے ہمتوں میں تھلکہ ڈالیں؟ زمانے کی رفتار، گردوپیش کے حالات اور مجرائے سیاست کی تبدیلیوں کا ہر ایک چیز پر اثر پڑتا ہے تنزل پذیر جماعتیں ترقی کی آیتوں کو اپنے شان انحطاط کے مناسب بنا لیتی ہیں، محکوم قوموں کو مغلوبیت کی ناپاک غلامی کے لئے بھی کتاب وسنت سے ثبوت مل جاتا ہے۔

لیکن یہ باتیں واقع میں اگر بجائے خود ثابت ہیں، اور انسان کو اپنے ظاہری ساز وسامان کی بنا پر جب تک کامیابی کا قطعی یقین نہ ہو اس وقت تک مہمات امور میں ہاتھ ڈالنے کے معنی اگر ہلاکت مول لینے کے ہیں تو صدر اول کی وہ پاک و برگزیدہ ہستیاں جو نہایت بے سروسامانی کے عالم میں کسریٰ و قیصر کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے چلی تھیں، ایک بہت مختصر جمعیت سے بدر و حنین کی مہم سر کرنے اٹھی تھیں۔ سوقت عرب کے ہر قبیلہ سارے ملک سے جنگ کرنے کو آمادہ تھیں اور اس نازک حالت میں جبکہ ہر شخص کو اندیشہ تھا کہ مدینہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر مرتد قبائل کا حملہ ہوا چاہتا ہے، اور جس وقت میں رومن امپائر سے آویزش کے لئے فوج روانہ کر رہی تھیں وہ اس وقت یقیناً خدا کے صاف حکم ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی صریح مخالفت کر رہی ہوں گی وحاشاھم عن ذلک۔

بے شبہ ان بزرگوں کے حوصلے اپنی بے ساز و برگ جماعت کی قلت اور دشمنوں کی کثرت سے

Marfat.com

پست نہ ہوتے ہوں گے، ان کو خدا کے وعدے پر وثوق ہوگا کہ ایمان کی زبردست طاقت سے وہ ساری دنیا کو زیر کر سکتے ہیں۔ ظاہری وسائل اقدام و دفاع سے بھی وہ محروم تھے، اور ہم بھی ہیں۔ قوت ایمانی ان میں بھی تھی اور ہم بھی اسی کے مدعی ہیں۔ یہی خصوصیت انہیں ایک زمانے پر غالب رکھتی تھی اور اسی کے طفیل میں ہم بھی مغلوبیت سے بچ سکتے ہیں لیکن اگر خصوصیت (ایمان) سے ہم بے بہرہ ہیں تو پھر مسلمان ہی نہیں۔ اور جب اسلام ہی نہ رہا تو ترقی کی توقع کیا اور تنزل کا گلہ کیوں؟

الذین اتخذوا دینھم لھوا و لعبا و غرتھم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننساھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وما کانوا بآیٰتنا یجحدون۔ (۷-۶۶)	جن لوگوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی ان کو دھوکے میں ڈالے ہوئے تھی۔ تو جس طرح اپنے اس دن کے پیش آنے کو وہ بھول گئے تھے، اسی طرح ہم بھی آج ان کو بھلا دیں گے، اگر وہ ہماری آیتوں کے منکر نہ تھے۔

وہ آیت جس سے مسلمانوں کے ہلاکت میں پڑنے کا استدلال کیا جاتا ہے، سورہ بقرہ میں ہے اور وہ یہ ہے:۔

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (۲-۲۴۶)	اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو، اور احسان کیا کرو بے شک احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر تین طرح پر کی گئی ہے:۔

(۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور جہاد کو کسی حالت میں ترک نہ ہونے دو، کیونکہ اس کا ترک کرنا اپنے کو تہلکے میں ڈالتا ہے اس باب میں ترمذیؒ نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے خاص الفاظ یہ ہیں:۔

عن اسلم بن ابی عمران قال کنا	اسلم بن ابی عمران سے روایت ہے کہ ہم لوگ روم کے

ؔ ابواب تفسیر القرآن من الجامع الصحیح لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی سنۃ ۲۸۹ للھجرۃ۔

Marfat.com

بمدينة الروم فاخرجوا الينا صفا
عظيما من الروم فخرج اليهم
رجل من المسلمين حتى دخل
فيهم فصاح الناس وقالوا
سبحان الله يلقي بيديه
الى التهلكة، فقام ابو ايوب الانصاري
فقال: يا ايها الناس انكم لتأولون
هذه الاية هذا التاويل وانما نزلت
هذه الاية فينا معشر الانصار
لما اعز الله الاسلام وكثر ناصروه
فقال بعضنا لبعض سرا دون
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان اموالنا قد ضاعت وان الله
قد اعز الاسلام وكثر ناصروه
فلو اقمنا في اموالنا فاصلحنا
ما ضاع منها فانزل الله
تبارك وتعالى على نبيه صلى الله
عليه وسلم يرد علينا ما قلنا
"وانفقوا في سبيل الله ولا تلقوا
بايديكم الى التهلكة" فكانت
التهلكة الاقامة على الاموال
واصلاحها وتركنا الغزو فما
زال ابو ايوب شاخصا في سبيل الله

شہر (قسطنطنیہ) میں کفار سے جہاد کر رہے تھے رومیوں
نے ایک بڑی جماعت ہمارے مقابلے کو بھیجی مسلمانوں
کے لشکر سے ایک شخص مقابلے کو نکلا اور حملہ کرتا ہوا
رومیوں کی صف میں چلا گیا یہ دیکھ کر لوگ چلا اٹھے
کہ "سبحان اللہ! اپنے ہاتھوں اپنے تئیں تہلکے میں
ڈالتا ہے" ابو ایوب انصاری نے اٹھ کر کہا کہ "لوگو
تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو۔ حالانکہ یہ آیت
ہم انصاریوں کے باب میں اس وقت اتری تھی
جب اسلام کو خدا غالب کر چکا تھا اور بہت سے
لوگ اس کے مددگار ہو چکے تھے ہم میں سے
بعض اشخاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
چھپا کر آپس میں پوشیدہ طور سے یہ صلاح کی کہ
اسلام کی اعانت میں خرچ کرتے کرتے ہمارا مال
زر تلف ہو گیا۔ اب خدا نے اسلام کو غالب کیا ہے
اور اس کے بہت سے مددگار پیدا ہو چکے ہیں
اب اگر ہم اپنے مال و زر کا انتظام کریں اور جو
تلف ہو چکا ہے اس کی تلافی کے لئے کوئی اصلاحی
طریقہ نکالیں تو بہتر ہے" اللہ تعالے نے ہم کو جواب
دینے کے لئے اپنے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم)
پر یہ آیت نازل کی کہ "اللہ کی راہ میں خرچ کرو
اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو" ہلاکت کا مطلب
مال و دولت کا انتظام و اصلاح و ترک جہاد تھا
اس روایت کے بعد ابو ایوب برابر جہاد کرتے

Marfat.com

حتی دفن بارض الروم[1]	رہے حتیٰ کہ سرزمین روم ہی میں دفن بھی ہوئے[1]

(۱) تہلکے کے معنی ناامیدی کے ہیں اس باب میں ۱۲ حدیثیں مروی ہیں جن ہیں ایک خاص روایت یہ ہے :۔

عن البراء بن عازب فی قولہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال ھو الرجل یصیب الذنوب فیلقی بیدہ الی التہلکۃ یقول لا توبۃ لی[2]	"اپنے آپ کو ہلاکت ہیں نہ ڈالو" کی تفسیر میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا وہ شخص ہے جس نے گناہ کئے ہوں اور سمجھ لیا ہو کہ میں ہلاک ہو گیا۔ نہ میرے لئے مغفرت ہے نہ میری توبہ قبول ہو گی۔

(۳) آیت ہیں تہلکہ سے مراد یہ ہے کہ خرچ نہ ہو تو جہاد کا اقدام کرنا اپنے آپ کو ہلاکت ہیں ڈالنا ہے اس باب ہیں البوزید کا صرف ایک قول منقول ہے مگر باقی تمام روایتیں اس کے مخالف ہیں اور سخت مخالف ہیں۔

(۴) انفاق فی سبیل اللہ سے باز رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس کی تائید میں ۲۵ حدیثیں مروی ہیں جن ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک یہ روایت نہایت قابل اعتماد ہے :۔

لیس التہلکۃ ان یقتل الرجل فی سبیل اللہ، ولکن الامساک فی سبیل اللہ۔	ہلاکت یہ نہیں ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے، ہلاکت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے باز رہے۔

ابن جریر نے اس آخری توجیہ کو مرجح مانا ہے وہ لکھتے ہیں :۔

الصواب من القول فی ذلک عندی ان یقال ان اللہ جل ثناؤہ	ان تمام اقوال میں میرے نزدیک بہتر قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے

---

[1] الترمذی قال حدثنا عبد بن حمید الضحاک بن مخلد ابوعاصم النبیل عن حیاۃ بن شریح عن یزید بن حبیب عن اسلم بن عمران قال الخ ثم اتبعہ بقول وھذا حدیث حسن غریب صحیح [2] ابن جریر قال حدثنی محمد بن عبد المحاربی قال حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب فی قولہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال الخ

Marfat.com

امر بالانفاق فی سبیلہ و
معنی ذلک وانفقوا فی اعزاز
دینی الذی شرعتہ لکم بجہاد
عدوکم الناصبین لکم علی الکفر
بی، ونہاھم ان یلقوا بایدیہم الی
التھلکۃ۔ فقال: ولا تلقوا بایدیکم
الی التھلکۃ: وذلک مثل والعرب
تقول للمستسلم للامر "اعطی فلان
بیدیہ" وکذلک یقال للممکن من
نفسہ مما ارید بہ" اعطی بیدیہ" فعنی
قولہ للتھلکۃ نتعطوھا ازمتہا
فتھلکوا والتارک للنفقۃ فی سبیل اللہ
للنفقۃ فی سبیل اللہ عند
وجوب ذلک علیہ مستسلم
للھلکۃ بترک اداۃ فرض اللہ
علیہ فی مالہ لہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ غلبہ اسلام کے لئے اپنے دشمنوں
سے جو تمہیں خدا کے ساتھ کفر کرنے پر مائل کرتے
ہوں جہاد کرو، اپنے آپ کو تہلکے میں ڈالنے کی ممانعت
کی ہے یہ ایک مثال ہے جس شخص نے عاجزی
کے ساتھ اپنے معاملات غیروں کو تفویض کر دئے ہوں
محاورہ عرب میں ایسے شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ اس
نے فلاں کو اپنے ہاتھ دے دئے، اسی طرح اس
شخص کی نسبت جو غیروں کو موقع دے کہ جو وہ
چاہیں اس کے ساتھ کریں محاورے میں کہیں گے
کہ اس نے خود اپنا ہاتھ دے دیا" اس بنا پر
"اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں نہ پھنسو" کے معنی یہ
ہوئے کہ ہلاکت کے آگے سر تسلیم خم نہ کرو اور اپنی
عنان اختیار اس کے ہاتھ میں نہ دو، ورنہ ہلاک
ہو جاؤ گے" جن لوگوں پر اللہ کی راہ میں خرچ
کرنا فرض ہو۔ اور وہ اس کو ترک کر رہے ہوں
حقیقت میں وہ اس فرض کو ترک کر کے ہلاکت
کے آگے سر تسلیم خم کر رہے ہوں۔

یہ واضح روائتیں اور تشریحیں کسی وسیع نظر کی محتاج نہیں ہیں، محل نظر صرف یہ امر ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے جو معنی آج بیان کئے جاتے ہیں۔ صدر اول میں کوئی ان کو جانتا بھی نہ تھا۔ رہی یہ بات کہ آشوب ناک ابتلا کے نازک ترین دفتوں میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ اس کا جواب دینے والا خود قرآن ہے سورہ بقر میں ہے:۔

لہ تفسیر ابن جریر۔ ج ۲۔ ص ۱۱۵۔

Marfat.com

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم
اذلۃ، فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون
اذ تقول للمؤمنین، الن یکفیکم
ان یمدکم ربکم بثلاثۃ الاف من
الملائکۃ منزلین، بلی ان تصبروا و
تتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا
یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من
الملائکۃ مسومین، وما جعلہ اللہ
الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ، وما
النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم
لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتھم
فینقلبوا خائبین (۳-۱۳۶)

خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی، تم اس وقت ذلیل و بے حیثیت تھے لہٰذا خدا سے ڈرو، شاید تم شکرگزار بن جاؤ، مسلمانوں سے اے نبی! تم کہہ رہے تھے کہ "تمہیں اتنا کافی نہیں کہ پھر تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے؟" ضرور کافی ہے، بلکہ اگر ثابت قدم رہو، تقویٰ کرو، اور دشمن بھی فوراً تم پر چڑھ آئیں تو پروردگار پانچ ہزار شان و شکوہ والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا یہ امداد تو خدا کی طرف بشارت تھی جو اس نے تم کو دی کہ تمہارے دل اس سے تسلی پائیں اصلی مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے، غرض یہ ہے کہ کسی قدر کافروں کی جڑ کاٹ دے یا ایسا ذلیل کرے کہ ناکام پلٹ جائیں۔

ایک مقام پر مسلمانوں کے اوصاف و خصائص کے تذکرے میں ہدایت کی ہے۔

الذین قال لھم الناس ان الناس قد
جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا
وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل، فانقلبوا
بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم
سوء واتبعوا رضوان اللہ، واللہ
ذو فضل عظیم، انما ذلکم الشیطن
یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون
ان کنتم مؤمنین (۳-۱۸۶)

ایمان دار ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے ان کو خبر دی کہ مخالفین نے تم سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک انبوہ اور بھیڑ جمع کر رکھی ہے، ان سے ڈرتے رہنا" تو اس خبر سے ان کا ایمان اور ترقی کر گیا اور بول اٹھے کہ ہم کو اللہ بس ہے اور وہ بہترین کارساز ہے" یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے انہیں کسی طرح کا گزند نہ پہنچا۔ خدا کی مرضی پر کاربند ہوئے، خدا کا فضل بڑا ہے یہ شیطان ہے جو اپنے رفیقوں کو جن کے مزاج میں شیطنت ہوتی ہے ڈراتا رہتا ہے تم ان سے نہ ڈرنا، ایمان رکھتے ہو تو ہمارا ہی ڈر رکھنا۔

Marfat.com

مسلمانوں کو کیا کیا ابتلاء پیش آنے کو ہے؟ اس پیشنگوئی کے ذیل میں ارشاد ہوتا ہے :-

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا، وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور (۳-۶۱۹)

مسلمانو! جان و مال میں تمہاری آزمائش کی جائیگی جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جاچکی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) سے نیز مشرکین سے تم کو بہت سی ایذائیں سننی پڑیں گی، تم اگر ثابت قدم رہو اور متقی بن جاؤ تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

جو مسلمان ابتلاء سے بچنے کے لئے کفار سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے درپے ہوں۔ ان کی بے راہ روی کی خبر دی ہے کہ :-

فتری الذین فی قلوبہم مرض یسارعون فیہم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ، فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسہم نادمین (۵-۶۸)

تم دیکھو گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے یہود و نصاریٰ سے ملنے میں وہ تیزی کریں گے اور کہیں گے کہ ایسا نہ کریں تو ہم کو خوف ہے کہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں، کوئی دن جاتا ہے کہ خدا مسلمانوں کے لئے کشائش لاتا ہے یا اپنی طرف سے کوئی امر پیش دکھاتا ہے، اس وقت یہ لوگ ان امور پر جنہیں اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے تھے، پشیمان ہوں گے۔

ضعف و مجبوری و بے نوائی کے عالم میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ اس باب میں قرآن حکیم کا حکم یہ ہے:-

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر، فما وہنوا لما اصابہم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین، وما کان قولہم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی

کتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں، جن کی معیت میں بہت سے اللہ والے شریک جنگ ہوئے اللہ کی راہ میں ان کو جو مصیبت پہنچی اس کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری نہ ضعف و سستی دکھائی اور نہ عاجزی ظاہر کی۔ خدا انہیں کو دوست رکھتا ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں اس بات کے علاوہ انہوں نے اور کچھ نہ کہا کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر، ہمارے وہ

Marfat.com

القوم الکافرین، فاتاھم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الآخرۃ واللہ یحب المحسنین۔

(۳-۱۴۶)

میں جو زیادتیاں ہم سے ہوگئی ہیں ان سے درگزر فرما ہمیں ثابت قدم بنائے رکھ اور گروہ کفار پر ہم کو فتح دے۔ خدا نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت کے نیک بدلے کا کیا پوچھنا ہے اور احسان کرنے والے ہی پسندیدۂ جناب الٰہی ہیں۔

کفار کی غلامانہ و کورانہ اطاعت میں مسلمانوں کی فلاح ہے یا نہیں؟ تعلیمات الٰہی میں اس کی یوں شرح کی گئی ہے:۔

یاایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خاسرین، بل اللہ مولٰکم وھو خیر الناصرین (۳-۱۴۶)

مسلمانو! تم اگر کافروں کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے لوٹا کرلے جائیں گے پھر اس رجعت قہقری اور رفتار معکوس میں تم ہی خسارہ اٹھاؤگے، وہ تمہارے خیرخواہ نہیں، بلکہ تمہارا خیرخواہ تو خدا ہے اور تمام مددگاروں سے بہتر مددگار وہی ہے۔

ان آیتوں کا ماحصل یہ ہے:۔

(۱) ذلت دلیل ناکامی نہیں ہے مسلمان کیسے ہی بے برگ و بے نوا ہوں لیکن اسلام کی لو اُن میں باقی ہے، تو خدا خود ان کی مدد کرے گا۔ یہ امداد فرشتوں کی صورت میں بھی نازل ہوسکتی ہے خواہ یہ فرشتے عام مفسرین کی رائے کے مطابق سچ مچ کے فرشتے ہوں یا مشہور مفسّر (ابوبکر اصم) کے انکار کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو روحانی تسلی و اطمینان قلب کا مرادف سمجھا جائے (تفسیر کبیر، ۲-ص ۲۵۵)

معمولی امداد کے علاوہ:۔

(الف) مسلمان اگر ثابت قدم رہیں۔

(ب) اسلامی کیریکٹر (تقویٰ) ان میں موجود ہو۔

(ج) جو حالت اس وقت ہے کہ ہر طرف سے کفار نے مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا ہے اسی کیفیت سے کافروں کا انبوہ چڑھ دوڑے تو ان حالتوں میں تقویت اسلام کے لئے شاندار آسمانی امداد

Marfat.com

کے منتظر رہو، لیکن یہ خصوصیتیں مفقود ہوں تو ذلت و مسکنت سے رہائی کی آرزو ہی بے محل ہے وہ خود چاہتا ہے کہ ایک حد تک کفار کا استیصال ہو، اور ان کی ترقی رک جائے اس مشیت کی تکمیل کے لئے؛ تو آمادہ ہے مگر ہم بھی تو اپنی آمادگی کا ثبوت دیں۔

(۲) مسلمانوں کا یہ مشن نہیں ہے کہ کفار کے انبوہ سے خوفزدہ ہو جائیں، غلبہ کفر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ان کے ضعف و استکانت سے فائدہ اٹھا کر انہیں مرعوب کر دے، نرغۂ کفار کی حالت میں ان کی قوت ایمانی میں اور بھی ترقی ہونی چاہیئے خدا پر بھروسہ کر کے اگر مقاومت کو اٹھ کھڑے ہوئے تو کامیابی میں کیا کلام ہے؟ مضرت پہنچ سکتی نہیں، مضرت رسانی کی قدرت معدوم، حسن انجام متحتم، البتہ مرضات الٰہی کا اتباع مشروط ہے، شیطان خوف دلاتا ہے، بندگان خدا اس سے کیوں ڈریں؟ کافروں کی جمعیت تو خوف کی چیز نہیں ہے۔ ان سے بیم وہراس ہی کیا؟ دل میں ایمان ہے تو صرف خدا سے ڈرنا چاہیئے، ایمان دار کا دل اور کفار کا خوف! نقیضین بھی کہیں جمع ہوئی ہیں؟

(۳) ابتلاء سے مفر نہیں، جان ومال کا نقصان اٹھانا ہوگا اہل کتاب سے جن میں دوسری صدی ہجری سے آج تک نصرانیوں کو خاص امتیاز حاصل ہے اور مشرکین سے، کہ نصرانیت میں جو اس کی کبھی کمی نہیں، بہت سی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں گی، ان حالتوں میں اگر مسلمان ثابت قدم رہے استقلال کی خصوصیت کھو نہ بیٹھے، اور تقویٰ وطہارت نفس کے اسلحہ ان کے ہاتھ میں ہوئے تو پھر حوصلے کیوں پست ہونے لگے، اور من بعد غلبھم سیغلبون (مغلوبیت کے بعد وہ بہت جلد غالب ہوں گے) کا وعدہ زیادہ دیر تک وفا کا زحمت کش انتظار کب رہنے لگا؟

یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء (۱۴-۳۰)

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو قول ثابت یعنی توحید کی برکت سے دنیا کی زندگی میں بھی خدا ثابت قدم رکھے گا اور آخرت میں بھی، اور جو لوگ ظالم ہیں خدا ان کی راہ گم کر دے گا خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

(۴) کفار سے مسلمانوں کو ساز باز نہ رکھنا چاہیئے، ان سے بے تعلقی لازم ہے جو ساز باز رکھتے ہوں، جنہیں ان سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور اپنی قوم کے لئے مشکلات ومصائب کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہیں، ان کو پشیمان ہونا پڑے گا، اسلام کو فتح نصیب ہوگی، یا مسلمانوں کی بہبود وبہتری

Marfat.com

کا قدرت کاملہ کوئی اور انتظام کردے گی۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ (لات حین مناص ولا ینفع الندم) تم اب نادم ہوئے جب کہ ندامت مفید ہی نہ رہی، اس کے کیا معنی ہیں۔

(۵) مسلمان کیسی ہی مایوس کن کمزوریوں کے ابتلا میں گرفتار ہوں، کیسا ہی تنزل و انحطاط ضعف و تذلل ان پر محیط ہو، مگر جب مقابلے کو اٹھیں گے یہ ظاہری کمزوریاں ان کو مغلوب نہیں بنا سکتیں، وہ عزم و ثبات سے کام لیں گے خدا پر بھروسہ کریں گے، استقلال و نصرت کے خواستگار ہوں گے اور ایمان و عمل صالح کی طاقت سے نفس مطمئنہ کی ہمت بڑھاتے ہوئے قوت استبداد کے لئے بڑھیں گے، اُن کی دنیا بھی سنور جائے گی اور انجام بھی اچھا ہی ہوگا۔

(۶) کفار کی متابعت خود انحطاط و تنزل کا ذریعہ ہے۔ طغیان کفر و استبداد کی مطیع رہ کر مسلمان قومیں ترقی کر سکتی ہی نہیں۔ مسلمانوں پر صرف خدا کی اطاعت فرض ہے، اسی سے نصرت کی توقع رکھنی چاہیئے اور اکیلے ایک اسی کو مددگار سمجھنا چاہیئے، دنیا کی جھوٹی ہستیاں کسی اور کو نفع پہنچائیں تو پہنچائیں مگر مسلمان تو ان سے کبھی منتفع نہیں ہو سکتے۔

یہ تعلیمات الٰہیہ کسی خاص وقت اور زمانے کے لئے مخصوص نہیں، ان کی عمومیت ہر عہد اور ہر قوم پر حاوی ہے پھر کون کہہ سکتا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ کے وہی معنی ہیں جو آج لئے جاتے ہیں اور جن سے ہمتیں اور بھی پست ہوتی جاتی ہیں۔

Marfat.com

عراق و لیلائے عراق

ایک لمحۂ اشک سرزمین "تجری من تحتہا الانہار" کی یاد میں

یقولون لیلیٰ بالعراق مریضۃ	فمالک لاتضنی وانت صدیق
شفی اللہ "مرضیٰ" بالعراق فانی	علیٰ کل مرضیٰ بالعراق شفیق
فان تک لیلیٰ بالعراق مریضۃ	فانی فی بحر الحتوف غریق
اھیم باقطار البلاد وعرضہا	ومالی الیٰ "لیلیٰ" الغداة طریق

یہ اشعار عہد امویہ کے مشہور عاشق قیس عامری کی طرف منسوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن قیس اپنی شوریدگی میں بے خبر پڑا تھا کہ اس کے کانوں میں کسی کی آواز آئی جو کہہ رہا ہے:

الا ان لیلیٰ بالعراق مریضۃ

وانت خلی البال تلھو وترقد

لیلےٰ عراق میں بیمار پڑی ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ بے خبر و بے فکر کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ہے۔

فلو کنت یا مجنون تضنی من الھویٰ لبت کما بات السلیم المسھد

"اے مجنون اگر تو واقعی بیماری محبت کا مریض ہے اور تجھے لیلےٰ کے عشق و شیفتگی کا دعوے ہے تو ضرور تھا کہ تیرے محبوب کے دکھ میں پڑنے کے ساتھ ہی تجھ پر بھی دکھ طاری ہو جاتا اور اس کی بے قراری سے زیادہ تجھ میں بے قراری اور بے چینی ہوتی۔ عشق کا دعوے اور بے دردوں کی طرح بے فکری۔ یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔"

Marfat.com

کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی قیس مجنوں پہ ایک بجلی سی گر گئی، جوش تاسف میں اس نے گریبان پھاڑ ڈالا، سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا، عراق دلیلائے عراق کے سوا اس کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا۔ وہ بیخودانہ اٹھا اور ایک سچے دیوانہ عشق کی شان سے کوہ و بیابان کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابو عیسٰی روایت کرتا ہے کہ اس وقت مندرجہ بالا اشعار اس کی زبان پہ تھے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"آہ! کہتے ہیں کہ لیلے عراق میں بیمار پڑ گئی ہے پھر مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ صحیح و تندرست نظر آتا ہے حالانکہ اس محبوبہ مریضہ کے عشق کا دعوے رکھتا ہے؟

اگر واقعی یہ سچ ہے کہ لیلے عراق میں بیمار ہے تو مجھے بیماری کی دعوت نہ دو۔ میں تو موتوں اور ہلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں۔

میں شہروں میں گشت لگاتا ہوں اور عراق تک پہنچنے کی راہ ڈھونڈھتا ہوں لیکن افسوس کہ لیلے تک پہنچنے کی تمام راہیں بند ہو گئی ہیں!

خدا سرزمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے۔ کیونکہ جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کی خبر سُنی ہے، عراق کے ہر بیمار کے لئے شفیق ہو گیا ہوں!"

(۲)

لیکن اے سرزمین عراق! اے بہشت زار دجلہ و فرات! اے مصداق تجری من تحتہا الانہار! اے مایہ عشق چہل کردر لغوس ملت! قیس عامری کی لیلے چند دنوں کے لئے تیری آبادیوں میں آ بسی تھی اور اس لئے وہ تجھ تک پہنچنے کے لئے بے قرار تھا لیکن آہ، ہمارے لئے تو تیری تمام سرزمین یکسر لیلئے زار حسن و جمال ہے اور تیری کسی ایک عمارت کے اندر ہی نہیں، بلکہ تیری خاک کے ہر ذرے کے اندر ہمارے عشق ماضی کا ایک مجلہ حسن جمال آراستہ ہے! قیس عامری کی لیلے اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے باہر نکل کر تیری سرزمین میں آ گئی تھی تو ہمارے اقبال رفتہ کی بھی ایک لیلے ہے جو ریگ زار حجاز سے نکلی اور صدیوں تک تیری سرزمین اس کے لئے منزل عیش و نشاط رہی۔ بابل و نینوا کی وراثت تیری ہی سرزمین میں ہم کو دی گئی تھی۔ کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو نے ہی ہمارے سپرد کئے تھے۔

Marfat.com

ہارون الرشید کی سنہری کشتیاں تیرے ہی دجلہ میں تیرتی تھیں۔ مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے ہی خاک کا ایک افسانہ گزشتہ ہے۔ تو ہی ہے کہ تیری زمین کا ایک ایک کھنڈر، تیری خاک کا ایک ایک تودہ، تیری نہروں کی ایک ایک لہر کاروانِ رفتہ لیلے کا نقش قدم اور کاروبارِ عشق ماضی کا افسانہ سرا ہے۔ اور پھر اسے سرزمین لیلے تیری ہی فضائے محبوب ہے جس کے ہر ذرے سے آج بھی بازگشت ناقہ لیلے کی صدائیں اُٹھ رہی ہیں، اور ہر اس مجنوں کے لئے ملامت ہے جو عشق لیلے کے دعوے کے ساتھ سرزمین لیلے سے تغافل بھی کر رہا ہے حالانکہ عشق لیلے کا دعوے اور مسکن لیلے سے غفلت، یہ دونوں چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں:-

فلو کنت یا مجنون تعنی من الهوی

لبتّ کما بات السلیم المسهد

پس افسوس ہر اس دل پر جس نے "لیلے" کی یاد کو ایک لمحہ کے لئے بھی بھلایا۔ اور صد افسوس ہر اس آنسو پر جو "لیلے" کے سوا کسی دوسرے کے لئے بہایا گیا۔

اذ کان هذا الدمع یجری صبابة

علی غیر لیلے، فهو دمع مضیع

(۳)

مندرجہ بالا سطور بے اختیار قلم سے نکل گئیں۔ جب کہ موجودہ واقعات کی تقریب سے ہم نے ارادہ کیا کہ سرزمین عراق و بغداد کے بعض مناظر البلاغ کے صفحات پر شائع کریں۔ عالمگیر جنگ یورپ کے معرکے کچھ عرصے سے سرزمین ایشیا میں منتقل ہو گئے ہیں۔ از انجملہ سرزمین بغداد ہے جہاں مہینوں سے میدان اقدام و ادبار گرم ہے اور خصوصیت کے ساتھ قط العمارۃ اور مابین بصرہ و بغداد کے مقامات دنیا کے سامنے آرہے ہیں۔ چنانچہ اس موقع میں بھی سب سے پہلے العمارہ کی آبادی کا ایک منظر آپ کے سامنے ہے جو دجلہ کے کنارے واقع ہے اور اگر آپ چشم تصور سے کام لیں تو انہی ساحلی عمارتوں کے عقب میں جنگ عراق گزشتہ کے بہت سے حیرت انگیز نتائج و حوادث نظر آسکتے ہیں۔ دھوا بسلعوسنللاد

Marfat.com

یہ مناظر دجلہ کے سلسلے میں پہلا منظر تھا۔ نہر دجلہ کا دوسرا منظر بغداد جدید کی وسط آبادی کا ہے جہاں مغربی و مشرقی آبادی کو ایک نئے پل کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے اور پل کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں بکثرت نظر آ رہی ہیں۔ یہ کشتیاں اب تو زیادہ تر شہر کی اندرونی آمد و رفت کے لئے کام میں لائی جاتی ہیں لیکن کسی کو زمانہ میں ہارون الرشید اور مامون اعظم کی سیر و تفریح کا بڑا ذریعہ یہی تھیں وتلک الایام نداولھا بین الناس۔

تیسرا مرقع سفارت خانہ برطانیہ کی جدید عمارت اور دجلہ کی قدیم روانی دونوں کا مشترک منظر ہے دجلہ کی سطح اگرچہ بالکل خاموش اور ساکن ہے حتیٰ کہ ایک ہلکی سی لہر بھی اس پر حرکت کرتی ہوئی نظر نہیں آتی، تاہم اگر آپ سننا چاہیں تو اس کی زبان چپ نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ صدائیں صرف لبوں کی حرکت ہی سے نہیں نکلتیں۔ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خاموش چہرہ اور ایک غیر متحرک لب ان غوامض و اسرار کی شرح و تفصیل کر دیتا ہے جن کے لئے زبان کی حرکت اور حلق کی آواز بالکل گونگی ہوتی ہے خاموش فصاحت نے اکثر گویائی کے دعووں کو شکست دی ہے۔

لسان عیی فی الھوی وھو ناطق

ودمعی فصیح فی الھوی وھو اعجم

نظارہ دجلہ کی ان تین منزلوں کے بعد اب ذرا ان لوگوں کے حالات پر بھی نظر ڈال لیجئے جن کی یاد دجلہ کی یاد اور سرزمین دجلہ سے وابستہ ہے۔ ایک عجیب مخروطی شکل کا گنبد آپ دیکھ رہے ہیں جو کسی ہشت پہلو عمارت کے اوپر سے نمایاں ہے اور عمارت کے ہر طرف پختہ تربیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ مشہور زبیدہ خاتون زوجہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے اور دجلہ کے بعد ہی آپ کے سامنے آگیا ہے تاکہ مکان کے ساتھ اس کے پچھلے مکینوں کو بھی دو گھڑی یاد کر لیں۔

بغداد اور بغداد والوں کو یہیں چھوڑ دیجئے، اور آگے بڑھئے۔ اب آپ گنبدوں اور مناروں کی ایک مؤثر سرزمین کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کی یاد تذکرہ کی تقدیس کو زمانہ کے صدہا تغیرات و حوادث بھی نقصان نہ پہنچا سکے، اور جو سرزمین عراق کا سب سے زیادہ پر اثر اور تازہ بھی حصہ ہے یہ کربلا کی سرزمین عبرت و بصیرت ہے اور روضہ حضرت سید الشہداء

Marfat.com

امام حسین علیہ السلام کا درخشاں گنبد اور اس کے سربفلک منارے آپ دیکھ رہے ہیں یہ منارے حق کی طاقت کا اعلان ہیں اور کلمہ حریت کی فتح اور کلمہ استبداد کے خسران و خذلان کی شہادت ہیں۔ وہ بتلا رہے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت حق کی ہے نہ کہ انسانی تاج و تخت کی اور خدا کی زمین پر سب سے بڑا فتحمند وہی ہے جس نے سب سے زیادہ مظلومی کے ساتھ اپنا خون بہایا۔ تیرہ سو برس ہوئے کہ اس سرزمین پر دو گروہ باہم معرکہ آرا ہوئے تھے۔ ایک گروہ صرف بہتر بھوکے پیاسے انسانوں کا ضعیف و ناتواں مجمع تھا اور جانوں اور گردنوں کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا دوسری طرف دمشق کا تاج و تخت، حکومت و سلطنت، ساز و سامان، خسروی و ملوکی اور ہزارہا انسانوں کا قاہر و جابر گروہ تھا۔ بظاہر پہلی جماعت نے شکست پائی، کیونکہ قتل کر دی گئی اور اس کے خون سے ساحل فرات کی سرزمین مدتوں تک سرخ رہی لیکن فی الحقیقت یہ ایک عارضی منظر تھا۔ غور کیجئے کہ آخر فتح مندی اور عاقبت کاری کی کامیابی کس کو ملی؟ ان کو جن کے نام و نشان سے بھی آج تمام سطح ارضی خالی ہے یا اس کو جس کا گنبد آج تک اپنے بقاء ذکر اور کلمہ باقیہ کے ثبوت میں سربفلک استادہ ہے؟ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آج تمام شاہان بنو امیہ میں سے کسی ایک شخص کی قبر کا بھی دنیا سراغ نہیں لگا سکتی۔ کیونکہ بنو عباس نے ان کی قبروں کو اکھاڑ اکھاڑ کے مسمار کر دیا، اور کوئی اثر دنیا میں باقی نہ رکھا۔ برخلاف اس کے مدفن کربلا کا اثر مجسم اب تک حی و قائم موجود ہے، اور اگرچہ مخالفین کے دست تظلم نے بارہا اس کو بھی مسمار و بے نام و نشاں کرنا چاہا تاہم اس کا نشان کسی طرح مٹ نہ سکا کہ ظلم کا دھبہ کبھی نہیں دھل سکتا۔ پھر کیا بقائے قبور و آثار کے بارے میں بھی زمین قانون بقائے اصلح کی پابند ہے اور اپنی گود میں صرف اسی کے اثر کو باقی رکھنا چاہتی ہے جو اصلح تھا؟

(۴)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تھا اور باغوں کی سرسبز و شاداب زندگی کی بشارت دی تھی۔

وبشر الذین امنوا وعملوا الصالحات جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے تو

ان لھم جنات (لبقرہ) ان کو باغوں کی زندگی کی بشارت دے دو۔

یہ باغ وہ تھے جن کا سب سے زیادہ نمایاں وصف یہ تھا۔

تجری من تحتھا الانھار (لبقرہ) ان کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

یہی جنت تھی جس کا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کا وعدہ گزشتہ صالح قوموں سے بھی کیا گیا تھا:۔

تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا (مریم) ہمارے بندوں میں جو متقی ہونگے ہم ایسی ہی جنت کا اسے وارث بنائیں گے۔

ارباب ایمان وعمل صالح کے لئے یہ وعدہ آخرت میں پورا ہونے والا ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا میں بھی پورا ہو گیا اور جو لوگ خدا کے متقی بندے تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے بہشتی زندگی کی نعمتوں کو دیکھ لیا۔ کرۂ ارضی کی تمام بہشتی سرزمینوں کے وارث ہوئے، اور فتح مندی وکامرانی کی سلطانی وکامرانی صرف انہی کے لئے نامزد کی گئی۔ اس بہشتی زندگی میں نہ تو ان کے لئے غم تھا اور نہ ہی نامرادی، نہ مایوسی کو وہاں بار تھا اور نہ نا امیدی کا وہاں نام نشان۔ وہ جو چاہتے تھے پاتے تھے اور جس نعمت کے لئے اٹھتے تھے، وہ خود ان کے سامنے جھکنے کے لئے دوڑتی تھی:۔

جنت عدن ن التی وعد الرحمن عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا۔ لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا! (مریم) دائمی عیش وسرور کے باغ جن کا وعدہ خدائے رحمن نے اپنے نیک بندوں سے کیا، اور جو اگرچہ ان کے سامنے نہیں ہیں اور نہ ابھی وہ دیکھ سکتے ہیں مگر اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا اس بہشتی زندگی میں سلامتی وکامرانی کے سوا کوئی بیکار وفضول صدا ان کے کانوں میں نہیں پڑے گی۔ ان کی رزق صبح وشام ان کے لئے تیار رہے گی۔ اپنی احتیاج اور رزق کے لئے وہ کبھی دکھ نہ اٹھائیں گے۔

اس بہشتی زندگی کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تجری من تحتھا الانھار پس آخرۃ کی جنت اعلٰے کا پرتو دنیا کی حیات بہشتی میں بھی نظر آگیا اور وہ تمام بہشتی سرزمینیں مسلمانوں

Marfat.com

کو سپرد کر دی گئیں جن کے تلے پاک و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ آہ! سرزمین عراق یہی وہ دنیا کی جنت تھی جو عاقبت کی جنت کا ایک ظل کامل ہے اور جس کے نیچے دجلہ و فرات کی نہریں ہر جگہ اور ہر حصے میں بہہ رہی ہیں۔ یہی جنت دنیا کے سب سے بڑے متمدن اور بڑی سی بڑی قوموں کی وراثت بن آئی۔ بابل و نینوا کے تمدن نے یہیں نشوونما پایا اور ایرانیوں کا تخت جلال و عظمت صدیوں تک یہیں حکمرانی کرتا رہا۔ بالآخر وراثت ارضی کی جب آخری بخشش ہوئی تو دنیا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتھ تجری من تحتہا الانہار کی بہشت ارضی بھی مسلمانوں ہی کو سپرد کی گئی:۔ تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا۔

دنیا نے انقلابات و تغیرات کے سینکڑوں رنگ بدلے۔ مسلمانوں نے اپنے اعمال صالحہ سے اگر اس بہشت ارضی کا اپنے آپ کو مستحق ثابت کیا تھا، تو بد اعمالیوں سے اپنی نااہلی کا خود ہی فیصلہ بھی کر دیا۔ ان کے باہمی اختلاف و شقاق کی تلواریں سب سے زیادہ اسی مدینۃ السلام میں چمکیں اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ہمیشہ اس بہشت سے دوسرے کو بے دخل کرنا چاہا۔ خدا کی زمین صرف صلحاء کے لئے ہے:۔ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون اور اس بنا پر کچھ عجیب نہ تھا اگر اس بہشت ارضی کے بسنے والوں کو حکم الٰہی ملتا جیسا کہ اور بہت سی سرزمینوں میں ملا۔ اہبطوا بعضکم لبعض عدو — اس جنت سے نکل جاؤ تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔

لیکن اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ صرف پورا ہی ہونے کے لئے ہے۔ اس نے تجری من تحتہا الانہار کی بہشت کی جہاں کہیں بشارت دی ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا یعنی اس سرزمین بہشت کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اس میں مسلمان ہمیشہ رہیں گے کبھی اس سے نکالے نہ جائیں گے۔ اس کے وعدے کی سچائی کو دیکھو کہ دنیا میں صدہا انقلابات و تغیرات ہو چکے ہیں لیکن خالدین فیہا کے وعدہ کا فرمان حق اب تک بدستور نافذ و قائم ہے اور تیرہ صدیوں کی عظیم الشان مدت کے اندر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس وعدہ کی سچائی میں فرق آیا ہو۔ اس وعدۂ الٰہی کی ماضی کو تمام دنیا دیکھ چکی ہے مگر مستقبل کو دیکھنا ابھی باقی ہے:۔ وکان وعد اللہ مفعولا!

★

Marfat.com

نتائج و عبر

قال موسیٰ لقومه استعینوا باللّٰه واصبروا، ان الارض للّٰه، یورثها من یشاء من عباده، والعاقبة للمتقین قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا، قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (۷-۱۲۸)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ سے مدد مانگو اور صبر کئے رہو، ملک تو سب اللہ ہی کا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور حسن انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے" وہ لگے کہنے کہ "تمہارے آنے سے پہلے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم تو اذیت ہی اٹھاتے رہے" موسیٰ نے کہا "اب وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو ان کا قائم مقام بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو"

دنیا میں ہمیشہ ناکامیوں نے کامیابی کی بنیادیں محکم کی ہیں جس قدر بندشیں بڑھتی گئیں، جتنا استبداد زیادہ ہوا جیسے جیسے مظالم ترقی کرتے گئے اسی تناسب سے حوصلہ بھی بڑھتا گیا، اور ہمت نے بھی پر پرواز نکالے۔ شیر کو چوٹ لگتی ہے، زخم کھاتا ہے مجروح ہو جاتا ہے مگر درماندہ ہو کر ہمت نہیں ہار دیتا جوش انتقام میں دوڑتا پھرتا ہے اور جب تک اپنی ابتدائی ناکامی کو انتہائی کامیابی کی صورت میں تبدیل نہیں کر لیتا، خاموش نہیں ہوتا۔

غاز (گیس) کو شیشے میں بند کر دیتے ہیں، دباتے ہیں مگر وہ دباؤ کو نہیں مانتی اور پھوٹ بہتی ہے۔ درخت کی شاخیں قلم کرتے ہیں، کاٹتے ہیں، بے برگ و بار کر دیتے ہیں لیکن بہار آتے ہی اس میں ابھار اور نمو ہوتا ہے پھولتا پھلتا ہے، ہرا بھرا ہو جاتا ہے!

سمندر کو مطیع بنانے میں کیا کیا کوششیں کی جاتی ہیں؟ اس کی پشت پر جہاز چلاتے ہیں چڑھتے ہیں، سینہ چیر ڈالتے ہیں بحری تار کا جال بچھا کر اس کے قلب میں شگاف کر دیتے ہیں لیکن اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ آخر جب شدائد بہت بڑھتے ہیں، ناقابل برداشت ہو جاتے ہیں

Marfat.com

، وہ دفعتہً کروٹ لیتا ہے ہیجان میں آتا ہے اور" نعوذ باللہ من غضب الحلیم" کا ایک معمولی طوفان، ساری بند شوں کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے!

یہی حال قوموں کے ہبوط و صعود، ترقی و تنزل، حرکت و سکون اور موت و حیات کا بھی ہے قومیں گرتی ہیں اس لئے کہ ابھریں، سوتی ہیں، اس لئے کہ پھر جاگیں پیچھے ہٹتی ہیں، اس لئے کہ آگے بڑھیں۔

مصائب کے تنوع نے بے شبہ ہماری موجودہ حالت خراب کر رکھی ہے خستہ کر رکھی ہے مگر جراحت کو ناقابل اندمال کیوں فرض کئے لیتے ہو؟ دنیا تو اسی کا نام ہے کہ مصائب و مشکلات پیش آئیں، زندگی تلخ ہو جائے، اذیتوں کا طوفان اُمنڈ پڑے، اس تلاطم میں انسان ہر ایک زحمت کے مقابلہ کو اُٹھ کھڑا ہو، اس کی کوششیں بار بار ناکام ثابت ہوں، قدم قدم پر ٹھوکریں لگیں، چلے اور گر پڑے۔ لیکن پھر سنبھلے اور سب کچھ سنبھال لے۔

یعقوب بن لیث ایک ٹھٹھیرا تھا۔ اس نے جب دکان بڑھائی ہے اور دوستوں سے حصول عظمت و عزت کے تذکرے کئے ہیں، تو لوگ اس کی باتوں پہ ہنستے تھے :-

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو!
ہمیشہ خواب ہی دیکھا گئے چھپر کھٹ کا

وہ اس طعن و تشنیع کا چند مختصر لفظوں میں جواب دے دیا کرتا تھا :-

" میرے پاس مال نہیں ہے، دولت نہیں ہے، اعوان و انصار نہیں ہیں، ملک گیری و ملک رانی میں سابقہ معرفت حاصل نہیں، مگر کیا میرے پاس وہ دل بھی نہیں ہے جس نے ایک خراسانی کافر کو (ابو مسلم) بنا دیا تھا۔

دمشق کا جب تخت اُلٹا، اور بنی اُمیہ کے جاہ و جلال نے آل عباس کے لئے جگہ خالی کی تو اس انقلاب کا علمبردار (ابو مسلم) نامی ایک نومسلم خراسانی تھا۔ یعقوب بن لیث کا اشارہ اسی طرف تھا کہ اگر ایک نومسلم ایک عظیم الشان حکومت کو خاک میں ملا سکتا ہے، اور ایک نئی حکومت کی بنیاد رکھ سکتا ہے تو پھر ہر انسان کے لئے جو ہمت و عزم رکھتا ہو، یہ کیوں ناممکن ہے؟

Marfat.com

یہ عزم راسخ، یہ ہمت بلند، یہ جلالت آفرین حوصلے، ایک ایسے شخص کے تھے جس کے حصے میں دنیا اور اس کی نعمتوں سے کوئی نمائش و نمود داری کی بات نہیں آئی تھی مگر یہ حساس دل تھا یہ اللہ اکبر کی صدائیں تھیں، یہ لیستخلفھم فی الارض (قابلیت و صلاحیت رکھنے والے ایمانداروں کو زمین پر خدا اپنا جانشین بنائے گا) کے وعدے پر یقین رکھنے والے جذبات تھے کہ ان کی برکت سے بالآخر ایک مجہول و بے حیثیت ٹھٹھیرا ایران کا بادشاہ ہو گیا، اور خلیفہ روئے زمین کی عظمت اور سپاہ و سلطنت بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ تاریخ ایران یعقوب بن لیث کی داستان عظمت و جلال آج تک سنا رہی ہے!

ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکافرین لا مولیٰ لھم (۴۷-۲) یہ اس لئے ہوا کہ حقیقت میں ایمانداروں کا مالک اور کارساز خدا ہے اور جو خدا کی قدرت کے منکر ہیں ان کا کوئی مالک اور کارساز نہیں۔

آجکل کا ۱۹۱۳ء، ۱۱۲۳ء کے اندلس سے گیا گزرا نہیں ہے! جہاں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا، مسجدوں میں شراب پرتگالی کے دور چلتے تھے، تماشہ گاہوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تمثیل (ایکٹ) ہوتی تھی۔ الفانسو مفتم نے ملک ہی سے نہیں، آزادی دعوت سے بھی مسلمانوں کو بے دخل کر رکھا تھا۔ اس محشر آفات میں پرانے مذاق اور پرانے خیال کا ایک فقیر منش مولوی اٹھتا ہے جس کے پاس بجز ایمان اور عمل صالح کے اور کوئی ساز و سامان نہیں ہوتا۔ یہ شخص (محمد بن عبد اللہ) مشرق سے روشنی لے کر مغرب میں اکیلا آتا ہے، اور اکیلے ایک خدا کی جانب بندوں کو بلاتا ہے اور اتباع قرآن و احیاء سنت رسول کی دعوت دیتا ہے۔ اس دعوت میں صرف اس کا ایک شاگرد (عبد المومن) ساتھ ہے لیکن صداقت کو بہت سے ساتھیوں کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔ اس کی تنہا کوششیں حکومت میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں اور ۱۱۴۶ء سے ۱۱۹۶ء تک کی قلیل مدت میں، اندلس کی تثلیث پہ دوبارہ توحید غالب آ کر زمین کو آسمان کے اس مقدس پیغام کا مفہوم سمجھا دیتی ہے:-

فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقاً علینا نصر المومنین (۳۰-۴۰) جن لوگوں نے جرم کئے تھے ہم نے ان سے انتقام لیا اور ہم پر حق تھا کہ ایمانداروں کی مدد کریں۔

Marfat.com

یہ انتقام و نصرت کچھ اسی زمانہ سے مخصوص نہیں، اور نہ قدرت کاملہ کے وعد و وعید میں کسی عہد کی تخصیص ہوا کرتی ہے ایمان کی خصوصیت اگر اب بھی ہمارے افعال سے نمایاں ہو اور قانون الٰہی کی اس دفعہ پر اگر اس وقت بھی ہمیں سچا ایمان حاصل ہو جائے کہ ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین جمیعا " عزت صرف اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے اور ہم اپنی اس کھوئی ہوئی عزت اسلامی کو واپس لانے کے لئے بااصول کوششیں کرنے لگیں، تو اس حالت میں خدا پر بھی حق ہے کہ ہماری مدد کرے اور جو لوگ نفائے حق و عدل کے مجرم ہیں ان سے انتقام لے، اور پھر یہی صداقت الٰہی ہے، جو (من انصاری الی اللہ) کی صدائے دعوت میں اپنے ڈھونڈھنے والوں کو ڈھونڈ رہی ہے، لیکن افسوس کہ " قلیلا ما تذکرون " ایسے بہت کم ہیں، جن کے پاس عبرت آشنا دل ہوں!

فتنۂ تاتار (جس نے ساتویں صدی میں تمام عالم اسلام کو زیر و زبر کر دیا، اس کا پہلا سرشتہ جلال الدین خوارزم شاہ تھا۔ اس کا یہ عالم تھا کہ ہلاکو خاں کی حملہ آور فوج پیچھے پیچھے اور غفلت و مے گساری و مخموریت آگے آگے رہتی تھی۔ آج کسی شہر میں مقابلہ ہوا تاتاریوں نے خوارزم شاہیوں کو پسپا کر دیا، بادشاہ ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا، رات کو بڑی مشکلوں سے کسی مامن میں پناہ لی، لیکن پھر شراب و شاہد اور رود و سرود کا مشغلہ شروع ہو گیا دوسرے دن تاتاری یہاں بھی آپہنچے اور خوارزم شاہ بھاگ کر کسی دوسری جگہ پناہ گزین ہوا۔ پھر وہی دور چل نکلا، اور رات بھر جام و مینا کی صحبت عیش میں بسر ہوئی یہی تباہ کاریاں تھیں جن سے متاثر ہو کر بادشاہ کے خاص شاعر تک کا دل بھر آیا تھا اور اس نے لکھا تھا کہ:۔

شاہا زمے گراں چہ برخواہد خواست — وز مستیٔ ہر زماں چہ برخواہد خاست
شہ مست، جہاں خراب، دشمن پس و پیش — پیداست کزیں میاں چہ برخواہد خواست

بادشاہ اس پر بھی متاثر نہ ہوا، اور آخر اپنی سلطنت ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ساری عظمت و عزت بھی کھو بیٹھا۔

یہ واقعات آج سے سات سو برس قبل کے ہیں لیکن آج اپنی حالت کو دیکھئے کیا ہماری

Marfat.com

غفلت و بے حسی اس عہد کی سرمستی سے بڑھی چڑھی نہیں ہے؟

ہندوستان میں ہیں تو ہندوستان سے باہر نہ جائیے یہیں کا ماضی و حال، سلف و خلف کے موازنے کے لئے کافی ہے، ایک عہد تو وہ تھا کہ خان دوراں کو عین معرکہ جنگ میں نماز پڑھتے ہوئے گولی لگتی ہے، وہ شہید ہو جاتا ہے سپاہی بددل ہو جاتے ہیں، لشکر میں تفرقہ پڑ جاتا ہے اسی عالم میں معین الملک (میر منو) اٹھتا ہے، مرحوم سپہ سالار کی لاش آگے رکھ لیتا ہے اور اس شدت سے حملہ کرتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی جیسے نبرد آزما کو "دست ستیز" پہ "پائے گریز" کو ترجیح دینی پڑتی ہے، دشمنوں سے میدان خالی ہو جاتا ہے اور وہی فوج جو ایک گھنٹہ قبل سراسیمہ ہو کر بھاگنے پر تلی بیٹھی تھی اپنے احساس کے بیدار ہوتے ہی حریفوں کو بھگا کر دم لیتی ہے۔

اب اسی قوم کی یہ حالت ہے کہ مدنیت فرنگ اس پہ یکسر مسلط ہو چکی ہے، دین و دولت لے چکی ہے، علم و فضل لے چکی ہے تہذیب و تمدن لے چکی ہے، اس کے تمام مورد حبات کو فنا کر چکی ہے اور اب اس کے بقیہ انفاس حیات کو نیست و نابود کر دینے پہ آمادہ ہے۔ مذہب کی لاش آگے پڑی ہوئی ہے اور وہ اسے چھوڑ کر پیچھے بھاگے جا رہے ہیں۔

واضیعۃ الناس والدین الحنیف وما تلقاہ من حادثات الدھر اجواد
ھتک وقتل وحدات لشیب بھا راس الولید وتعذیب واصفاد

ہائے، یہ لوگوں کی تباہ کاری، یہ مذہب مقدس کا ضائع ہونا، یہ حوادث زمانہ سے شرفا کا ابتلا میں گرفتار ہو جانا۔

عصمت کی پردہ دری ہو رہی ہے، جذبات کا قتل عام ہے، حوادث ایسے پیش آ رہے ہیں کہ بچوں کے بال سفید ہو جائیں، طرح طرح کے عذاب ہیں اور گرفتاریاں وقوع میں آ رہی ہیں!

وقت آگیا ہے کہ ان حالات پہ ہم غور کریں، ان معاملات کو پیش نظر رکھیں، ان مقدمات و نتائج سے اثر پذیر ہوں اور اس دیرینہ روش کو، جو فرسودہ ہو چکی ہے جو ہمیشہ بے سود ثابت ہوا، جس نے قوم کو ولولہ حیات سے محروم کر رکھا ہے ترک کر کے اس نئی وادی میں

Marfat.com

قدم رکھیں جس کا خدا نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور پھر اس پیغام آسمانی کو یاد رکھیں جو خدا نے مقدس کوہ سینا پر موسیٰ (علیہ السلام) کی زبانی بنی اسرائیل کو دیا تھا:۔

"دیکھو! میں آج کے دن تمہارے آگے برکت، و لعنت دونوں کو رکھے دیتا ہوں برکت جب کہ تم اپنے خدا کے احکام کو جن کا میں آج تم کو حکم دیتا ہوں، مانو۔ اور لعنت! جب کہ تم اپنے خدا کی فرمانبرداری نہ کرو، اور اس راہ سے پھر کے جس کی بابت میں آج تم کو حکم دیتا ہوں، پرانے معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا، پیروی کرو۔"

"جب تیرا خدا تجھ کو اس سرزمین میں جہاں تو جاتا ہے کہ اس کا وارث بنے، داخل کرے گا تو اس برکت کو تو جرسیم کی پہاڑی پر سے اور لعنت کو جبل ایبال پر سے سنائے گا... تم اردن پار جاتے ہو کہ اس سرزمین کے جو تمہارا خدا تمہیں دیتا ہے، وارث ہو۔ تم اس کے وارث ہو گے اور اس پر بسو گے لہٰذا تم ان تمام حقوق و احکام کی محافظت کرو، جنہیں میں آج تمہارے سامنے رکھتا ہوں اور ان پر عمل کرو۔" (استثنا۔ ۱۱۔ ۲۶۔ ۳۲)

پچھلی مئی واشنگٹن کے ایک مدرسہ ثانویہ (سیکنڈری اسکول) میں طلبا کا امتحان تھا جوابات کے لئے ایک شرط یہ بھی لگا دی گئی تھی کہ جواب کی کاپیوں پر خاتمہ مسائل کے بعد جہاں نام لکھے جاتے ہیں وہاں ہر ایک متعلم یہ بھی لکھے کہ تکمیل تعلیم کے بعد وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ طلبا کا شمار ڈھائی سو تھا۔ ان میں بجز دس لڑکوں کے جنہوں نے تعلیم کے ذریعہ قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے سررشتہ تعلیم کے ذریعہ قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے سررشتہ تعلیم کی ملازمت پسند کی تھی اور سب نے آزاد کاروباری زندگی کی جانب رغبت ظاہر کی۔ اور سرکاری ملازمت کو پسند کرنے والا کوئی نہ نکلا۔ طلبا میں ایک غریب گھرانے کی نوخیز لڑکی بھی تھی۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا: "بس امریکہ کی پریسیڈنٹ (رئیس الجمہور) بننا چاہتی ہوں۔" غریب لڑکی کو معلوم تھا کہ اس کی حالت خستہ ہے، خراب ہے، بے بس ہے، بے کس ہے، عورتوں کو رئیس الجمہور بننے کا حق بھی حاصل نہیں، لیکن حقیقی معیار تعلیم نے اس کے خیالات بلند کر رکھے تھے اور اس کو یقین تھا کہ مدعائے تعلیم یہی ہے کہ گرے ہوئے دل و دماغ ہمیشہ گرے ہی نہ رہیں بلکہ ان کو ابھرنے اور عزت کی سب سے اونچی سطح تک پہنچنے کا موقع مل سکے

Marfat.com

تعلیمی روشنی کے نقطۂ شعاعی (فوکس) ایک طرف تو یہ ہے اور دوسری جانب یہ ہے کہ پڑھو پڑھ کر گریجویٹ بنو، لیکن صرف اس لئے کہ تمہارے لئے...... چاکری کی کوئی سبیل نکل سکے۔ تم اپنی ساری زندگی اسی غلامی میں بسر کر دو، اور اسی کو حاصل ایام سمجھو:-

ما ہمہ بندۂ و ایں قوم خداوندانند!

فاعتبروا یا اولی الابصار!

کچھ اوپر سو برس ہوئے، ہندوستان میں انگریزی حکومت آئی، اور جدید علم و فن کو اپنے ساتھ لائی، اسکول بنائے، کالج قائم کئے، تربیت گاہ (ہوسٹل) واقامت گاہ (لبورڈنگ ہاؤس) کی بنیاد ڈالی، وظیفے دئے، ملازمتوں کا دروازہ کھولا، سررشتہ تعلیم کی رسی درازکی، یہ سب کچھ ہوا لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ تعلیم کا نظام اور اس کا طرز و طریق ہی ایسا ناقص تھا کہ تعلیم یافتہ گروہ نہ ذہنیات ہی میں ترقی کر سکا، نہ دماغ ہی آراستہ ہوئے، نہ عملی طریق پر ملک کی ثروت بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ ایجاد و اختراع ہی کی جانب توجہ پیدا ہوئی۔ اس تمام تعلیمی تگ و دو اور غوغائے علم کا نتیجہ صرف اسی قدر نکلا کہ سرکاری دفتروں میں محرری و نظامت کے لئے کم معاوضہ پر فرنگی کارکن نہیں مل سکتے تھے، ہندوستانیوں کو انگریزی میں بہرہ نہ تھا، انگریز افسر ہندوستانی محرروں کے حاجتمند بھی تھے اور ان کے ہاتھوں زحمت بھی اٹھاتے تھے پس سرکاری یونیورسٹیوں نے یہ زحمت رفع کر دی کلرکی کے لئے اس تعلیمی ترقی کے دور میں ہر قسم کے ہندوستانی گریجویٹ ملنے لگے، جن کی زندگی کا ماحصل یہی ہوتا ہے کہ کمائیں، کھائیں اور گورنمنٹ کی غلامی میں عمریں گزار دیں۔

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد

یہ حالت تو ہندوستان کی ہے جہاں ایک نہیں پانچ سرکاری یونیورسٹیاں پہلے سے موجود ہیں، اب ایک اور نئی یونیورسٹی ڈھاکے میں قائم ہونے والی ہے اور پچھلے دنوں سرجارج کلارک گورنر بمبئی نے احمد آباد گجرات میں بھی ایک سرکاری یونیورسٹی قائم کرنے کی رائے دی تھی اس کے مقابلے میں ارض شام کی حالت دیکھئے جہاں ایک یونیورسٹی بھی نہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کالج بھی قائم نہیں ہے صرف گورنمنٹ اسکول ہیں یا بیروت میں مبصرین امریکہ کا ایک

Marfat.com

بہت ہی مختصر کالج ہے جو اپنا آپ ہی امتحان لیتا ہے اور سند دیتا ہے۔

تاہم تعلیم کا نظام اتنا سود مند ہے نشو و ارتقائے دماغ پر اس قدر زور دیا جاتا ہے، اظہار مواہب فطریہ کے محرکات اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں کہ وہی معمولی تعلیم ان میں مصنفین و مخترعین پیدا کر سکتی ہے مگر ہماری غیر معمولی تعلیم ایجاد و اختراع کے سمجھنے اور علوم و فنون کا صحیح مطالعہ کرنے میں بھی مدد نہیں دے سکتی۔

عبداللہ افندی البستانی ارض شام کے ایک مشہور بزرگ ہیں جن کو تعلیمی حیثیت سے یونیورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہیں۔ حال ہیں انہوں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے جس کا غلغلہ دمشق و بیروت سے نکل کر یورپ تک پہنچ گیا ہے۔

تمباکو کے نقصانات اس قدر عام اور وسیع ہیں کہ ان مضرتوں کا تذکرہ ایک طرح کا اعلام معلوم ہو گیا ہے علمائے حفظ صحت اس کے مضر پر رسالے لکھ چکے ہیں، بڑی بڑی انجمنیں اس کی عادت چھڑانے کے لئے قائم ہیں اور حکومتوں نے اس کے قوانین نافذ کئے ہیں، تاہم جو شے ایک صدی سے جزو زندگی ہو گئی ہے اس کا ترک بہت مشکل ہے۔

عبداللہ بستانی کو فلسفہ اجتماع کی اس حقیقت کا علم تھا کہ جس طرف پبلک کا عام رجحان ہو اور یہ رجحان پختہ ہو چکا ہو، اس کی فوری بندش کی کوششیں ہمیشہ ناکام رہتی ہیں۔ اصلاح البتہ ممکن ہے اور وہ بھی تدریجی رفتار سے مقبول ہو سکتی ہے۔ تمباکو میں جو مضرت کی خاص چیز ہے وہ ایک قسم کا زہریلا مادہ ہے جو استعمال کرنے والوں کے اعضاء رئیسہ پر بہت برا اثر ڈالتا ہے۔ اس مادہ کا علمی نام "نیکوٹین" ہے اور وہی ان مضرتوں کا باعث ہے۔ بستانی کی اختراعی قابلیت نے ایک ایسی چیز نکالی ہے کہ تمباکو کے مزے اور ذائقہ و بو میں فرق بھی نہیں آنے پاتا۔ اور یہ مادہ بھی اس سے نکل جاتا ہے مصر کی سینیٹری کمشنر (افسر محکمۂ حفظان صحت) ڈاکٹر ہیبرٹ نے اس انکشاف کی نہایت کامیاب تصدیق کی ہے۔

ایجاد کی علمی تصدیق یوں ہوئی کہ ایک سو خرگوشوں کے خون میں مادہ نیکوٹین (پچکاری کے ذریعہ پہنچایا گیا۔ ہنوز پورے بیس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سب کے سب مر گئے۔ پھر اس مادے سے الگ کئے ہوئے تمباکو کے جوہر سے دوسرے خرگوشوں پر یہی عمل کیا گیا، مگر

Marfat.com

وہ بالکل زندہ رہے اور ان کی طبعی حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

فاضل منکشف نے پچھلے مہینے میں اس انکشاف کے متعلق مصر میں ایک لیکچر بھی دیا تھا، اور اس کیفیت کا تجربہ دکھلا دیا تھا، چنانچہ علمی دنیا کے مختلف حصوں پر انہیں پرجوش مبارک دی گئی ہے۔

کیا ہندوستان میں بھی وہ دن آئے گا کہ تعلیم کا صحیح معیار اور درست انتظام قائم ہو" اور تعلیمی نتائج بہترین علمی انکشاف و اختراع کی صورت میں ظاہر ہوا کریں؟

○

Marfat.com

سرگذشت مُصالحۃ

ودوا لوتدھن فیدھنون ٥

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز

آج میں قرآن حکیم کی بعض آیات اور آغاز اسلام کے ایک واقعہ کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اسلام نے حق پرستی کی جو تعلیم دی ہے وہ دنیا کے موجودہ اخلاق کی مدعیانہ حق پرستی سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ قرآن حکیم اور اسوۂ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں حق کا اصول تبلا دیا ہے۔ ایک طرف تو یہ تعلیم دی فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں مخالفوں کے ساتھ نرم دل بنا دیا ہے کہ باوجود اس کی سختی و قساوت کے تم حسن اخلاق و صبر و تحمل سے پیش آتے ہو، اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی تمہارے پاس نہ آتا۔

دوسری جگہ حکم دیا :- واغلظ علیھم ! باطل پرستوں کے ساتھ نہایت سختی کرو کہ وہ نرمی کے مستحق نہیں !

پہلا موقعہ تو عام طور پر حسن خلق، کشادہ روئی، صبر و تحمل، نرمی طبیعت، تہذیب لسان ولہجہ سخن کا تھا اس لئے داعی اسلام کے ان اوصاف کو رحمت الٰہی قرار دیا، لیکن دوسرا موقعہ حق و باطل، صدق و کذب اور ایمان و کفر کے مقابلے کا تھا۔ فرمایا کہ جس قدر سختی کر سکتے ہو کرو کہ عین عدل و اخلاق ہے۔

چنانچہ سورۂ قلم میں ایسی نرمی کو جو حق و صداقت کے خلاف ہو اور راہِ عدالت سے

Marfat.com

منحرف کردے "مداہنت" کے لفظ سے تعبیر فرمایا: ودوا لو تدھن فیدھنون۔

بعض کفار آنحضرت صلعم کے پاس جمع ہو کر آئے اور کہا کہ بہتر ہے کہ ہم میں اور آپ میں ایک راضی نامہ ہو جائے آپ جو کچھ تعلیم دینا چاہتے ہیں دیجئے لیکن صرف اتنا کیجئے کہ ہمارے بتوں کو اور ہماری بت پرستی کو برا نہ کہئے۔ اس کے بدلے میں ہم آپ کو مال و دولت سے مالامال کر دیتے ہیں بلکہ حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لینے کے لئے بھی تیار ہیں۔

لیکن اس نے جو نہ صرف ریگستان عرب کا بلکہ تمام بحر و بر عالم کی ہدایت کا شہنشاہ ہونے والا تھا بے ساختہ جواب دیا:۔

لو جئتمونی بالشمس حتی تضع فی یدی ما سالتکم غیرھا (بخاری) عرب کی بادشاہت تو کیا شے ہے؟ اگر تم سورج کو بھی آسمان سے اتار کر میری مٹھی میں رکھ دو، جب بھی میں سوائے کلمہ حق کے دوسری بات منظور نہ کروں گا۔

خدا تعالے نے اسی مصلحت اور نرمی کی خواہش کی نسبت فرمایا: ودوا لو تدھن فیدھنون یہ باطل پرست کہتے ہیں کہ تو ان کے ساتھ اعلان حق میں نرمی کر تو وہ بھی تیرے ساتھ نرمی کریں گے۔ حالانکہ کفر کو راضی رکھ کے ایمان کی دعوت کبھی نہیں دی جا سکتی! فلا تطع المکذبین پس ان لوگوں کی خواہشوں کی اطاعت نہ کر جو حق و عدالت کو جھٹلانے والے ہیں۔

روسا قریش مکہ کی طرح آج ہمارے سامنے بھی ایک قوی و طاقتور گروہ موجود ہے جو چاہتا ہے کہ حق کے اعلان، جبر کی فریاد، اور عدل کی طلب میں ہم اس کی نرمی کریں، اور پھر وعدہ کرتا ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ بھی ہمارے ساتھ نرمی کرے گا۔

حضرت ابو طالب کے مکان میں روسا قریش نے داعی اسلام سے کہا تھا کہ وہ سب کچھ کہیں مگر ان کے بتوں کو برا نہ کہیں۔ یہی شرط مصالحت ہے ٹھیک اسی طرح ہم سے بھی کہا جاتا ہے کہ تم سب کچھ کہو مگر ان بتوں کو برا نہ کہو جو خدا پرستوں کو اپنا غلام بنا رہے ہیں۔ یہی صلح کا طریقہ ہے لیکن اگر یہی طریقہ ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کے چھوڑ دینے کے بعد ہمارے پاس اور کیا باقی رہ جاتا ہے جو کہیں گے؟ حق تو وہی تھا جو تم چاہتے ہو کہ تم سے صلح کر کے دے دیں

Marfat.com

جب وہ دے دیا گیا تو اس کے بعد باطل و کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال!

ابو طالب کے دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی مگر قوت ایمانی نہ تھی صحیح بخاری کی اسی حدیث میں ہے کہ وہ بول اُٹھے :۔ اس میں کیا ہرج ہے اگر آپ ان کے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں؟"

آجکل بھی میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعض احباب ہیں جن کے دل میں سچائی کا ایک ولولہ تو ضرور ہے لیکن ایمان کی وہ قوت نہیں ہے جو سچائی کی راہ میں دکھ اٹھانے کی ہمت بخش سکے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر آزادی کا ولولہ خدا پرستی اور تعلیم اسلامی کی راہ سے نہیں آیا ہے بلکہ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی اور حریت خواہ قوموں کے تقلیدی جذبہ کی بنا پر۔

بہر حال اس مصلحت کی خواہش نے انہیں ڈگمگا دیا۔ وہ یا تو کفر کی دلفریبی سے مرعوب ہوگئے، یا مصیبتوں اور آزمائشوں کے تصور سے ڈرا دئے گئے۔ نفس خادع جو ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہے، اب بولنے لگا ہے اور ضعف ایمانی دھوکا دیتا ہے کہ اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ آخر وقت و مصلحت بھی تو کوئی چیز ہے؟ پولیٹیکل کاموں میں نرمی و گرمی دونوں ہوتی ہیں۔ کام کے لئے پہلی شے فرصت ہے اگر ہم نہ رہے تو ہماری تمام باتیں بھی نہ رہیں گی۔ بہتر ہے کہ سر دست اس "مصالحت" کو مان لیں اور نرمی کریں تاکہ ہمارے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔ ودوا لوتدھن فیدھنون!

لیکن افسوس ہے کہ میرے نادان دوست نہیں سمجھتے کہ "مصالحت" بقائے حق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ فنائے حق کے بعد۔ نرمی کے یہ معنی ہیں کہ کسی کام کو سختی سے نہ کیجئے، نہ یہ کہ سرے سے کیجئے ہی نہیں؟ سچائی کے ساتھ اگر کچھ ہے تو دبدیجئے پر سچائی کے اندر جو کچھ ہے وہ کیونکر دیا جاسکتا ہے؟ کسی شے کا غلاف آپ بدل دے سکتے ہیں، لیکن جب تک اسکی محبت آپ کے اندر ہے خود اسے دوسری شے سے نہیں بدل سکتے۔ پھر حق کی راہ میں مرعوبیت اور خوف ایسا ہی ہے جیسے دریا میں کپڑوں کے بھیگنے سے گریز۔ آپ سے کس نے منت کی تھی کہ آگ سے کھیلئے؟ انگاروں کو مٹھی میں لینے کا دعوٰے ہے تو آبلہ پڑنے کی

Marfat.com

شکایت کیوں کی جاتی ہے؟ راحت پرستوں کو چاہیئے کہ کانٹوں پر چل کر پاؤں چھلنے کی شکایت نہ کریں، بلکہ اس خارزار میں سرے سے قدم ہی نہ رکھیں۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق!
صد منزل ست و منزل اوّل قیامت ست

یہ سمجھنا کہ کام کے لئے عافیت و فرصت ضروری ہے سچ ہے مگر اس آلۂ راحت پرستی کے استعمال کا یہ موقع نہیں اگر آپ حق اور عدالت کا کام کر رہے ہیں تو صرف کام کیجئے۔ اس کی فکر نہ کیجئے کہ ہمارے بعد کیا ہوگا؟ سچائی اور راستبازی کل کی فکر سے بے پرواہ ہے اس کا بیج کبھی بھی شرمندۂ دہقاں و کاشتکار نہیں ہوا۔ وہ خود ہی پھوٹتا ہے اور اپنی پرورش کے لئے خود اپنے اندر آب حیات رکھتا ہے بالغرض اگر اسے اپنی نشو و نما کے لئے پاسبانوں کی ضرورت ہے تو آپ اس کی فکر کو اپنی راحت جوئیوں کے لئے حیلہ نہ بنائیں۔ اگر آپ نہ ہوں گے تو آپ کی جگہ خود بخود ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جو آپ سے کام میں بہتر اور تعداد میں زیادہ ہوں گے:۔

گماں مبر کہ تو چوں بگذری جہاں بگذشت
ہزار شمع بکشتند و انجمن باقی ست!

اور غور کیجئے تو جس چیز کو آپ سچائی کی موت سمجھتے ہیں، وہی تو اس کے لئے زندگی کا آب حیات ہے اگر حق کا بیج آپ کے دامن میں ہے تو زمین کے سپرد کر دیجئے اور ہو سکے تو اپنے خون کے دو چار قطرے بھی اس پر چھڑک دیجئے کہ یہی اس کے لئے آبپاشی ہے۔ اس کے بعد آپ کا فرض ختم ہو گیا۔ اب وہ حق نواز اور صداقت پرور اپنے کھیت کی خود نگرانی کرے گا جو اب بھی ویسا ہی نگرانی کرنے والا ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے:۔ قل ھو الرحمٰن آمنا بہ وعلیہ توکلنا فستعلمون من ھو فی ضلال مبین؟ (۶۷-۳۰)

"یہ مصالحت" اور "نرمی" کی خواہش نہیں ہے بلکہ ایمان سے ارتداد اور حق سے انحراف کی دعوت ہے۔ فنعوذ باللہ من شرھا و شرا عداء الحق و ائمۃ الکفر! اب سے تیرہ سو تیس برس پہلے جب اسی "مصالحت" کو ائمہ کفر و نائبین شیاطین نے پیش

Marfat.com

کیا تھا تو اسلام کے داعی اول نے حق اور صداقت پرستی کے ایک شہنشاہانہ استغنا کے ساتھ یہ کہہ کر بے باکانہ رد کر دیا تھا کہ :-

لو جئتمونی بالشمس حتی تضع فی یدی ماسالتکم غیرھا۔ — اگر تم میں ایسی قدرت و طاقت پیدا ہو جائے کہ تم آسمان سے سورج اتار کر میری ہتھیلی پر رکھ دو، جب بھی طلب حق کے سوا تم سے اور کچھ نہ چاہوں گا اور وہی کہوں گا جو کہہ رہا ہوں۔

پھر آج بھی اس مقدس داعی حق کا کوئی سچا فرزند ہے جس کو حق کا پاک اور مبارک عشق اسلام کے ورثہ میں ملا ہو جو ویسے ہی کبر صداقت، ویسے ہی عظمت حقانی، ویسے ہی شان صمدانی اور بالکل اسی طرح شہنشاہوں کے سے استغنا اور تاجداروں کی سی ہیبت و جبروت کے ساتھ بلاخوف و تذلزل اس مصالحت کفر خواہ اور اس اتحاد باطل اندیش کو علانیہ ٹھکرا دے اور اپنی صولت الٰہی اور دبدبہ ملکوتی سے ارواح و ملائکہ حقانیت اور ملاء علیین صداقت کو غلغلہ حمد و ثنا سے جنبش میں لے آئے؟

زمین کے حق پرست انسان اور آسمان کے فرشتے دونوں اس کے منتظر ہیں!

خیز و در کاسہ زر آب طربناک انداز — پیش ازانکہ شود کاسہ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشاں ست — حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز

○

Marfat.com

نامور ملت پرست غیور:

ابراهیم ثریا بک،

حیات بعد الممات

قدرت الٰہی کے مظاہر و آیات میں سب سے بڑی نشانی احیائے موت ہے" اور اس کے لئے کسی ما فوق الفطرت معجزے کی ضرورت نہیں، کاروبار فطرت میں روز مرّہ قدرت الٰہی اپنا یہ اعجاز دکھلاتی ہے اور کائنات عالم کی کوئی ہستی نہیں، جس کے اندر ہر وقت اور ہر لمحے حیات بعد الممات کا قانون جاری و ساری نہ ہو۔ ہزاروں ہستیاں ہیں جو اس حیات سرائے عالم میں روز مرتی ہیں اور پھر زندہ ہوتی ہیں: ولکن اکثرھم لا یعلمون۔

قرآن کریم ہر جگہ آثار قدرت اور آیات فطرت کے بیان سے وجود الٰہی پر استدلال کرتا ہے مگر شاید سب سے زیادہ اس نے زور اسی نشانی پر دیا ہے:

یخرج الحی من المیت
ویخرج المیت من الحی
ویحیی الارض بعد موتھا
وکذالک تخرجون۔

خدا تعالیٰ زندگی سے موت اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے اور جب زمین پر موت چھا جاتی ہے تو اسے پھر زندہ کر دیتا ہے۔ اور (سوچو تو) اسی طرح تم کو بھی موت کے بعد زندہ کھڑا کر دے گا۔

لیکن انسان کی ایک قدیمی نادانی یہ ہے کہ گوشت اور خون سے بنے ہوئے جسم کی حرکت ہی کو زندگی، اور اس کے جمود ہی کو موت سمجھتا ہے حالانکہ اس جسم کی موت و حیات بھی ایک بالاتر قانون حیات و ممات کے ماتحت ہے آسمان اس سے دور ہے مگر زمین تو قدموں کے نیچے ہے، اگر نظروں کو اوپر نہیں اٹھاتا تو تعجب ہے کہ نیچے بھی نہیں دیکھتا؟ زمین جب اپنی

Marfat.com

زندگی کی تمام علامتوں سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس کی سطح پر کھیلنے والی وہ دلفریب روعیں جن کے العاب حیات سے اس کی ساری رونق اور دل کشی ہے، ایک ایک کرکے اس سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ عالم نباتات کی وہ ارواح طیبہ جن کے مظاہر جمال کے الوان مختلفہ سے اس کا چہرہ اجرام سماوی کے حسن کو بھی شرمندہ کر دیتا ہے، خزاں کے لطمات ہلاکت کی تاب نہ لاکر اسکی گود میں تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہیں۔ روح نباتاتی کا کوئی اثر اس میں باقی نہیں رہتا، کھیت خشک ہو جاتے ہیں، باغ جنگل نظر آتے ہیں اور سرچشمہ حیات یعنی پانی بھی اپنی بخشائشوں کو روک دیتا ہے اس وقت زمین یکسر مرقع موت و ہلاکت ہو جاتی ہے لیکن پھر جب "حیات لبعد الممات" کا قانون رونما ہوتا ہے، تو موسم بہار رحمت الٰہی کا پیغام لیکر آتا ہے۔ خزاں کی تمام علامتیں ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگتی ہیں، خشکی کی جگہ تروتازگی، افسردگی کی جگہ شگفتگی اور موت کی جگہ زندگی کے آثار ہر طرف نظر آنے لگتے ہیں پھر کیا یہ اموات کی حیات اور اجساد کا حشر نہیں ہے؟

اس سے بھی بڑھ کر اس قانون الٰہی کے وہ مظاہر ہیں جن میں زندگی موت کے بعد نہیں بلکہ موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا ہوتی ہے: یخرج الحیی من المیت ویخرج المیت من الحیی۔ غور کرکے دیکھا جائے تو دنیا میں اس کی ہزاروں مثالیں ملیں گی۔ کتنی گمراہیاں ہیں جن سے رہنمائی کی حرکت پیدا ہوتی ہے؟ کتنی تاریکیاں ہیں جن کی شدت روشنی کو دعوت دیتی ہے؟ اور کتنی خونریزیاں ہیں جن میں گو خون کی ندیاں بہتی ہیں لیکن انہیں سے حیات و زندگی کی روح پیدا ہو کر دنیا میں پھیل جاتی ہے بنی اسرائیل کی سخت و شدید ضلالت ہی نے ظہور (مسیح) کا سامان کیا کعبے کی دیواروں پر سینکڑوں بتوں کی تصویریں کیسی سخت تاریکی تھی؟ لیکن یہی تاریکی جب حد درجہ تک پہنچ گئی تو آفتاب توحید کعبے کی چھت پر طلوع ہوا۔ صلیبی لڑائیوں نے صدیوں تک یورپ اور ایشیا کے امن کو تاراج کیا، لیکن یہی لڑائیاں تھیں جنھوں نے یورپ کے دورِ جدید کی بنیاد رکھی، اور سینکڑوں تمدنی اور اخلاقی فوائد تمام اقوام مغرب نے حاصل کئے۔

Marfat.com

پچھلے نمبر میں دادھم پاشا کی ایک تقریر ہم نے انہیں کالموں میں درج کی تھی۔ انہوں نے دالحق (کے نامہ نگار سے کہا تھا کہ اٹلی نے ہم سے ایک چیز لینی چاہی تھی مگر اس نے سب کچھ ہمیں دے دیا۔ درحقیقت جنگ طرابلس بھی اس قدرت الٰہی کی ایک بہت بڑی مثال ہے کہ:-

یخرج الحیی من المیت — وہ موت سے زندگی اور زندگی سے موت
ویخرج المیت من الحیی۔ — پیدا کرتا ہے۔

جنگ طرابلس ایک خونریزی تھی لیکن غور کیجئے تو اس خونریزی نے اسلام کے لیے نئے دورِ حیات کی بنیاد رکھ دی ہے۔ دنیا میں اصلی طاقت اخلاقی طاقت ہے اور اصلی فتح اخلاقی فتح ہے اس جنگ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مُردہ جذبات میں روح پھونک دی اور ایک اصلی اور حقیقی اخلاقی حرکت تمام عالم اسلامی میں پیدا کر دی۔

اس اثر کی سب سے بڑی مثال اسلام پرستی کا وہ غیرت کارانہ جوش ہے جو اعلان جنگ کے ساتھ ہی تمام عالم اسلامی اور علی الخصوص تمام اسلامی ممالک میں پیدا ہو گیا۔ ترکوں کا کوئی طبقہ اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو آج طرابلس کے مختلف میدانوں میں سرگرم قتال دفاع نہ ہو۔ سب سے زیادہ گروہ طلبا اور اہل قلم کا ہے جنہوں نے تلوار کو بلند ہوتے دیکھا تو خود بھی اپنے قلم کو تلوار سے بدل لیا۔ اس سے پیشتر ہم متعدد اشخاص کا ذکر کر چکے ہیں لیکن آج جو تصویر آپ کے سامنے ہے اس کی عزت و احترام میں کمی نہ کیجئے کہ یہ اسلام پرستی اور ملی فداکاری کے شرف و تقدیس کی ایک مقدس تمثال ہے۔

★

سب سے پہلے (ابراہیم ثریا بک) کے چہرے پر ایک نظر ڈالئے آپ کے لئے یہ کوئی نئی وضع اور قطع نہیں ہے۔ ہندوستان میں نئی صحبت کے سینکڑوں نوجوان اس قطع کے آپ نے دیکھے ہوں گے۔ اگر آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ ایک تعلیمیافتہ ترک کی تصویر ہے تو عجب نہیں کہ آپ انہیں (علی گڈھ کالج) کا ایک فیشن ایبل گریجویٹ قرار دیتے۔ لیکن۔

لشتان ما بین الیزیدین فی الندی
یزید سلیم والاعز ابن حاتم

یہی چہرہ جو زیب و آرائش اور وضع و قطع کی تزئین کا نمونہ نظر آتا ہے، یہی گردن جس میں باوضع کالر کے حلقے اور نکٹائی کی چست اور صحیح بندش سے خوشنمائی اور رعنائی پیدا کی گئی ہے، یہی جسم جو قیمتی اور خوش قطع کپڑوں کے اندر راحت جوئیوں اور آرام پسندیوں کا ایک مرقع معلوم ہوتا ہے آج مہینوں سے ریگستان افریقہ میں تپتی ہوئی زمین پر غبار آسمان، موسم زدہ فضا اور بسا اوقات کسی پرانے کمبل کے بنائے ہوئے خیمے یا نخلستان سے گھرے ہوئے جھنڈ اور گولیوں کی بارش اور توپوں کی آتش بازی کے اندر ایک سخت جان اور عادی سپاہی کی طرح مصروف قتال و دفاع ہے! جو سر کل تک خوشنما فیز سے محفوظ تھا آج میدان قتال کی گرد و غبار کے لئے برہنہ کر دیا گیا ہے۔ جن آنکھوں پر کل تک نازک کمانیوں کی عینک چڑھی ہوئی تھی۔ آج مجاہدین کے گھوڑوں کی خاک کے سرمے کے انتظار میں کھلی ہوئی ہیں جو گردن کل تک رنگین نکٹائی کے حلقے سے خوبصورت بنائی گئی تھی، آج راہ اسلام پرستی میں نکلے ہوئے خون کی چھینٹوں سے رنگین ہو رہی ہے اور جو سینہ کل تک خوش قطع ویسٹ کوٹ سے ملبوس تھا، آج دشمنانِ ملت کی گولیوں کے زخم کے لئے کھول دیا گیا ہے!

اسلامی خصائص کی یہ اصلی تصویر ہے جو آج صدیوں کے بعد نظر آ رہی ہے۔ اسلام دین اور دنیا، دونوں کو ایک ہی زندگی کے اندر جمع کرنا چاہتا ہے وہ کھلے دل سے اجازت دیتا ہے کہ قانون فطرت و اعتدال کے ساتھ جس قدر جائز عیش اور آرام و راحت تم دنیا میں حاصل کر سکتے ہو، کرو۔ قیمتی کپڑے پہن کر حسین بننے کا شوق ہے تو یہ کوئی جرم نہیں۔ زیب و آرائش سے اپنے چہروں کو خوشنما بنانا چاہتے ہو تو اسکی کوئی پرسش نہیں۔ دنیا میں لذتیں برتنے کے لئے اور آرام و راحت حاصل کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں لیکن ساتھ ہی صرف لذائذ حیات ہی کے نہ ہو جاؤ کہ یہ پھر شرک اور ماسوا پرستی میں داخل ہو جائے گا (انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم) تمہارے جسم قیمتی ملبوسات میں رہیں تو مضائقہ نہیں، لیکن پھٹے ہوئے کمبل کے اوڑھ لینے سے بھی انہیں عار نہ ہو۔ تمہارے پاؤں قیمتی قالینوں پر چلیں تو کیا حرج ہے لیکن کبھی کانٹوں اور تپی ہوئی ریگ پر بھی چہل قدمی کر لیں۔ ان چیزوں میں سے کوئی شے تمہیں خاکساری اور خاک نشینی سے مانع نہ آئے اور کوئی لذت صرف اپنا ہی پرستار نہ بنا لے۔

Marfat.com

ھمُّوا بِمَا لَمْ یَنَالُوا،

ہمیں دو ہفتے پیشتر سے بعض امور کی اطلاع تھی اور متعدد موثق ذرائع سے شملہ اور رامپور سے ان کی نسبت مفصل تحریریں دفتر میں پہنچ چکی تھیں مگر ہم ہمیشہ واقعات کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں اور ارادوں اور نیتوں کے معاملات کو عفو و درگزر کا مستحق سمجھتے ہیں۔

مومن کو چاہیئے کہ اپنے اندر اخلاق الٰہی پیدا کرے " تخلقوا باخلاق اللہ "
اللہ کے اخلاق کا یہ حال ہے کہ اس نے ہمارے ارادوں اور نیتوں کی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور جزا و سزا کا احتساب صرف اعمال جوارح و جسم پر مرتب ہوتا ہے۔

سورۂ بقر میں یہ آیت جب نازل ہوئی :-

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (۲-۲۸۴) تمہارے دلوں کے اندر جو جو باتیں ہیں خواہ تم ان کو ظاہر کر دیا چھپاؤ، لیکن اللہ کے علم سے مخفی نہیں وہ ان سب کا تم سے حساب لے گا۔

تو صحابہ کرام بہت غمگین ہوئے کہ خطرات قلب اور حدیث نفس کا احتساب مشکل ہے نہیں معلوم کس وقت کیسا خیال گزرے اور قیامت کے دن اس کا جواب دینا پڑے؟

اس پر اسی رکوع کی یہ مشہور آیت کریمہ نازل ہوئی :-

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (۲-۲۸۶) اللہ تعالےٰ کسی انسان پر تکلیف شرعی قائم نہیں کرتا مگر وہاں تک کہ اس کے بس اور قدرت میں ہے۔

اعمال کی طرح خیالات کی نیکی بغیر توفیق الٰہی کے ممکن نہیں اور اس میں انسان مجبور ہے۔
البتہ منافقین اس سے مستثنیٰ ہیں کہ ان کا کفران کے دل ہی میں ہوتا ہے گو ظاہر میں ایمان کے مدعی ہوتے ہیں۔

پس ہم بھی ہمیشہ اعمال و واقعات پر نظر رکھنا چاہتے ہیں اور اس وقت تک کچھ پرواہ

Marfat.com

نہیں کرتے، جب تک کہ ارادے عملی ظہور تک نہیں پہنچ لیتے۔

اگر ایسا نہ ہو تو پھر نقد و اختبار کا پیمانہ نہایت تنگ ہو جائے۔ ہم کو تو ایسے لوگوں کی خبر ہے جو شب کو بستروں پر لیٹتے ہیں تو ان ارادوں اور خیالوں میں ہوتے ہیں جن میں اگر ایک ارادے کو بھی تکمیل و ظہور کی خدا مہلت دے دے تو تمام مسلمانوں کے گھر شیطانوں کی بستیاں بن جائیں اور ایک مسلم بھی دنیا میں نہ ملے جو کفر کی لعنت سے آزاد ہو۔

لیکن یہ اللہ کا لطف و فضل ہے کہ وہ ان منافقین و دجالین اور مفسدین خاسرین کے ارادوں کو ہمیشہ ناکام رکھتا ہے اور انہیں کبھی مہلت نہیں ملتی کہ اپنی نیات فاسدہ و اقدامات مفسدہ کو عملی ظہور تک پہنچا سکیں!

ولولا فضل اللہ علیک و رحمتہ لھمت طائفۃ منھم ان یضلوک وما یضلون الا انفسھم وما یضرونک من شیٔ - (۴ - ۱۱۳)[1]	اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان لوگوں میں ایک گروہ تو تم کو راہ حق سے بہکا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں تو کیا گمراہ کریں گے، خود اپنے ہی کو گمراہی میں ڈال

رہے ہیں یقین رکھو کہ وہ تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

پھر اگر ہم لوگوں کے ارادوں اور خیالوں کا بھی مراقبہ کریں تو اعمال تک پہنچنے کی کبھی مہلت ہی نہیں ملے۔

ہم بالفعل چند کلمات اس جلسے کی نسبت کہنا چاہتے ہیں جو ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کی زیر صدارت ۷ اکتوبر کو حسب افواہ یک ہفتہ دہلی میں منعقد ہوا تھا لیکن مندرجۂ صدر خیالات کی بنا پر ہم ان تمام اخبار و معلومات سے بالکل چشم پوشی کر لیں گے جن کی اس جلسے کے انعقاد سے پیشتر ہمیں خبر مل چکی ہے نہ تو اس مخفی اور طلسمانہ طریق عمل پر بحث کریں گے جو اس

---

[1] اس آیت کریمہ میں دراصل آنحضرت (روحی فداہ) سے خاص تخاطب ہے لیکن حالات تمام مومنوں کے لئے عام۔ اسی لئے اس وقت یاد آگئی تو حوالۂ قلم ہوئی (منہ)

Marfat.com

جلسے کے انعقاد کے لئے اختیار کیا گیا تھا نہ اس پراسرار طریق دعوت شرکت پر نظر ڈالیں گے جس کے ذریعہ ایک خاص طبقے کے لوگوں کو کوشش کر کے جمع کیا گیا۔ نہ (حاجی نادر علی وکیل) نامی کسی شخص کو تلاش کریں گے جو مفید اغراض شرکاء کی تلاش میں بھیجا گیا تھا، اور نہ جلسہ کی اصلی غرض و غایت اس کی تحریک کے اسباب، قافلۂ رفتہ کی وصیت اور کاروان موجودہ کے پیام اور ان سب کے شان نزول کو روشنی میں لائیں گے جس کے اندر مسلمانوں کے موجودہ عہد بیداری و حرکت کے لئے بہت سی یادگار بصیرتیں مضمر ہیں اور جو انسانی عصیان و تمرد کے نتائج کا نہایت ہی دلچسپ افسانہ ہے۔

ان امور پر اگر نظر ڈالنی ہے تو اس کا بہتر وقت دوسرا ہے اور شاید دور نہیں۔ سردست ہم صرف اسی چیز کو دیکھیں گے جو ۲ اکتوبر کو ہمیں دکھلائی گئی اور بالآخر بانیانِ مجلس جس صورت میں اپنے تئیں پیش کرنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے پیش کیا اسی کو بہ کمال تجاہل و تغافل عارفانہ تسلیم کر لیں گے۔

یہ کہہ کے رخنے ڈالئے ان کی نقاب میں
اچھے بُرے کا حال کھلے کیا حجاب میں

جن لوگوں کو تاریکی پسند ہے اور اپنے کاموں کو چوری چھپے کرنے پر مجبور رہیں بہتر ہے کہ انہیں روشنی میں لا کر پریشان نہ کیا جائے جس کے چہرے پر داغ ہوتے ہیں اس کو برقعہ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چور رات کی پچھلی پہر میں دیواروں کی آڑ سے اپنے تئیں چھپاتے ہوئے نکلتے ہیں مگر شریف آدمی ہمیشہ دوپہر کی روشنی میں سڑکوں پر دیکھے گئے ہیں چھپنے والوں کے لئے یہی عذاب الیم کیا کم ہے کہ وہ خود بھی اپنے کاموں کو علانیہ کرنے کے قابل نہیں پاتے انسانی ضمیر کے اسی عذاب کی طرف جا بجا قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے تری الظالمین مشفقین مما کسبوا وھو واقع بھم (۴۲-۲۱)

البتہ انسان کی اس غلطی پر جو شاید اس کی فطرت میں داخل ہے ہمیشہ ماتم کیا گیا ہے اور کیا جائے گا کہ وہ اپنے رازوں کو ان سے چھپاتا ہے جن کے ہاتھ میں اس کی جزا و سزا نہیں، پر اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا جو اس کے جزا و سزا پر تنہا قادر ہے اور اس کے تمام

Marfat.com

چھپے ہوئے کاموں پر سے عاقبت کا پردہ اٹھا دینے والا ہے؟ یہ نادان لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ ان کے نفس خادع نے خود ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے:-

ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لایحب من کان خوانا اثیما (۴-۱۰۷)

جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیکر حقیقت میں خود اپنے تیئں دھوکا دے رہے ہیں البیوں کی طرف ہو کر ردوکد نہ کرو کیونکہ اللہ تعالٰے دھوکا دینے والوں اور معصیت شعار انسانوں کو پسند نہیں کرتا۔

افسوس تم قرآن پڑھتے نہیں جو لوگ راز داریوں کے ساتھ پوشیدہ اپنے کاموں کو انجام دینا چاہتے ہیں اور اپنے ارادوں اور مشوروں کو تاریکی میں رکھتے ہیں خدا نے ان کی نسبت کیسے صاف اور منطق لفظوں میں رائے دی ہے؟ کاش دماغ سوچیں اور دل عبرت پکڑیں۔

یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول وکان اللہ بما یعملون محیطا (۴-۱۰۸)

یہ لوگ کیسے احمق ہیں! انسانوں سے تو پردہ کرتے ہیں مگر خدا سے پردہ نہیں کرتے! حالانکہ جب وہ راتوں کو (مثلاً رات کے گیارہ بجے ریلی کے اسٹیشن پر) ان باتوں کے لئے مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے خلاف ہیں تو خدا ان کے ساتھ موجود ہوتا ہے جو کچھ یہ کرتے ہیں سب اس کے احاطہ علم میں داخل ہے۔

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ایبتغون عندھم العزۃ؟ فان العزۃ للہ جمیعا وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث

یہ لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا اس لئے کہ ان کے دربار میں اپنی عزت بڑھانی چاہتے ہیں؟ اگر یہی بات ہے تو جان رکھیں کہ ہر طرح کی عزتیں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اسکو چھوڑ کر یہ کیوں غیروں کی چوکھٹوں پر جھکتے ہیں؟ حالانکہ مسلمانوں پر اللہ قرآن کریم میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ غیروں سے ویسے ملنے جلنے میں تو کوئی حرج نہیں البتہ جب تم اپنے کانوں سے سن لو کہ آیات اللہ سے انکار کیا جا رہا ہے شعار الہیہ کی توہین ہو

Marfat.com

غیرہ (۲-۶-۲۰) رہی ہے احکام دینیہ کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو
پھر ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی دوسری بات کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں
ہم نے کسی دوسری جگہ اس جلسہ کے مختصر حالات لکھ دئے ہیں، نیتوں کا خدا علیم ہے ہماری
دعا ہے کہ اگر ان بزرگوں کا مقصود اصلاح حالت اور دفع فساد ہے تو اللہ انہیں جزاء خیر دے
اور ان کی سعی کو قبول کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان دلوں پر حسرت جن کے لئے گذشتہ عبرت
بخش نہیں اور ان دماغوں پر افسوس جو آئندہ کے لئے متنبہ نہیں۔ کوئی سال ایسا نہیں گزرتا جس
میں نیات فاسدہ کی نامرادی اور اعمال مفسدہ کی ناکامی اپنے اندر ایک سبق عبرت و موعظت نہ رکھتی
ہو۔ رازدارانہ اعمال اور قوم سے علیحدگی و مستبدانہ خودرائی کے ناکام نتائج اس کثرت سے سامنے
آچکے ہیں کہ اندھوں کے سامنے رکھے جائیں تو دیکھنے لگیں اور گونگوں کو سنایا جائے تو بے اختیار
چیخ اٹھیں۔ پھر یہ کیوں ہے کہ آنکھیں بند ہیں دل مردہ ہو چکے ہیں کان ظلمت غفلت سے بہرے،
اور سب نے خدا کی طرف سے گردنیں موڑ لی ہیں؟ وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان
یفقھوہ وفی اذانھم وقرا۔ (۱۷-۴۸)

شاید ہی کوئی اور آیت اس قدر میری زبان پر ہمیشہ جاری رہتی ہے جیسی یہ آیت کریمہ
کہ فی الحقیقت ہماری موجودہ غفلتوں کا ایک مرقع عبرت ہے۔

اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام گیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گزرتا
مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم جس میں ایک یا دو مرتبہ یہ لوگ آزمائشوں میں نہ
یذکرون (۹-۱۲۷) ڈالے جاتے ہوں مگر باوجود اس کے نہ تو وہ اپنی
بداعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ ان تنبیہوں سے عبرت پکڑتے ہیں۔

Marfat.com

الہلال کی پہلی ششماہی کا اختتام

گویم غمِ دل مصرعے چند | زنہار جہاں جہاں نگویم
از دیدہ و نشتر نہ گویم! | در از دشنہ و استخواں نگویم
کس نیست متاعِ را خریدار | با آنکہ بہا گراں نگویم
صرف نمد و پلاس دارم | حرف خز و پرنیاں نگویم
زاں رو کہ خردوران گیتی | رنجند چوں قدرداں نگویم
ناچار متاعِ عرضہ دارم | بے رونقی دکاں نگویم
سرمایہ زدست رفتہ وانگاہ | گاہے سخن از زباں نگویم
گر تیر بہ من رسد وگر تیغ | دم در کشم، الاماں نگویم

اللھم لا تجعلنا بنعمتک مستدرجین، ولا بثناء النّاس مغرورین و من الذین یاکلون الدنیا بالدین، وصل وسلّم علی حبیبک سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک میں حالِ میر!
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

الہلال کی جلد، ہم نے ششماہی کے حساب سے رکھی ہے تاکہ مجلد ہونے کے بعد موزوں ضخامت حاصل کر سکے، پس یہ دو نمبر اس کی پہلی جلد کا آخری رسالہ ہے اور جنوری سے دوسری جلد شروع ہوگی:۔ فالحمد للہ فی البدایۃ والانتہاء والشکر لہ فی السراء و الضراء۔

اگرچہ چھ ماہ کا زمانہ ایک نہایت قلیل زمانہ ہے اور انسان کی حیات شخصی میں یہ محض بدو طفولیت کا زمانہ ہوتا ہے جب کہ گویا انسانی وجود عدم اور وجود کے درمیان معلق ہوتا ہے،

Marfat.com

اور تمام جسمانی اور دماغی قوتیں پردہ خفا میں مستور ہوتی ہیں لیکن تاہم دنیا مزدوروں کی جگہ ہے فلسفیوں کی نہیں ہے، کام کرنے والوں کے لئے اس کا ایک لمحہ بھی بہت ہے اور بیکاروں کے لئے اس کی پوری عمر بھی زیادہ نہیں انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے گرد و پیش کی مجبوریوں سے مرعوب رہتا ہے مگر کبھی خود اپنے اندر کی کمزوری کو نہیں دیکھتا یہ مانا کہ آپ کے ہاتھ کی کڑیاں بہت مضبوط تھیں لیکن آپ کے دست و بازو کی قوت کو کیا ہوا؟ یقیناً عرفی سقراط اور ارسطو سے بہتر ہے جبکہ وہ کہتا ہے :-

ہزار رخنہ بدام و مرا بسادہ دلی　　　تمام عمر در اندیشۂ رہائی رفت

احتساب اعمال :-

ہم کو کاتبان اعمال کی خبر دی گئی ہے جو ہمارے یمین و یسار ہر وقت موجود رہتے ہیں تاکہ ہمارے تمام اعمال قلمبند کرتے رہیں اور جن کی موجودگی مسکین عرفی کو بہت شاق تھی۔

رقم کشاں یمین و یسار دشمن تو　　　کہ مے کنند سخن سنجی و قلم رانی

لیکن یہ ہماری کیسی نادانی ہے کہ ہم اپنے اعمال کی کتابت کراماً کاتبین کے ذمے چھوڑ دیتے ہیں پر خود کبھی اپنے اعمال کا احتساب نہیں کرتے؟ بہتر ہے کہ انسان خود ہی اس خدمت کو اپنے ذمے لے لے، اور قبل اس کے کہ "رقم کشاں یمین و یسار" اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے لائیں چند لمحوں کے لئے خود ہی اپنے اوپر ایک نظر احتساب ڈال لے اور اپنے ضمیر کو مخاطب کر کے کہے :-

اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم　　　اپنے اعمال کی اس کتاب کو پڑھ لے آج کے دن علیک حسیبا (۱۷ : ۱۵)　　　کسی دوسرے کاتب و شاہد کی ضرورت نہیں خود تیرے ضمیر ہی کا احتساب تیرے لئے کافی ہے۔

خواہی کہ عیب ہائے تو روشن شود ترا　　　یک دم منافقانہ نشین در کمین خویش

اور فی الحقیقت ہمارے اعتقاد میں انسان کے لئے اصلی "کراماً کاتبین" اور "ترقیم اعمال" خود اس کا ضمیر اور نور ایمان ہی ہے قرآن کریم نے جہاں کہیں احتساب اعمال کا ذکر کیا ہے اگر

Marfat.com

غور سے دیکھئے تو وہاں اسی ضمیر کے فطری احتساب کی طرف اشارہ ہے اعمال حسنہ کے وہ آثار سرور وانبساط جو چہروں پر سے "نضرۃ النعیم" کی خبر دیں گے در حقیقت دنیا میں بھی فرشتہ ضمیر کی تبلیغ بشارت سے موجود ہیں وہ نور ایمان "جس کو "یسعیٰ بین ایدیھم" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ایک روشنی ہو گی جو ارباب ایمان کے آگے آگے چلے گی اور ان کی عظمت وجبروت کو تمام صفوف اولین وآخرین میں نمایاں کرے گی، کیا مجبوری ہے کہ آپ اس کو قیامت ہی کے دن کے لئے اُٹھا رکھیں اور دنیا کو بھی اس کا مصداق نہ قرار دیں؟

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین	اور وہ دن جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور ان لوگوں کو
آمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین	جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کریگا
ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا	ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے اور دہنی
اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ	طرف ساتھ ساتھ چل رہی ہو گی اور انکی زبانوں پر
کل شئی قدیر (۶۶: ۸)	یہ دعائیں ہونگی کہ خدایا اس روشنی کو ہمارے لئے

آخر تک قائم رکھیو اور ختم نہ کر دیجیو! نیز ہمارے قصوروں کو معاف کر دیجیو بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

اس آیت اور اس کے مثل صدہا آیات میں قرآن کریم نے ارباب ایمان کے جن نعائم اور ابتہاج وسرور کا ذکر کیا ہے یہ وہی حالات ہیں جن کو دنیا میں ہر ایک نیک ہستی اپنے اعمال حسنہ کا احتساب کر کے اپنے سامنے مشاہدہ کر سکتی ہے۔

جن لوگوں نے اپنے تیئں نفس کے تسلط سے نکال کر خدا کے ہاتھوں میں دے دیا ہے اور جن کے کاموں نے "ایمان والیقان" کی روح اپنے اندر پیدا کر لی ہے وہ جب اپنے اعمال کا احتساب کرتے ہیں تو یقیناً خوشیوں اور راحتوں کی ایک جنت میں ہوتے ہیں جس پر سرور دائمی اور عیش سرمدی کی فضا چھائی ہوئی ہے جس کے اندر شادمانی وکامرانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جس کا گوشہ گوشہ سکون ابدی کے حسن وجمال سے "حور مقصورات" کا جلوہ گاہ ہے جسکی ہر جانب سے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین کے نغمات خوش آہنگ بلند ہو رہے ہیں جہاں نامرادی وحرماں کے فغان وماتم کی جگہ ہر زبان پر "الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن" کا ترانۂ شکر جاری ہے جہاں ناکامی وخجالت کی تپش وحرارت کا نام ونشان نہیں کیونکہ کامیابی کے

Marfat.com

عیش و سرور کے اس تخت طمانیت پر بٹھا دئے گئے ہیں جہاں ٹیک لگا کر جس کسی کو بٹھا دیا جاتا ہے پھر اسے کسی مخل راحت حرکت سے سابقہ نہیں پڑتا: متکئین فیھا علی الارائک لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا۔

کلا، ان کتاب الابرار لفی علیین وما ادراک ما علیون؟ کتاب مرقوم، یشھدہ المقربون، ان الابرار لفی نعیم، علی الارائک ینظرون، تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم، یسقون من رحیق مختوم، ختامہ مسک، وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون (۸۳ : ۱۸)

بیشک نیک اعمال لوگوں کے اعمال اعلےٰ درجہ کے لوگوں کی فہرست میں لکھے جاتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ فہرست کیا چیز ہے؟ وہ ایک کتاب اعمال ہے جو ہمیشہ لکھی جاتی ہے اور مقربان بارگاہ الٰہی اس کے شاہد و گواہ ہیں یقیناً ان نیک اعمال لوگوں کی زندگی نہایت آرام اور راحت میں ہوگی وہ سکون و طمانیت کے تخت پر بیٹھے ہوئے بہشت کی سیر کر رہے ہونگے تم اگر ان کو دیکھو تو خوشحالی کی تر و تازگی ان چہروں سے نمایاں ہو، ان کو حیات سرمدی کی (وہ شراب خالص پلائی جائے گی جسکی بوتلیں سربمہر ہونگی اور ان پر مشک کی مہریں لگی ہونگی پس یہ زندگی ہے کہ تقلید کرنیوالوں کو اس کی تقلید کرنی چاہیئے۔

لیکن جن لوگوں کی زندگی روح ایمانی سے خالی ہوتی ہے، جن کے اعمال سلطنت الٰہی کے ماتحت نہیں، بلکہ قوت شیطانی کے تخت کے سائے میں انجام پاتے ہیں۔ خواہ دنیوی ساز و سامان اور مادی اسباب و جمعیت کتنی ہی فراہم کرلیں لیکن بالآخر جب ضمیر کی آواز ان کے کانوں میں آتی ہے، اور وہ اپنے نامہ اعمال کو اپنے سامنے رکھتے ہیں تو حرماں و نامرادی رسوائی و خجالت سے ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور "نور ایمان" کی جگہ ضلالت کی تاریکی کو اپنے ہر طرف محیط پاتے ہیں:۔

وتری الظالمین مشفقین مما کسبوا، وھو واقع بھم، والذین آمنوا وعملوا الصلحت فی روضات الجنت لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر (۴۲ : ۲)

اور نافرمانوں کو تم دیکھو گے کہ انہوں نے جیسے جیسے اعمال انجام دئے ہیں اس کے وبال سے ڈر رہے ہونگے (یعنی ان کا ضمیر ڈرا رہا ہوگا حالانکہ اسکے نتائج ان کو ضرور بھگتنے ہیں اور البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال حسنہ انجام دئے تو وہ ضرور بہشت کے سبزہ زاروں میں ہوں گے

Marfat.com

جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے پروردگار سے ان کو ملے گا یہی بدلہ ہے جو نیک کام انجام دینے والوں کے لئے سب سے بڑا فضل الٰہی ہے۔

پس درحقیقت احتساب اعمال اور ضمیر کی ملامت یا اس کی تحسین، یہ جنت و دوزخ کی دو زندگیاں ہیں جو اس دنیا میں ہر انسان کے لئے عاقبت کا موجود ہیں اور ہر عامل وجود جو اپنے اعمال گذشتہ کا احتساب کرے، ان دونوں حالتوں کو اپنے سامنے پا سکتا ہے یہی انسان کے لئے اصلی نامۂ اعمال اور یہی ہر وقت اس کے یمین و یسار معروف رہنے والا قسم احتساب ہے اور یہی ہے جس کے احتساب سے کوئی فرد بچ نہیں سکتا کیونکہ یہ انسان سے باہر نہیں، بلکہ انسان کے اندر موجود ہے اور اس کے نتائج کی فرد کو ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے کر دینے والا ہے:۔

وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا (۱۷:۱۳)

اور ہم نے ہر انسان کے عمل کی برائی اور بھلائی کے نتائج کو خود اس کے وجود کے اندر اس طرح رکھ دیا ہے گویا اسکے گلے کا ہار ہے اور قیامت کے دن ہم اسکے نامۂ اعمال کو نکال کر اسکے سامنے کر دینگے اور وہ اسکو اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھیں گے

اس بنا پر ضرور ہے کہ چھ ماہ کی مدت خواہ کتنی ہی اتنی قلیل مدت ہو مگر ہم اپنے کاموں کا آج احتساب کریں اور دیکھیں کہ اس عرصے میں الہلال اور اس کی دعوت کا کیا حال رہا؟

اس میں شک نہیں کہ ہم اس گذشتہ چھ ماہ کی مدت پر نظر ڈالتے ہیں تو بے اختیار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ کرنا تھا وہ ہم سے نہ ہو سکا، اور جو کچھ کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نفس کی کمزوریاں ہمیشہ عمل میں حارج ہیں اور ہمت کی پستی نے ہمیشہ بام مقصد تک پہنچنے میں لیت و لعل کیا، ہم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم نے ایک بڑی جماعت پیدا کر دی، جو شاید ہماری خدمات کی نسبت مایوس نہیں ہے اور اگر تحسین کی نہیں تو ملامت کا بھی مستحق نہیں سمجھتی لیکن تاہم اس کو کیا کریں کہ خود اپنے تئیں دیکھتے ہیں تو تحسین کا نہیں بلکہ ملامت ہی کا مستحق سمجھتے ہیں:۔

رستم زدعی لعقبول غلط ولے ۔۔۔ مے تا ہم از شکنجۂ طبع سلیم خویش

ہم نے درحقیقت اس فرصت سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا، اپنے ارادوں میں سے بڑے بڑے ارادے ذہن و تخیل سے آگے نہیں بڑھے اور اکثر چیزیں تو دماغ سے قلم تک پہنچ ہی نہ سکیں۔ مضامین میں ہمیشہ ابتری رہی کئی اہم ابواب شروع ہی نہیں ہوئے، اکثر چیزوں کے لکھنے کی

Marfat.com

نوبت نہیں آئی اور جو لکھی گئیں وہ شائع نہیں ہوئیں، الہلال کے علاوہ جو علمی خدمات پریس کے متعلق تھیں وہ تقریباً شروع ہوئیں بھی تو اُن کی رفتار نہایت سست رہی۔ دفتر کی انتظامی حالت بھی پوری طرح درست نہ ہو سکی اور اکثر لطف فرماؤں کو شکایتوں کا موقع ملا، بحیثیت مجموعی ہم دیکھتے ہیں تو اس وقت یہ گزشتہ ۶ ماہ کی مدت کمزوریوں اور غفلتوں کے سوا کچھ اپنے اندر نہیں رکھتی اور خواہ نفس مدح طلب کتنا ہی مضطر ہو، اگر حق یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں کسی طرح بھی مستحق تحسین نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر بار بار اپنی حالت کا افسانہ دہرانا داخل شکایت نہ ہوتا (اور وہ رحیم و کریم ہر حال میں شکر ہی کا مستحق ہے) تو شاید ہم اس وقت اپنی کمزوریوں کو کسی قدر تفصیل سے عرض کرتے۔ یہ چھ ماہ کا زمانہ جس حال میں بسر ہوا ہے اور الہلال کے ۲۴ پرچے جس عالم میں مرتب کئے گئے ہیں ان کی سرگزشت اب کیا کہئے کہ وقت گزر چکا ہے اور سامنے ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے فی الحقیقت ہمارے حالات ابھی اس کے بالکل مقتضی نہ تھے کہ الہلال کی اشاعت شروع کر دی جاتی لیکن مہلت کے انتظار نے ہمیں اس قدر مضطرب کر دیا تھا کہ مزید صبر کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ خیال کیا کہ جو چیز شاید کبھی بھی ملنے والی نہیں ہے اس کے انتظار میں کب تک زندگی کو صرف لاحاصل کیا جائے اور خدا کا دیا ہوا دماغ اور اس کا بخشا ہوا قلم کب تک معطل رکھا جائے؟ بہتر ہے کہ موجوں کے فرو ہونے کے انتظار کی جگہ موجوں میں پڑ کر تیرنے کی کوشش کی جائے اور راہ کے خالی ہونے کی توقع کی جگہ صفوں کو چیر کر راہ پیدا کرنے کی جستجو کی جائے۔ بالآخر ہم نے گزشتہ جولائی میں متوکل علی اللہ کام شروع کر دیا۔

دنیا کے کاموں میں ہمیشہ اسباب مادی اور سازو سامان دنیوی کی موجودگی دل کی قوت اور ہمت کی استواری کا ذریعہ ہوتی ہے، روپیہ کی کثرت، مددگاروں کی معیت اور آثار نفع حاصل کا احتمال یہی چیزیں ہیں جن پر اس عالم اسباب میں بھروسہ کیا جاتا ہے لیکن یہاں ان میں سے ایک شے بھی میسر نہ تھی، البتہ ایک چیز تھی جس کی طاقت بخشی عالم مادی سے ماوراء اور جس کی جرأت افزائی سازوسامان دنیوی سے بے پروا ہے اور یہ اس امر کا یقین کامل اور ایمان واثق تھا کہ ”خلوص کے لئے موت نہیں اور حق و صداقت کے لئے ناکامی نہیں“ دنیا میں ہر چیز مٹ سکتی ہے، پر حق اور صداقت ہی ایک بیج ہے جو پامال نہیں ہو سکتا۔ واللہ سبحانہ یقولُ انی

Marfat.com

لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ"

اس حکیم کریم کی اس نیرنگ سازی کو کیا کہیں کہ جس وقت تک الہلال جاری نہیں ہوا تھا اس وقت تک پھر بھی دن کے چند گھنٹے اور رات کا ایک پہر گوشہ گیری کے لئے میسر آ جاتا تھا لیکن الہلال کا ابھی اعلان ہی شائع ہوا تھا کہ مصائب ابتلاء کا بھی ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا اور جو کچھ میسر تھا، وہ بھی اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں چھین لیا گیا۔ ناظرین نے ہمیشہ اچھی بری صورت میں الہلال کا ہر نمبر اپنے سامنے موجود پایا ہے انہیں کیا معلوم کہ وہ کس عالم اور کس حالت میں مرتب کیا جاتا تھا؟ جن مضامین کے حسن و قبح کی نسبت وہ رائے قائم فرما رہے ہوں گے انہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے اکثر مضمون لبسا اوقات رات کے دو تین بجے ایک بستر مریض کے قریب بیٹھ کر اس حالات میں لکھے گئے ہیں جب کہ دل، نفس، علائق پرست کی کمزوریوں سے بے قرار، اور دماغ مسلسل شب بیداریوں کی وجہ سے قلم کے اختیار میں نہ تھا۔ اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ اخبار کی اشاعت کے وقت میں صرف ایک رات کا وقفہ باقی رہ گیا ہے اور کمپوزیٹروں کو رات بھر روک کر بیمار و تیماردار دماغ پر جبر کیا گیا ہے کہ رات کے چند گھنٹوں کے اندر صفحہ ۲ سے ۲۰ تک کا مضمون تیار کر دے، علی الخصوص گزشتہ ماہ صیام مبارک جس عالم میں بسر ہوا اور جس طرح پانچ پرچے مرتب ہوئے اس کی حالت صرف اس علیم و خبیر ہی کو معلوم ہے جس کو شاید اپنے بندوں کی ابتلا و آزمائش سے بڑھ کر اور کوئی بات پسند نہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ شاید جس عمل کے اعتماد پر دنیا کے کارزار میں فتحیاب ہونے کا گھمنڈ رکھتا تھا، وہ ابھی منظور نہیں ہوئی اور اس خدائے قدوس کو گوارا نہیں کہ اس کے کلمہ مقدس کی خدمت کا شرف میرے پر معاصی وجود کی شرکت سے ملوث ہو۔ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (۳ : ۸۲) وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون (۳ : ۱۱۴)

ہم نے ان حالات کو "مجبوریوں" کی جگہ "کمزوریوں" کے لفظ سے تعبیر کیا کیونکہ انسان اپنے اندر اور باہر کے جن حالات کو مجبوریوں سے تعبیر کرتا ہے، فی الحقیقت اس کے نفس کی کمزوریاں

ہی ہیں۔ دنیا دار العمل ہے اور جو کام کرنے والے ہیں وہ باغ و چمن کے گوشوں ہی میں نہیں بلکہ کانٹوں پر چل کر بھی کام لیتے ہیں خدا نے ہم سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے کہ وہ ہمارے وہم خیال کے پیدا کئے ہوئے اسباب راحت ضرور مہیا کر ہی دے گا، زندگی ایک میدان جنگ ہے اور یہاں کام کرنے کے یہی معنی ہیں کہ تلواروں کے سائے اور نیزوں کی قطاروں کے نیچے رہ کر کام کیا جائے دریا کی موجوں میں سے تیرنے والے اپنی راہ پیدا کر لیتے ہیں لیکن کنارے کے عافیت پسندوں کے لئے انتظار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس یہ جو کچھ تھا خواہ کتنا ہی سخت و شدید ہو لیکن پھر بھی ہم اسے اپنے لئے کوئی قوی عذر جرم نہیں سمجھتے اور صاف صاف اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہیں کہ اس چھ ماہ کے عرصے میں جو کچھ ہم کر سکتے تھے افسوس کہ ہم نے نہیں کیا!

البتہ یہ ہماری کمزوریاں تھیں لیکن ذرہ روشنی سے محروم ہے تو آفتاب درخشاں تو اپنے نور وضیا کی بخشش سے عاجز نہیں؟ باغباں کا ضعف اگر اس کو مہلت نہیں دیتا کہ بیج بو کر اس کی آبیاری کرے تو باران رحمت کی فیضان بخشی تو اس کے ضعف کی تلافی کر سکتی ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہم کمزور تھے اور کمزوریوں میں مبتلا، لیکن وہ حکیم و قدیر تو کمزور نہ تھا جو حق کے باوجود اس کے بے ساز و سامان ہونے کے نصرت بخشتا اور ضلالت کو باوجود اس کی طاقت و شوکت کو شکست دلاتا ہے۔

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور، والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون (۲ : ۲۵۷)	اللہ ایمان والوں کا حامی اور مددگار ہے وہ ان کو تاریکی سے نکالتا اور کامیابی و بامرادی کی روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے راہ کفر و ضلالت اختیار کی سو ان کے حامی ان کے بنائے ہوئے معبود ان باطل ہیں وہ ان کو روشنی سے نکال کر اور تاریکی میں مبتلا کرتے ہیں یہی لوگ اصحاب نار ہیں اور آتش نار میں ہمیشہ جلنے والے۔

اس کا اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں سے وعدہ ہے کہ وہ کبھی ان کو دنیا میں ذلیل و رسوا نہیں کرتا، ان کے جھکے ہوئے سروں کو عزت کی بلندی بخشتا ہے اور گو وہ خود کتنے ہی ذلیل و حقیر

Marfat.com

ہوں، پر وہ ان کو اپنا سمجھ کر ان کی عزت پر اپنی عزت کی چادر اوڑھا دینا ہے کہ :-

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین معہ ونورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم۔ | اور وہ (نتائج وعواقب امور کا) دن جب کہ اللہ اپنے رسول اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی معیت کا قرب نسبت حاصل کر لیا ہے، کبھی رسوا

اور ذلیل نہ کرے گا اور ان کی کامیابی اور کامرانی کی شمع ان کے آگے جلے گی۔

گر من آلودہ دامنم چہ عجب! | ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

اس پہلو سے اپنے کاموں پر نظر ڈالتے ہیں تو حالات و نتائج میں ایک انقلاب ہو جاتا ہے اور مناظر بالکل بدل جاتے ہیں پہلے اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اگر اپنا وجود ضعیف و حقیر نظر آتا تھا تو اب اس قومی و عزیز کی نصرت فرمائی سے طاقتوں اور قوتوں کا ایک ناممکن التسخیر ستون آہنی دکھائی دیتا ہے پہلے اگر اپنے تصوروں کی وجہ سے عاجزی کا سر جھکا ہوا تھا، تو اب اس کی عزت بخشی سے سر افتخار بلند نظر آتا ہے پہلے چونکہ ایک انسانی ہستی کے کاموں پہ نظر تھی، اس لئے عجز و تذلل کے سوا چارہ نہ تھا، پر اب انسانی کاروبار پر نہیں بلکہ الٰہی اعمال پر نظر ہے، اس لئے الحمد للہ کہ فتح و نصرت کی عزت و عظمت سے ہمکنار و شاد کام ہوں :-

گرچہ خوردیم نسبتی ست بزرگ | ذرہ آفتاب تابانیم!

غور کیجئے کہ الہلال کس عالم میں نکلا، اور پھر کس حالت میں جاری رہا؟ بالکل ایک نئے قسم کا کام تھا اور اس طرح کا کام کہ ہندوستان میں آج سو برس سے پریس موجود ہے مگر آج تک ایک ماہوار رسالہ بھی اس پیمانے کو سامنے رکھ کر کسی بڑے سے بڑے پریس سے شائع نہ ہو سکا۔ پھر کسی طرح مالی اور دماغی اعانت میسر نہ تھی اور سوا اپنی جیب اور قلم کے اور کسی پر اعتماد نہ تھا ان امور سے بھی بڑھ کر یہ کہ الہلال کی دعوت، اس کا لب و لہجہ اور عام انداز تحریر ملک کے مذاق اور حالات سے اس درجہ متبائن تھا کہ کوئی ذی عقل بھی اس بیج کے لئے آج کل کے موسم کو موزوں نہیں کہہ سکتا تھا لیکن باوجود کام کی اہمیت اور دست عمل کی کمزوری کے باوجود تمام ناموافق اسباب و حالات کے اور باوجود ہر طرح کی بدنظمیوں اور اسباب سعی و جہد کے

فقدان کے اس چھ مہینہ کے قلیل زمانے میں جو حیرت انگیز اور محیر العقول مقبولیت الہلال نے پیدا کی ہے وہ ہر لحاظ سے اُردو پریس کی تاریخ میں ایک مستثنیٰ واقعہ ہے شاید ہی آج تک کوئی چھپی ہوئی چیز اس کثرت اور شغف کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جس قدر گذشتہ چھ ماہ کے عرصے میں الہلال کے اوراق پڑھے گئے ہیں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذوالفضل العظیم۔

Marfat.com

ابتدائے عشق

الہلال پریس کی ضمانت

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

اطراف ملک سے بکثرت خطوط اور تار آرہے ہیں جن میں دریافت کیا جا رہا ہے کہ کیا ضمانت کی خبر صحیح ہے ؟

واقعہ یہ ہے کہ بعض امور کی اطلاع مجھے تقریباً دس ماہ سے تھی مگر آج تک الہلال میں ان کی نسبت ایک حرف نہیں لکھا۔ اس لئے کہ اپنا اصول کار ابتدا سے یہ رہا ہے کہ انسان صرف کام کے لئے بنایا گیا ہے، پس اس کو چاہیئے کہ صرف اپنے کام ہی میں مصروف رہے۔ یہ بہت ہی ادنیٰ درجہ کی اور چھوٹی باتیں ہیں کہ لوگوں کا اس کام کے متعلق کیا خیال ہے اور حکام وقت اسے کیسا سمجھتے ہیں ؟

میری حالت الحمد للہ کہ عام حالت سے مختلف ہے میں اپنے تمام کاموں کو ایک خالص دینی دعوت کی حیثیت سے انجام دیتا ہوں اور میرے پاس احکام دینی کے قوانین کی ایک کتاب موجود ہے پس میری نظر ہمیشہ اس پہ رہتی ہے کہ خدا کے ساتھ میرا رشتہ کیسا ہے ؟ اس کی فکر نہیں ہوتی کہ اس کے بندوں کی نظریں کیا کہتی ہیں ؟ اگر اللہ کی صداقت میرے ساتھ ہے تو میری طاقت لازوال اور میری حفاظت قدرتی ہے لوگ دیکھتے ہیں کہ آگ جلاتی اور پانی ڈبوتا ہے اور اس کو قوانین قدرت کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اس سے زیادہ محکم اعتقاد اور اس سے بڑھ کر غیر متزلزل یقین کے ساتھ میں بھی دیکھتا ہوں کہ حق و صداقت اور اللہ کا پیغام دعوت ہر حال میں فتحیاب و منصور رہتا ہے اور باطل و ضلالت کے ساتھ

Marfat.com

دنیوی طاقتوں کا خواہ کتنا ہی سازو سامان ہو اور عارضی و وقتی کامیابیاں خواہ کتنا ہی اسے مغرور کر دیں۔ لیکن بالآخر وہ خاسر و نامراد ہی ہوتی ہے وتلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون فی الارض علوًا ولا فسادًا والعاقبۃ للمتقین۔

پس ہماری حفاظت اور کامیابی خود ہمارے کاموں کے اندر ہے اپنے سے باہر ڈھونڈھنا لاحاصل ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون؟

الہلال کی اشاعت کو تقریباً ڈیڑھ برس کا زمانہ ہو گیا مگر وہ پوری آزادی کے ساتھ اپنے دینی فرائض کی انجام دہی میں معروف تھا۔ اگر پریس ایکٹ کا عمل اس کے ادعائی مقصد سے مختلف نہ ہوتا تو موجودہ عہد مطبوعات کی اس سبب سے فرصت کا ملنا کچھ بھی تعجب انگیز نہ تھا، بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ قدرتی اور لازمی تھا۔

لیکن بد قسمتی سے جو حالت آج برسوں سے ہو رہی ہے اس کا نتیجہ مشوم تو یہ ہے کہ نہ صرف ہر حق گو کو، بلکہ ہر حق گوئی کے ارادے کرنے والے کو اپنے تئیں سب سے بڑا مجرم سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ:۔

وجودک ذنب، لا یقاس بہ ذنب!

جب حالت یہ ہو تو پھر ڈیڑھ برس سے زیادہ زمانے کا بغیر کسی واقعہ کے گزر جانا کیوں نہ ایک محیر العقول واقعہ سمجھا جائے"

فی الحقیقت یہ ایک ایسا تعجب انگیز واقعہ تھا جسے سوچتے سوچتے بہت سے لوگ گھبرا اٹھے تھے۔ البتہ خود مجھے ذرا بھی تعجب نہ تھا۔ کیونکہ " لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون " کی تفسیر میرے سامنے تھی اور دنیا کے قوانین سے بھی بالاتر ایک قانون تھا جس نے میرے دل پر نقش کر دیا تھا کہ:۔ واللہ ولی المتقین۔

بہر حال ۱۸ ستمبر کو دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی جس میں ۲۷ تک داخل کرنے کی قید تھی مگر آج ۲۳ (ویں تاریخ ہے) دو ہزار روپیہ کے گورنمنٹ ضمانتی کاغذ عدالت میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ ضمانت کا روپیہ تو اسی تاریخ سے بطور ایک سرکاری امانت کے علیحدہ رکھ دیا گیا تھا جس دن الہلال پریس کا ابتدائی سامان خریدنے کے لئے ہم نے روپیہ نکالا تھا، سچ یہ ہے کہ

Marfat.com

اس امانت کی حفاظت کرتے کرتے ہم اکتا گئے تھے اور اب تو وہ وقت آگیا تھا کہ اگر کوئی مانگنے کے لئے نہ آتا تو ہم خود ہی پیشکش کرنے کے لئے آگے بڑھتے۔ بارہا ہمیں خیال ہوا کہ کیا یہ ذوق عتاب صرف اوروں ہی کے حصے میں آیا ہے اور ہم اصلی مستحقین نظر کے لئے کچھ بھی نہیں؟

نہ کنی چارہ لب خشک مسلمانے را؟
اے بہ ترسا بچگاں کردہ مے ناب سبیل

ہمارے ایک دوست تو اس تغافل پیشگی سے عاجز آکر پریس ایکٹ کی طاقتوں ہی کے منکر ہو گئے تھے۔

لئے بھی جائیں دل کہیں ہم سے کہ قصہ پاک ہو
یہ حسینان جہاں بھی دلربا کہنے کو ہیں!

بڑی فکر یہ تھی کہ جب محرومی قسمت سے ضمانت کی پہلی منزل ہی طے نہیں ہوئی ہے تو آئندہ کی فکر کے لئے ہمیں وقت کیسے ملے گا؟ بالآخر غنیمت ہے کہ خدا خدا کر کے خاموشی ٹوٹی، اور پہلی منزل سے بہرحال گزر ہی گئے۔

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

آخر میں ہم یہ لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں ہمیں گورنمنٹ آف بنگال سے کوئی شکایت نہیں ہم کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ اور کل تک کیا تھا آج کیا ہو رہا ہے؟

سر ایں نکتہ زجائیست کہ من میدانم

ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک جو کچھ ہوا، وہ گورنمنٹ کی مصلحت شناسی، عواقب اندیشی اور ہمارے خاص حالات و نتائج پر نظر رکھنے کا نتیجہ تھا اور جو کچھ ہوا ہے، یہ دوسروں کی نادانی کا نتیجہ ہے۔

ہم نے اتنی سطریں بھی بمجبوری لکھیں کہ بے شمار خطوط اور تاروں کا فرداً فرداً جواب دینا ممکن نہ تھا اور نہ ہم اس طرح کے واقعات کو اس درجہ اہم نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے پیچھے زیادہ وقت صرف کیا جائے۔ یہ اس طرح کی معمولی باتیں ہیں جو آج کل کے پریسوں کے دفتروں میں ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں اگر بعض حکام اعلیٰ کو کسی اخبار کے دفتر سے کچھ دلچسپی ہو کر رکھنے میں

Marfat.com

مصلحت نظر آتی ہے تو یہ ایک ایسی فائدہ رسانی ہے جو دوسروں کے لئے مفید مگر اپنے لئے مضر نہیں۔ پھر اس میں کیوں عذر ہو اور کیوں حرف شکایت زبان پر آئے؟ ہمارے سامنے تاریخ نے جو مواد رکھ دیا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ ایسی باتیں ہمیشہ ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور نتیجہ بھی ہمیشہ یکساں نکلا ہے اور نکلے گا۔ جو لوگ اس راہ میں قدم رکھتے ہیں جب ان کے سامنے آخری منزلیں موجود رہیں تو ان ابتدائی منزلوں کے پیش آنے پر کیوں شاکی ہوں؟

ترک جان و ترک مال و ترک سر

در طریق عشق اوّل منزل است

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

○

Marfat.com

وَهُمْ بَدَؤُكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

أتخشونهم فالله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين

تاثیر آہ و نالہ مسلم، ولے مترس
مارا ہنوز عربدہ با خویشتن بس است

واقعہ "زمیندار پریس" لاہور میں فی الحقیقت ارباب بصیرت کے لئے بہت سی عبرتیں پوشیدہ ہیں جنہیں یکے بعد دیگرے بیان کروں گا گو ان کا بیان کرنا بعض لوگوں کے لئے کتنا ہی موجب غیظ و غضب ہو قل موتوا بغیظکم ان الله عليم بذات الصدور (۳ : ۱۱۵) میں ان لوگوں کو کبھی بھی اپنے سے خوش نہیں رکھ سکتا جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ ان کی خوشی خدا کی خوشی کے خلاف ہے پھر یہ مغرور نادان کیوں ایسا چاہتے ہیں؟ مسیح اپنے پیروؤں سے یقیناً زیادہ حلیم تھا جب کہ اس نے کہا کہ ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا۔ پس ایک راہ کا اختیار کرنا ناگزیر ہے!

ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم قل ان هدى الله هو الهدى، ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذى جاءك من العلم مالك من الله من ولى ولا نصير (۲-۱۱۴)

اور تم سے یہود اور نصاری کبھی بھی خوش نہ ہوں گے جب تک کہ انہی کا طریقہ اختیار نہ کر لو۔ پس ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت تو وہی ہدایت ہے جس پر ہم چل رہے ہیں اور اگر تم نے بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم صحیح موجود ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر جان لو کہ تم کو اللہ کے غضب سے بچانے والا نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔

٭

سب سے پہلے تو میں اس واقعہ کے اندر ایک عظیم الشان احسان الٰہی کی بشارت دیکھتا ہوں اور

Marfat.com

سچ یہ ہے کہ اس حق نواز قدوس کا کوئی کام ارباب حق کے لئے مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ قوموں اور جماعتوں کے حس و غیرت اور جوش حیات کی پرورش کے لئے جبر و تشدد مثل اس پانی کے ہے جو کسی خشک و افسردہ درخت کی جڑ پر ڈالا جائے یہ پانی جس مقدار میں اسے میسر آتا ہے ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق اس کی نشو و نما بھی ہوتی ہے۔

خدا کی یہی مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اب ہندوستان کے مسلمان جاگیں اور اس طرح جاگیں کہ پھر انہیں کوئی نہ سلا سکے۔ خدا کی آواز اس کے کاموں سے نکلتی ہے اور اس کی مشیت کی زبان تغیرات و حوادث عالم کی زبان ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اسباب و بواعث مسلسل نہ ہوتے اور تنبیہہ و غفلت شکنی کے تازیانے اس طرح یکے بعد دیگرے نہ پڑتے۔

جنگ طرابلس نے زمین تیار کی اور تقسیم بنگالہ کی منسوخی نے اس میں بیج ڈالا۔ اب پانی کی ضرورت تھی جو برسے اور آفتاب کی ضرورت تھی جو گرمی پہنچائے پس جنگ بلقان نے بارش خونین سے سیراب کیا اور اس کے بعد بھی مچھلی بازار کانپور کے افق پر آفتاب مظالم نے سرخ نقاب اوڑھ کر اپنا چہرہ لالہ گوں دکھلا دیا۔ یہ سب کچھ اس بیج کی پرورش کے لئے کافی تھا لیکن کیا کیجئے کہ دہقان کی غفلت بھی شدید تھی اور ردروان سے گمین گاہیں بھی خالی نہ تھیں پس ضرور تھا کہ خود قدرت الٰہی ہی اس کا سامان کرتی اور جس پانی کے برسے بغیر یہ بیج بار آور نہیں ہو سکتا اس کی آبپاشی نہ رکتی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور زمیندار پریس کی ضبطی سے اس آبارش نشو فرما کی ابتداء ہو گئی ہے جیسا کہ برستا رہا، ویسا ہی اب بھی برسے گا اور جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اب بھی وہ سب کچھ ہو گا عقلمند کے لئے دانائی ہے، پر نادان کے لئے غفلت لکھی جا چکی ہے اور روشنی دیکھتی ہے مگر تاریکی کے لئے کچھ بھی نہیں۔

پس اگر آنکھیں ہیں تو دیکھیں اگر کان ہیں تو سنیں اگر دل ہیں تو سمجھیں وھو الذی جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ، قلیلا ما تذکرون۔

حادثہ مسجد کانپور کے بعد غفلت کے سرد جھونکے چلنے لگے، خدا نے چاہا کہ ایسا نہ ہو کیونکہ اس کی مرضی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اب ایسا نہ ہو گا پس اس نے تمہاری پشت غفلت پر

Marfat.com

ایک اور تازیانہ لگایا اور تمہارے دل غفلت سرشت کو ایک اور مہلت بیداری دینی چاہی اس کی ہر بخشی ہوئی فرصت کو تم نے ضائع کیا ہے اس کی ہر دی ہوئی قوت عمل کو جو ادھر تین سال کے اندر تمہیں عطا ہوئی، نذر غفلت و نادانی کیا گیا ہے اور وقت کی ہر صدائے کار جواب عمل سے محروم واپس کر دی گئی ہے لیکن کچھ ضرور نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو۔ اگر تمہاری غفلت شدید ہے تو خدا کا تازیانہ بیداری بھی کچھ شدید نہیں۔ یہ تمہاری غفلت اور ہوشیاری کا مقابلہ ہے آخر میں تمہیں ہارنا ہی پڑے گا۔ کب تک ایسا ہوگا کہ اٹھو گے اور پھر لیٹ جاؤ گے؟ کھڑے ہو گے اور پھر گرو گے؟ اگر اٹھانے والا ہاتھ قوی ہے تو وہ تمہیں بستر پہ لوٹنے کی جگہ زمین پہ دوڑا ہی کر چھوڑے گا۔

لیکن افسوس ہے کہ اس حقیقت کے سمجھنے کی ہم سے زیادہ ضرورت ہماری گورنمنٹ کو تھی مگر تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ جب ہونے والا ہوتا ہے اور آنے والا وقت آتا ہے تو جاننے والے ناسمجھ اور دیکھنے والے کور ہو جاتے ہیں۔ افسوس کہ گورنمنٹ میں صوبوں اور شہروں کے حکام کا عنصر اصلی قوام حکومت ہے اور حکومت کی اعلیٰ قوتیں وقت کی اصلی حالت اور ملک کے حقیقی دکھ سے بے خبر رکھی جاتی ہیں۔

ہندوستان میں آج دو تحریکیں موجود ہیں: ایک وطنی تحریک ہے جو ہندوستان کی سب سے بڑی کثیر التعداد میں پیدا ہوئی اور اس کا مرکز بنگال ہے دوسری اسلامی تحریک، مسلمانان ہند کی بیداری کی ہے جو اب اپنی غفلت کی ضائع کردہ جگہ جلد جلد چل کر کسی طرح حاصل کرنا چاہتی ہے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ پچھلے سال کے لئے پہلے سے عبرت پکڑی جائے؟

بنگالیوں کی تحریک جب شروع ہوئی تو بہتر تھا کہ تقسیم بنگال کا اسے بہانہ نہ دیا جاتا۔ اور غیر مدبر لارڈ کرزن کی جگہ مدبر و دانا لارڈ ہارڈنگ کی پالیسی اختیار کی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا سختی اور قوت سے ہر آواز کو بند کر دینا چاہا اور قانون کے سہارے بے جا استعمال کی غلط و ناکام قدرت نے یہ غلط مشورہ دیا کہ درخت جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جا سکتا ہے۔ پس اخبارات بند ہوئے، پریس ضبط کئے گئے، جلسوں کو روکا گیا۔ شہر کے اندر انعقاد مجالس کا قانون نافذ کیا گیا اور ہر مجسٹریٹ اور ہر حاکم ضلع کو اپنے انتہائی اختیارات کی نمائش کے لئے

Marfat.com

چھوڑ دیا گیا۔

لیکن اس کا کیا نتیجہ نکلا ؟ اگر مقصد حاصل ہو جاتا تو یہ اچھا تھا مگر کیا مقصد حاصل ہو ؟ کیا پھوڑے کو دبانے کی کوشش سے یہ نہیں ہوا کہ جو مادہ باہر نکل کر بہتا وہ اندر ہی اندر پکنے لگا ؟ مانا کہ پیشانی اور منہ بے داغ ہو گیا مگر کپڑے کے اندر کی چھپی ہوئی پیٹھ پھوڑوں سے بھر بھی تو گئی ؟

وہ آگ جو شکوہ و شکایت کا دھواں بن کر دھیمی پڑ جاتی ، جب دبا دی گئی تو گندھک کے آتش فشاں مادے کی طرح اندر ہی اندر کھولنے لگی ، پھر ایسا ہوا کہ یکایک بھونچال آئے اور زلزلوں نے دیواروں کو ٹکرا دیا اور بنیادوں کو ہلا ہلا کر گرا دیا۔ آج دس برس سے طاقت اور ہوشیاری اپنی انتہائی قوتوں کو صرف کر چکی ہے لیکن نہ تو اس اندرونی آتش فشانی کا سراغ لگتا ہے اور نہ کوئی پانی ایسا میسر آتا ہے جس سے پورے طور پر وہ آگ بجھائی جا سکے۔ ملک کی تمام امن خواہ عقول یکسر مضطرب اور عاجز ہیں۔

ہمدرد و غمگسار پادشاہ آیا مگر افسوس کہ مرض کے مہلک ہو جانے کے بعد اس کا علاج کیا گیا تقسیم بنگال کی منسوخی گویا اس آگ پر بعد از وقت پانی کا ڈالنا تھا مگر کل تک کے واقعات سے پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ بجھ گئی ہے یا ابھی باقی ہے ؟

کیونکہ اگر آگ زمین کے اوپر ہوگی تو بجھائی جا سکے گی ، پر اگر تم نے غلطی سے اسے نیچے جانے دیا تو وہ پھر چلی جائے گی اور نہ تو تمہارا ہاتھ وہاں تک پہنچ سکے گا کہ خاک ڈال سکو اور نہ تم اسے دیکھ سکو گے کہ اس پہ پانی چھڑکو !

برخلاف اس کے موجودہ اسلامی تحریک ایک پر امن اور عافیت خواہ حرکت تھی ، جو ابتدا میں تو عام مصائب اسلامیہ کی وجہ سے نمایاں ہوئی اور پھر اندرون ہند کے بعض حوادث کے متعلق قومی بیداری واتحاد کی صورت میں ظاہر ہونے لگی۔ چونکہ اس کے کاموں کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اور اس طرح کی سختی اور تشدد کا سلوک ابتدا میں نہیں ہوا جیسا کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باوجود انتہا جوش و خروش اور مذہبی درد و الم کے ، تمام ہندوستان میں ایک واقعہ بھی اب تک ایسا نہیں ہوا جس کی نسبت کہا جا سکے کہ یہ امن اور وفاداری حکومت کے منافی ہے۔

Marfat.com

مثلاً ہلال احمر کے جلسے ہر جگہ ہوتے تھے اور لوگ ہندوستان کے باہر کے اسلامی مصائب پر ماتم کرتے تھے انہوں نے ماتم کیا، رزولیوشن پاس کئے اور درد دکھ کے متفرق ہو گئے لیکن اگر حکومت کی طرف سے کھلی رکاوٹیں پیدا کی جاتیں، جلسے روکے جاتے، اخبارات کو بند کر دیا جاتا تو دنیا دیکھ لیتی کہ کیا نتائج نکلتے اور یہی جوش جو صرف اجتماع و انعقاد مجالس کی صورت اختیار کر کے ختم ہو جاتا تھا، کیسی خطرناک حالت پیدا کر لیتا ہے؟ کیونکہ جوش خواہ کسی قسم کا جوش ہو لیکن دبانے سے پرورش پاتا، اندر ہی اندر کھولتا اور پھر کبھی نہ کبھی پھوٹتا ہے۔

پس گورنمنٹ کے لئے بہترین حکمت عملی یہی تھی کہ وہ اسلامی تحریک کے ساتھ بندش اور رکاوٹ کی پالیسی کا نہیں بلکہ تسامح اور فیاضی کی دانش مندی کا سلوک کرتی۔ کیونکہ نہ تو اس میں غیر وفاداری کی آمیزش ہے اور نہ بغاوت کا بیج۔ وہ صرف اپنی اصلاح کرنا چاہتی ہے اور اپنی حکومت ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ یقین کر کے بعض حکام کی بیجا سختیوں کیلئے فریادی ہے

اسی کانپور کے واقعہ کو دیکھو! کیا وہ بہتر تھا جو سر جیمس مسٹن نے کیا، یا وہ، جو لارڈ ہارڈنگ نے؟ پہلے نے بھڑکایا اور دوسرے کی دانشمندی نے بھڑکتے ہوئے کو یکایک بجھا دیا۔

اب ہر طرف سکوت تھا اور خاموشی، لیکن زمیندار پریس کا واقعہ وہ نیا قدم ہے جسے خود گورنمنٹ پنجاب نے بڑھایا ہے۔

تاہم اس غفلت آباد حکومت میں ایک آنکھ ہے جو تدبیر و دانش کی سچی روشنی سے منور اور حکمت و عاقبت بینی کی بصیرت سے مجلی ہے وہ جس نے دہلی میں زخم و خون کا جواب صبر و تحمل سے اور دشمنی کے پیغام کو محبت کے جواب سے سنا جو ۱۴ اگست کو کانپور آیا تاکہ زندانیان بے جرمی کو امن کا پیغام سنائے اور اس نے کہا کہ میں پدرانہ محبت کے لہجے میں تم سے کہتا اور تمہار پاؤں کی بیڑیاں کھولتا ہوں۔

وہ کون؟

دانشمند لارڈ ہارڈنگ!

وقت ہے کہ وہ اپنے زمانہ حکومت کی سب سے آخری اگر حکومت کے لئے سب سے بڑی نیکی انجام دے۔

Marfat.com

لیکن اگر ایسا ہوا تو یہ گورنمنٹ کے لئے عافیت اور بہتری ہوگی اور اس کی خیر خواہی اگر منظور ہو تو صرف اسی مشورے میں سجائی ہے جو دیا جاتا ہے ورنہ جیسا کہ لکھ چکا ہوں، موجودہ تحریک کی علی الرغم حکومت پرورش کے لئے تو واقعات کا نیا سلسلہ مہلک ہونے کی جگہ یقیناً حیات بخش ہے

مجھے ہمیشہ حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے بعض مسلم اور معلوم حقائق کے اعلان و تذکرہ سے باوجود علم و واقفیت کے لوگ کیوں گھبراتے ہیں؟ یہ جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں یہ بھی ایک ایسی ہی تلخ مگر غیر متزلزل حقیقت ہے دنیا کی تمام قوموں کی تاریخوں کو پڑھو۔ یورپ کے متمدن ترین ممالک کی گزشتہ چار پانچ صدیوں پر نظر ڈالو۔ اگر ان سب کے لئے وقت و مہلت کا عذر ہو تو مشرق کے قریبی حوادث و تغیرات کو دیکھو، کیا ہر جگہ اور ہر مرتبہ ایسا ہی نہیں ہوا ہے کہ زندگی کی گرمی کو بربادی کی آگ سمجھ کر جبر و تشدد کا پانی ڈالا گیا ہے اور وہی پانی تیل کا سا اثر پیدا کر کے بجھانے کی جگہ اور مشتعل کرتا رہا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہوا چراغ کی لو کو بجھا دیتی ہے مگر کیا یہ بھی سچ نہیں ہے کہ انگیٹھی کے شعلوں کو بھڑکا بھی دیتی ہے۔

پھر وہ لوگ جو وہ کچھ کرتے ہیں جس سے بھڑک پیدا ہو، گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں، یا وہ جو ایسا مشورہ دیتے ہیں جس سے شعلہ افروزی کی جگہ سکون و امن پیدا ہو؟ فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون؟

○

Marfat.com

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

موعظۃ و ذکریٰ

اس کارساز قدیر و حکیم کی ایک بہت بڑی رحمت یہ ہے کہ اس نے ظلوم و جہول انسان کی رہنمائی کے لئے خود اس میں ایک ایسی قوت ودیعت کی ہے جس کو وہ اگر استعمال کرے تو اس کاروبار عالم کا ایک ایک ذرہ اس کے لئے درس وہ حقیقت و سبق آموز معرفت ہے۔

انسان حقیقت آگہی اور راز آشنائی کا تشنہ لب ہے، وہ اس کے لئے کتب و سفار کی ورق گردانی کرتا ہے مگر اپنی سادہ لوحی سے یہ نہیں جانتا کہ جس شے کو وہ اپنے باہر ڈھونڈ رہا ہے وہ اس کے اندر ہے وہ معرفت حقائق و اسرار کا طالب ہے اس گوہر مقصود کو وہ کاغذ کے نقش و نگار میں ڈھونڈھتا ہے مگر نادان یہ نہیں جانتا کہ یہ تو ان واقعات میں موجود ہے جو روزمرہ اس کی نظر سے گزرتے ہیں۔

این ہمہ راز است کہ معلوم عوام ست

اگر قرآن حکیم کو آپ پڑھتے ہیں تو آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے گونہ گوں طریقوں سے تفکر و تدبر اور استبصار و اعتبار کی تاکید فرمائی ہے بعض آیات میں صاف صاف تفکروا تدبروا فرمایا ہے بعض میں بصیغۂ ترجی و امید لعلکم تتفکرون ارشاد ہوا ہے کسی جگہ افلا تتفکرون سے اظہار تعجب و حیرت کیا ہے اور کسی مقام پر لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل سے عدم تفکر کی مذمت و نکوہش کی ہے۔

یہ عبارات شتّٰی اور اسالیب متنوعہ صرف اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ انسان قوت تفکر و اعتبار کی اہمیت کو محسوس کرے اور اس دلیل راہ و مرشد طریقت کی پیروی کرے جو ہر

Marfat.com

وقت اور ہر حالت میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں ایک منٹ کے لئے بھی اس سے جُدا نہیں ہوتا۔

لوگ ہمیشہ تفکر و اعتبار کے لئے کسی اہم اور عظیم الشان واقعات کے منتظر رہتے ہیں گویا وہ اپنے قویٰ کو اس سے ارفع و اعلیٰ سمجھتے ہیں کہ وہ معمولی چیزوں میں مشغول ہوں، یا معمولی واقعات کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس میں عبرت و بصیرت ملے۔

مگر یہ ایک دوسری نادانی ہے۔

جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں اس عالم کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر عبرت و بصیرت کا ایک دفتر رکھتا ہے۔ اگر تم نہیں دیکھتے تو یہ تمہارا قصور ہے بقول مرحوم غالب:-

محرم نہیں ہے تو ہی صدہائے راز کا
یہاں ورنہ جو حجاب ہے، پردہ ہے ساز کا

اگر ایک واقعہ معمولی ہے تو یہ نہ طے کر لو کہ اس میں تمہارے لئے عبرت آموزی کا سامان نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالےٰ نے انسانوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے جن چیزوں کو تمثیلاً ذکر فرمایا ہے ان میں مچھر، مکھی اور اونٹ بھی ہیں؟

عبرت و بصیرت اگر چاہتے ہو تو یہ علو و ترفع کیوں؟ روشنی کے طالب ہو تو جہاں ملے لو، یہ نہ دیکھو کہ چراغ شمع کافوری ہے یا مٹی کا دیا؟

پھر جواہر کی جگہ تو زمین کے نیچے ہی ہے اور جس لعل شب تاب کو تم آج تاج شاہی میں چمکتے دیکھتے ہو کل یہی زمین کے نیچے سنگریزوں میں ملا تھا۔

زمیندار پریس کے واقعہ کو اگر صرف واقعے کی حیثیت سے دیکھئے تو وہ اس سے زیادہ کا مستحق نہیں کہ چند سطروں میں لکھ کے اس کے ساتھ معاصرانہ تاسف و ہمدردی کا اظہار کر دیا جائے لیکن اگر بصیرت کی آنکھوں سے دیکھئے تو وہ ہمارے ماضی و مستقبل کا آئینہ اور عبر و بصائر کا ایک دفتر ہے جن میں سے بعض کی طرف گزشتہ نمبر میں اشارہ کر چکا ہوں اور بعض کی طرف اس مضمون پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

بعض امور ایسے ہیں جن کو میں بارہا کہہ چکا ہوں۔ مگر پھر کہتا ہوں اور اس وقت تک کہتا

Marfat.com

رہوں گا جب تک زبان میں قوت نطق اور قلم میں قوت تحریر ہے ممکن ہے کہ ان کے اعادہ و تکرار میں آپ کو لطف نہ آئے لیکن اگر آپ لذت جو اور جدت پسند ہیں تو میں مجبور نہیں کرتا کہ آپ سنیں۔

میں افسانہ گو نہیں کہ ہر بار نیا قصہ سناؤں، میں تو حق و صداقت کا داعی ہوں، جو ہمیشہ یکساں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حق و صداقت کی دعوت تو لطف و لذت کے لئے نہیں بلکہ اصلاح و ارشاد کے لئے ہے پس اگر آپ اصلاح چاہتے ہیں تو آئیے اور اگر دوا تلخ ہے تو منہ نہ بنائیے کہ :۔

دارو سے تلخ ست دافع مرض

حق و صداقت کا ایک مسکت و قاطع معجزہ یہ ہے کہ وہ جب اپنی آواز بلند کرتا ہے تو وہ بے اعوان و انصار اور بے ساز و برگ ہوتا ہے مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ باطل کی جماعت میں سے ایک گروہ کٹ کے ان کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ گروہ بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ بالآخر اپنی ابتدائی بے نوائی و کس مپرسی کے باوجود فتح اور باطل کو اپنی ابتدائی بے سرو سامان و کثرتِ سواد و جماعت کے باوجود شکست ہوتی ہے۔

بالفاظ دیگر اگر آپ حق کے داعی ہیں تو آپ کو اپنی کوششوں میں معروف رہنا چاہیئے اور ظلم و عدوان کی زور آزمائیوں سے مرعوب یا شکستہ دل نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اگر حق آپ کے ساتھ ہے تو ناممکن ہے کہ دنیا آپ کے اعوان و انصار سے خالی ہو، وہ وقت ضرور آئیگا جب آپ کے گرد پرستاران حق کی فوج جمع ہوگی اور آپ کو ظلم و عدوان کے پنجے سے نجات دلائیں گے اس خدائے توانا و قدیر کا وعدہ ہے کہ :۔ والعاقبۃ للمتقین۔

ہماری ایک عقل سوز بوالعجبی یہ ہے کہ ہمیں انگلستان کے زیر حکومت آئے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا مگر آج تک ہم اس کے طرز حکومت سے ناواقف ہیں۔

ہماری حق طلبی اور داد خواہی کا سدرۃ المنتہیٰ شملہ ہے حالانکہ شملہ کو تو آسمان اول سمجھئے جہاں نفاذ کے لئے احکام اترتے ہیں، ورنہ خود احکام کا معدن تو اس بر اعظم کے پار ہے پھر جب آپ شان عبودیت کو ہاتھ سے دیتے ہیں اور رضا و تسلیم کو چھوڑ کے طلب و سوال

کے میدان میں آتے ہیں تو کیوں اس آواز کو اس قدر بلند کیجئے کہ خود عرش تک پہنچے اور وسائط کی ترجمانی سے بے نیاز ہو جائے؟ آپ اس سے کیوں سوال کرتے ہیں جو آپ کو دینے کے لئے خود دوسرے کا محتاج ہے؟ اگر سوال کرنا ہے تو خود اس دوسرے سے کیوں نہ کیجئے۔

آپ مظلوم ہیں اور انصاف چاہتے ہیں بسم اللہ فریاد کیجئے اگر یہاں آپ کی فریاد رسی نہ ہو گی تو اپنی کوتاہ نظری اور پست ہمتی سے یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ اس سرزمین میں بھی نہ ہو گی، جسے انگلستان کہتے ہیں اور جہاں حق اور مظلوم کی دستگیری معدوم نہیں۔

آپ جب تک آئینی حکومت کے ماتحت ہیں اس وقت تک آپ کو فریاد رسی سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، البتہ شرط یہ ہے کہ آپ کی صدائے فغاں سنج و داد خواہ اگر شملہ کی چوٹیوں سے ناکام واپس آئے تو سمندر کو عبور کر کے ایوان پارلیمنٹ میں غلغلہ انداز ہو۔

مسٹر ظفر علی خاں حادثہ کانپور کے زمانہ میں لندن گئے تھے۔ ابھی تک وہیں مقیم ہیں قیام کے جو نتائج زمیندار پریس کے حادثے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں ان میں ہمارے لئے بہت بڑی بصیرت و عبرت موجود ہے۔

زمیندار پریس کی ضبطی کے تار پہنچنے کے بعد انگلستان کے دو مشہور و مقتدر اخبار یعنی "ڈیلی نیوز اینڈ لیڈر" اور مانچسٹر گارجین کے نامہ نگار مسٹر ظفر علی خاں سے ملے اور دونوں اخباروں نے اپنے اپنے کالموں میں اس واقعہ پر نوٹ لکھے۔

لیکن اس سے زیادہ اہم یہ واقعہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ممبروں سے مسٹر جان ڈلن کیر ہارڈے، جوسیا ویجوڈ، ہربرٹ بروز (ایک مشہور سوشیالسٹ) اور فلپ سنوڈون نے خطوط کے ذریعے سے اظہار تاسف و ہمدردی کے علاوہ یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ پارلیمنٹ میں کوئی خدمت انجام دے سکتے ہیں تو وہ اس کے لئے تیار ہیں۔

آخر میں میں پھر کہتا ہوں کہ اس واقعہ کو سرسری نظر کے حوالے نہ کیجئے کہ اس میں ہمارے لئے عبرتوں اور بصیرتوں کا ایک دفتر موجود ہے اور سعی و عمل کی صدائے دعوت آ رہی ہے

Marfat.com

شکستِ صلح

امشبر و اور ابطوا

الحمدللہ کہ "حادثہ زمیندار" کے متعلق ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہیں، متعدد مقامات جلسے منعقد ہو چکے ہیں اور ان کا سلسلہ برابر جاری ہے کلکتہ میں "پریس ایسوسی ایشن" کی طرف سے ہندو مسلمان کا ایک عظیم الشان متحدہ جلسہ ٹون ہال میں منعقد ہونے والا ہے جو اب تک منعقد ہو چکا ہوتا اگر بعض موانع پیش نہ آگئے ہوتے۔ علی الخصوص کونسل کی شرکت کی وجہ سے مسٹر سریندر ناتھ بنرجی کی پیہم غیر موجودگی جو درمیان کے تمام ایام تعطیل میں پیش آتی رہی۔

غالباً اس جلسہ کے پریسیڈنٹ ہندوستان کے مشہور فاضل ڈاکٹر راش بہاری گھوش ہونگے اس سے اہم تر اور اصلی کارروائی یعنی دوبارہ اجرا کی سعی بھی برابر جاری ہے اور کارپردازان زمیندار کا ایک وفد دورہ کر رہا ہے نواب وقار الملک بہادر قبلہ نے اس بارے میں جو تحریر شائع فرمائی ہے اور اپنا قابل احترام چندہ پیش کیا ہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

لیکن وقت کا اصلی سوال یہیں تک پہنچ کر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ بدستور باقی ہے:-

بایں کہ کعبہ نمایاں شود ز پا منشین

کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

بہت سے لوگ ہیں جو اپنے اردگرد طرح طرح کی مجبوریوں کا حصار پاتے ہیں اور اس لئے صاف صاف زبان میں اصلیت ظاہر نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے مگر میرے لئے تو اس قسم کی کوئی مجبوری نہیں ہے؟ پھر میں کیوں خاموش رہوں؟

میرے عقیدے میں ضرورت اور وقت جب حق کے ساتھ جمع ہو جائیں تو پھر خدا کے اس بنائے ہوئے سقفِ نیلگوں کے نیچے کوئی شے ایسی نہیں جو اعلان کے لئے "مجبوری" ہو سکے اور

Marfat.com

اگر ہو تو وہ تمہارے حس کا تصور ہے" اعلان حق" کے وجوب کا بطلان نہیں ہو سکتا۔

میں موجودہ حالت کو کبھی بھی ایسی تعبیرات باطلہ سے مخفی نہیں کر سکتا۔ جس سے اس کی اصلی حقیقت پر پردے پڑ جائیں۔ اگر تم کسی خونچکاں نعش پر ایک ریشمی لحاف ڈال دو گے، تو کیا لوگ مان لیں گے کہ مردہ لاش نہیں ہے زندگی کی خواب نوشیں ہے۔

ہاں، جیسا کہ میں نے ہمیشہ کہا ہے، آج بھی کہتا ہوں۔

مسلمانان ہند آج اپنی زندگی کی سب سے بڑی مشکل منزل سے گزر رہے ہیں جہاں خطرے بہت اور کمین گاہیں قدم قدم پر ہیں فرصت مفقود ہے اور مہلت نابود۔ بیداری غیر منقطع اور مستعدی پیہم چاہیئے یہ ایک دائمی آزمائش کا مرحلہ ہے جہاں سکون ایک دم کے لئے بھی میسر نہیں۔ ایک آزمائش ختم نہ ہو گی تو دوسری آزمائش شروع ہو جائے گی۔ یہ جان نثاری کی زندگی اور قربانی کی بستی ہے یہاں زندگی اسی کے لئے ہے جس کا دل قربانی کے ہر سوال کا جواب دے اور جس کا ہاتھ بخشش و نثار سے کبھی بھی نہ تھکے حتیٰ کہ لینے والے لیتے لیتے تھک جائیں پر دینے والوں کو لٹنے اور قربان ہونے سے سیری نہ ہو۔

سخت جانی تو نہ ہمت ہار لیہ ہنگام قتل
دیکھنا ہے، زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

جنگ کی اصلی گھڑیاں وہی ہوتی ہیں جب مقابلہ شروع ہوتا ہے اور درخت جب تک ابتدائی نشوونما کے مرحلے میں ہے اسی وقت تک دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی کشائش حیات کا معرکہ شروع ہوا ہے اور بیداری کے بیج نے ابھی صرف چند نازک شاخیں ہی پیدا کی ہیں پس اگر آج اس کی حفاظت نہ کی گئی جب کہ وہ پیدا ہوا ہے تو کیا کل کو اس زمین کی حفاظت کرو گے جہاں ایک پامال شدہ پودے کے آثار ہلاکت کے سوا اور کچھ نہ ہو گا

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب!

میں نے ابھی کہا کہ یہ آزمائشوں کی منزل اور قربانیوں کی زندگی ہے اور ایسا ہو گا کہ ایک آزمائش ختم نہ ہوئی ہو گی کہ دوسری شروع ہو جائے گی۔ اب میں زیادہ کھول کر کہتا ہوں کہ گری ہوئی قوموں کے اٹھنے کا اور سونے والوں کے ہوشیار ہونے کا اصلی راز اسی میں

Marfat.com

ہے۔ وہ جب اُٹھتے ہیں تو سلانے والے مثل اس خونخوار شکاری کے جو بیک ایک اپنے صید گرفتار کو آزاد ہوتا دیکھے، پوری قوت اور کامل تیزی سے تعاقب کرتے ہیں اور پھر یکے بعد دیگرے گرفتاری کی ہر تدبیر عمل میں لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں آزادی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو ہمت نہ ہارے اور برابر دوڑتا ہی رہے۔ کیونکہ اگر تھک کر گر پڑے گا تو پھر شکاری کے پنجہ سے رہا نہ ہو سکے گا اسے قدم قدم پر دام ملیں گے اور اس کی ہر حسرت کے ساتھ ایک کمند بھی پھینکی جائے گی۔ اگر کہیں بھی اس کا پاؤں الجھا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی رفتار رُکی، تو پھر اسے کبھی بھی آزادی نصیب نہ ہو گی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شکار ایک مرتبہ چھوٹ کر پھر پھنستا ہے اس کے ہاتھ پاؤں زیادہ مضبوط رسیوں سے باندھے جاتے ہیں۔ اس نے خود بیدار ہو کر شکاری کو بھی بیدار کر دیا ہے

وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون۔

پس اگر آزمائشیں متواتر ہیں اور مہلت و فرصت مفقود ہے تو اس سے گھبرانا عبث ہے کیونکہ جس منزل سے گزر رہے ہو، وہاں ایسا ہونا لکھ دیا گیا ہے یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ قومی زندگی اور حیات سیاسی کی تعمیر ہے۔ یہاں کام مسلسل اور محنت لگاتار ہونی چاہیئے۔ ایک آزمائش کا جواب ابھی نہیں دے چکو گے کہ ساتھ ہی دوسری جاں طلبی سنائی دے گی۔ یہاں صرف راحت کے دشمن اور فرصت کے فراموش کار ہی قدم رکھ سکتے ہیں جس کی ہمت دو چار آزمائشوں میں تھک جانے والی ہو اس کی بزدلی کا صرف ایک ہی علاج ہے یعنی راہ سے ہٹ جائے تاکہ اوروں کے لئے ٹھوکر کا پتھر نہ بنے۔

گریزد از صفِ ما ہر کہ مرد غوغا نیست

کسی کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

تم سوتے سوتے اُٹھے تو دیکھو! تمہارے لئے بھی پیہم آزمائشیں شروع ہو گئیں سب سے پہلے طرابلس کا واقعہ آیا۔ پھر جنگ بلقان شروع ہو گئی، اس کے بعد کانپور کا ورق خونیں اُلٹا اور مسجد مقدس مچھلی بازار کا حادثہ پیش آیا۔ اس میں فی الحقیقت مدعیان حیات کے لئے بڑی ہی آزمائش تھی۔ تم ان سب سے کسی نہ کسی طرح گزر گئے۔ اب تم نے

Marfat.com

چاہا تھا کہ کچھ دیر کے لئے سستا لیں :-

لیعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

لیکن آزمائش کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شاید اس موسم میں تیز و تند ہوائیں زیادہ چلیں اور آندھیوں اور طوفانوں کا بھی زیادہ زور ہو۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی صدائے ہمت آزما "زمیندار پریس" لاہور کا واقعہ ہے۔

فھل من مجیب ؟

"زمیندار پریس" کے واقعہ کو اس کی اصلی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ وہ نہ تو زمیندار نامی ایک اخبار کا مسئلہ ہے اور نہ ہی کسی فرد واحد کا۔ بلکہ اصولاً قانون کے بے جا استعمال اور جبر و تشدد کے ذریعہ موجودہ تحریک کے مقابلے کا سوال ہے۔ فرض کرو کہ یہ سلوک زمیندار کے سوا کسی دوسرے اخبار کے ساتھ کیا جاتا جب بھی مسئلہ کی صورت لعینہ وہی ہوتی جواب ہے۔ البتہ زمیندار کی مخصوص حالت نے واقعہ کو زیادہ اہم اور مؤثر بنا دیا ہے۔

میں یہ نہیں جانتا کہ کل کو کیا ہو گا مگر تبلا سکتا ہوں کہ کام کرنے والوں کے لئے ترتیب عمل کیا ہونی چاہیئے ؟

(۱) یہ مسئلہ دراصل پریس ایکٹ کا مسئلہ ہے اور جب تک حاتم طائی کے قصہ کا دیو زندہ ہے اس وقت تک جنگل کے ہر مسافر کو ہلاکت کے لئے آمادہ رہنا پڑے گا۔ پس پریس ایکٹ کے متعلق آخری مرتبہ ایک متحدہ جدوجہد کی ضرورت ہے یہاں بھی اور انگلستان میں بھی جلسے ہونے چاہئیں، قانونی پہلو سے بکثرت بحث کرنی چاہیئے، یکے بعد دیگرے باوجود ناکامی کونسل میں باشکال مختلفہ اسی سوال کو چھیڑتے رہنا چاہیئے اور آئندہ موسم قابل دکار کن آدمیوں کو انگلستان میں بسر کرنا چاہیئے۔

(۲) زمیندار کو بہرحال بہت جلد دوبارہ جاری کرنا چاہیئے، خواہ کل کو وہ پھر بند ہی کیوں نہ کر دیا جائے زندہ آدمی ٹھوکر کھا کر گرتا ہے مگر پھر اٹھتا ہے، دس مرتبہ گرے گا تو دس مرتبہ اٹھے گا بھی۔ لیکن کسی لاش کو اٹھا کر کھڑا بھی کر دو، جب بھی کھڑی نہ رہ سکے گی۔

Marfat.com

قومی جد و جہد حیات کی بعینہٖ یہی مثال ہے۔

(۳) بہتر تو یہ تھا کہ چندہ نہ ہوتا بلکہ ایک کمپنی قائم کی جاتی، لیکن چندہ ہو رہا ہے اور اس کی تکمیل میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے، تاکہ جہاں تک جلد ہو سکے "زمیندار" جاری ہو جائے۔ یہ زمیندار نامی ایک اخبار کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ اس کا کہ مسلمان جو چاہتے ہیں، اس کے لئے کچھ نہ کچھ انتظام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

امر اوّل کے متعلق کوششیں ہو رہی ہیں مگر اصل کام باقی ہے۔ میں نے پچھلے دنوں پریس ایسوسی ایشن کی تحریک کی تھی وہ قائم بھی ہو گئی لیکن اس وقت تک اپنی مجوزہ کانفرنس منعقد نہ کر سکی اب معلوم ہوا ہے کہ پوری قوت اور جمع اسباب کے ساتھ کام شروع ہونے والا ہے۔ افسوس کہ بہ تعداد امور و اشغال کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گیا ہوں اور اب صرف ایک ہی کا ہو کر رہ سکتا ہوں۔

امر دوم یعنی اجراء زمیندار کے لئے بھی کوششیں ہو رہی ہے۔ لاہور میں جو نیا ڈکلریشن دیا گیا تھا۔ اس پر دو ہزار روپیہ ضمانت طلب ہوئی ہے۔

دہلی میں ایک جلسہ ہوا اور پانچ ہزار تک زر اعانت کی فراہمی کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔

اس وقت دو قوتیں باہم دگر مقابل ہیں ایک زمیندار کو بند کر چکی ہے۔ دوسری دوبارہ جاری کرنا چاہتی ہے۔ پہلی کے پاس قوت ہے، دوسری کے پاس حق۔ دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں کون کامیاب ہوتا ہے؟ ینصر من یشاء۔ ان فی ذالک لایات لقوم یؤمنون۔

Marfat.com

حق و باطل

(پونا) کی اُردو کانفرنس میں (ہز ایکسیلنسی گورنر بمبئی) نے مسلمانان ہند کے موجودہ مسائل پر جو تقریر کی، ہم نے گذشتہ ہفتے پڑھی تھی اور قلت گنجائش کی وجہ سے اس کا تذکرہ اس ہفتے کے لئے اٹھا رکھا تھا لیکن دیکھتے ہیں تو آج بھی اس کا موقعہ نہیں۔

یہ ایک نہایت دلچسپ تقریر تھی۔ ہز ایکسیلنسی گورنر بمبئی کو مسلمانوں اور مسلمانوں کے ملکوں سے پرانی دلچسپی ہے اور وہ جب کبھی ان کی نسبت کچھ کہنا چاہتے ہیں تو عموماً گہری دلچسپی کے لب و لہجہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔

انہوں نے اپنی تقریر کے اکثر حصوں میں مسلمانوں کی موجودہ حالت کو امید افزا بتلایا ہے۔ ترقی تعلیم و تربیت کی جو حرکت ہر طرف پیدا ہو گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ مسلم یونیورسٹی کا خیال ان کی رائے میں اس کا ثبوت روشن ہے، اور اب مسلمانوں کو جلدی کی گھبراہٹ کی جگہ صبر کا انتظار کرنا چاہیئے۔ آخر میں انہوں نے نصیحت کی ہے کہ "ہمیشہ گورنمنٹ اور ہمسایہ اقوام کے ساتھ مل کر کام کیجئے، آپ ہم پر ہر اُس کام کے لئے بھروسہ کر سکتے ہیں جو دنیا کی قوموں کے مقابلے کے لحاظ سے ہم انجام دے سکتے ہیں۔"

اس مشفقانہ نصیحت کے لئے ہم ہز ایکسیلنسی کے ممنون ہیں۔ لیکن افسوس کہ نصیحت گو فی نفسہ قیمتی ہے مگر اس کو کیا کیجئے کہ بازار میں اب پیشتر کا سا تیز نرخ باقی نہ رہا۔

ہز ایکسلنسی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اس نصیحت پر برابر نصف صدی سے عمل کر رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ گورنمنٹ پر اعتماد کیا اور اس اعتماد کے لئے جس جس قربانی کی ضرورت

ہوئی کبھی دریغ نہیں کیا۔ اسی اعتماد کی خاطر ہم نہ صرف اپنے بائیس کروڑ ہمسائیوں کے بلکہ خود اپنے بھی دشمن رہے، اور ایک کی خاطر سارے جہان کی دشمنیاں مول لے لیں۔ کونسی قیمتی سے قیمتی شے ہمارے لئے ہو سکتی تھی جو ہم نے اس نصیحت پہ نثار نہ کر ڈالی؟ ہم نے گورنمنٹ کی چوکھٹ پہ سجدے کئے ہیں اور اس کے ابرو ئے بے مہر کو ہمیشہ محراب عبادت یقین کیا ہے۔ لیکن :-

گر در خدمتت عمریست در بستم چہ شد قدرم
برہمن می شدم گر ایں قدر زنار می بستم

ہماری عاشقانہ نیاز مندیوں کا ہمیں جو جواب ملا، وہ ابھی اتنا پرانا نہیں ہوا ہے کہ دہرانے کی ضرورت ہو۔

ہز ایکسلنسی کی نصیحت یقیناً محبت اور ہمدردی سے خالی نہ ہوگی مگر ان کو ہم بدبختوں کی دل کی تپش کیا معلوم؟ حکومت کے بستر پر لیٹ کر مشکل ہے کہ محکومی کی خاک پر لوٹنے والوں کا درد سمجھا جا سکے۔ ان کی معذوری واضح ہے۔

زدامنے کہ کشا دیم ما تہی دستاں
تو میوۂ سر شاخ بلند راچہ خبر؟

(ملکہ سبا) کی زبانی کیسا اٹل قانون قرآن کریم نے سنا دیا۔

ان الملوک اذا دخلو قریۃ افسدوھا، وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذالک یفعلون۔

ہمارے سامنے تو صرف دو ہی راہیں ہیں (من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر) کفر اور اسلام، شرک و توحید، نور و حکمت، صداقت و کذب، حق و باطل ہر شخص مختار ہے کہ دونوں میں سے ایک اختیار کر لے (لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) لیکن جدید فن اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ گو یہ سچ ہو مگر ان دونوں کے درمیان ایک برزخی اور بین بین راہ بھی ہے اور وہی ہم کو

Marfat.com

بھی اختیار کرنی چاہیئے، اسی میں فلاح اور اسی میں ہر دلعزیزی ہے کفر و اسلام، دونوں کو ساتھ لیجیئے، بت پرستی و توحید۔ دونوں کو دل میں رکھیئے، اہرمن اور یزداں، دونوں کو دام کیجیئے، ایک ہی طرف کیوں جھکئے جب دونوں دروازے کشادہ ہو سکیں؟ صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہیئے، جب بتکدے سے بھی رسم و راہ قائم رہ سکے؟ نؤمن ببعض، و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔

معشوق ما بشیوهٔ ہر کس موافق ست
باما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

ہم اپنے بعض پاک باطن مگر ظاہر آلود دوستوں کو دیکھ رہے ہیں کہ دبی زبان سے ہمیں اسی تعلیم کی دعوت دینا چاہتے ہیں، اخلاق کے بعض دلچسپ پیرائے نوک زبان ہیں اور کہتے ہیں کہ حق گوئی سے مانع نہیں لیکن اگر حق گوئی کا حق اس طرح ادا ہو سکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھ میں رہے تو اس میں کیا مضائقہ؟ اک زمانے کو خواہ مخواہ دشمن بنا لینا کونسی عقلمندی کی بات ہے؟

اس میں شک نہیں کہ ان تعلیمات میں نفس انسانی کے لئے بڑی سخت کشش ہے۔ ہر دلعزیزی اور ممدوح خلائق ہونا کسے پسند نہیں؟ ہم ضرور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے مگر افسوس ہے کہ ہمیں تو کوئی تیسری راہ سامنے نظر نہیں آتی۔ جس راہ راہ پر چل کر زمانہ سمجھ رہا ہے کہ دونوں راہوں کا برزخ اس کے قدموں کے نیچے ہے وہ فی الحقیقت نفس شریر کے خدع و فریب کا ایک سیمیائی کرشمہ ہے ورنہ یہ گلیاں بھی بالآخر اسی شاہراہ میں جا کر مڑی ہیں۔ اسلام اور حق و صدق مرادف الفاظ ہیں اس کی راہ تو ایک ہی ہے اور ایک ایسا باریک خط جس کے ادھر ادھر قدم ٹکانے کا کوئی سہارا نہیں، اگر قدم کو ذرا بھی لغزش ہوئی تو پھر یقین کیجیئے کہ آپ کے لئے کفر و باطل کے سوا اور کوئی شاہراہ نہیں ہے (نفاق) کی مقبول عام گلی بھی اسی شاہراہ کی ایک شاخ ہے، یا پھر نام بدل گئے ہیں اور راستہ ایک ہی ہے، کفر سے تعبیر کیجیئے یا نفاق سے۔ سچ ہمیشہ سے ایک ہی جگہ اور ایک

Marfat.com

ہی شکل میں رہا ہے جب ملے گا تو وہیں ملے گا، اور راہوں اور شکلوں میں ڈھونڈھنا لاحاصل ہے۔ آپ سے پہلے تیرہ سو برس ہوئے ایک بڑی جماعت تھی جس نے اسی گوشے میں پناہ لینی چاہی تھی، مگر خدا نے فرمایا: ان المنافقین یخادعون اللّٰہ وھو خادعھم ★ مذبذبین بین ذالک، لا الی ھٰؤلاء ولا الی ھٰؤلاء۔

(حق) اور (باطل) دونوں آپ کے سامنے ہیں، انہی میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے، اگر حق کی راہ اختیار کی ہے تو پھر مصلحت، پیرایۂ بیان، طرز ادا، الفاظ شہد نما و معانی زہر آلود، اور اسی قبیل کی تمام باتوں کے لئے (نفاق) کے سوا اور کوئی لقب نہیں، سچ کہئے گا تو جھوٹ کو چوٹ لگے ہی گی، اس کو بچانے کی کوشش نہ کیجئے ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کے لئے مہلک ہیں۔ نرمی و آشتی، حسن ادا، پیرایۂ بیان، مصلحت بینی اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی معانی ہیں جو بتلائے جاتے ہیں تو خدا کے لئے ہمیں سمجھائیے کہ پھر نفاق اور منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں؟ اگر ایک بات سچ ہے تو اس کو صاف صاف کہہ دیجئے، اگر کچھ لوگ برے ہیں تو کھول کھول کر ان کی برائی بیان کر دیجئے۔ بری باتوں کے اظہار کے لئے اچھے لفظ کیوں اختیار کئے جائیں؟ بداعمالوں کو کیا حق ہے کہ نیک کرداروں کے حقوق کا مطالبہ کریں؟ اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں کو آستین میں چھپانے کی جگہ بہتر ہے کہ سر پہ جگہ دیجئے۔ ظاہر و باطن میں مطابقت، جھوٹ میں بھی ہو تو سچائی سے خالی نہیں:

بس کافر ست زاہد از برہمن ولیکن

او در ابت ست در سر در آستیں ندارد

یا ایھا الذین امنوا لا تخونوا اللّٰہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون۔

Marfat.com

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کڑوی سے کڑوی دوا پی لیں گے مگر شرط یہ ہے کہ شربت کہہ کر پکاریئے، دوا کا نام زبان پہ نہ آئے کہ اس سے ہمیں سخت چڑ ہے۔ خیر اگر آپ منہ بنانا چھوڑ دیں تو ایسا کر کے بھی دیکھ لیں گے، مقصود دوا پینے سے ہے نہ کہ چڑانے سے، مگر براہ کرم توقف ہی فرمایئے، کچھ عرصے تک تو دوا کا نام سُننا ہی پڑے گا آپ نے چالیس برس تک شہد و شکر سے کام و زبان کو لذت بخشی، دو چار دن کڑوی کسیلی دواؤں کا تذکرہ سن لیجئے گا تو کیا ہرج ہوگا؟ عجب نہیں کہ چند دنوں ہی سنتے سنتے آپکی وحشت بھی کم ہو جائے اور پھر ایسے عادی ہو جائیں کہ شربت بھی ملے تو دوا کہہ کے منہ سے لگائیں۔

مشکل یہ ہے کہ لوگ تیشے کی ضرب کی سختی کو دیکھتے ہیں مگر اسے نہیں دیکھتے کہ عمارت کی بنیاد کبھی تو برسوں کی پرانی ہے اگر کسی پرانی بنیاد کو اکھاڑنا مقصود ہو تو اس پہ ابتدا کی ضربیں سخت سے سخت لگایئے جب جڑ ہل جائے گی تو پھر آپ کو اختیار ہے، انگلیوں سے مٹی ہٹا کر اینٹوں کو ایک ایک کر کے اٹھا لیجئے گا۔ لیکن اگر پہلی ضرب ہی سُست پڑی تو پھر برسوں میں بھی نئی عمارت کے لئے جگہ صاف نہ ہو سکے گی۔ یہی سبب ہے عام اس وقت اپنے کاموں کے لئے سخت سے سخت سختی کو بھی نرمی سمجھتے ہیں، جہاں تک کاندھوں میں زور ہو، جلد جلد ضربیں لگاتے جایئے۔ زمانے کا سیلاب بھی آپ کی مدد کے لئے تیزی سے اُمڈا آ رہا ہے اگر آپ نے اپنا کام پورا کر دیا تو پھر آپ کو ہمیشہ کے لئے فرصت ہے، یہ سیلاب خود بنیاد کی مٹی تک بہا لے جائے گا۔ وما ذالك علی اللّٰہ بعزیز۔

بیداری

پہلے شکایت کی جاتی تھی کہ آپ طرابلس سے نکل کر اپنی سرزمین میں آتے ہی نہیں اب آئے ہیں تو شکایت کی جاتی ہے کہ اس طرح دوڑتے ہوئے تو نہ آئیے!

غرض دوگونہ عذابست جان مجنون را

غرض یہ ہے کہ برسوں تک بیٹھے بیٹھے پاؤں شل ہوگئے ہیں، عرصے کے بعد قدم اٹھے ہیں تو ذرا دوڑنے دیجئے کہ خون میں حرکت تو پیدا ہو۔ اب آہستہ خرامی کا وقت نہیں ہے۔ ساتھ کے چلنے والوں کی گرد پا کا بھی سراغ نہیں ملتا اور آپ کی نصیحت ہے کہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلئے۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

بعض ناصح ہمدردانہ کہتے ہیں کہ راہ باریک اور ہر طرف تاریکی ہے، خوف ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ لگے لیکن ہماری تیزی بھی اسی لئے ہے کہ تاریکی نے راہ کو خطروں سے بھر دیا ہے اس لئے دوڑنا چاہتے ہیں کہ بن پڑے تو آگے نکل کر چراغ دکھلائیں۔ رہا ٹھوکر کھانے کا خوف تو اس کی پروا نہ کیجئے، اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کی جگہ دوڑ کر ٹھوکر کھانا بہتر ہے آپ گر ہی گئے تو کم از کم کچھ شور و غل تو ہو رہے گا، عجب نہیں کہ بعض خفتگان غفلت چونک پڑیں لیکن پڑے رہنے سے تو آپ کی بے ہوشی بھی بڑھتی جائے گی اور سونے والوں کو بھی بیداری کی کروٹ نصیب نہ ہوگی۔

Marfat.com

زندہ دلوں کا وطن

یہ مانا کہ کسی ملک کی آب و ہوا جسم انسانی کے لئے کوئی خاص اثر رکھتی ہو، مگر یہ تو کچھ ضرور نہیں کہ ایک سرزمین کا اخلاق بگڑنے پہ آئے تو پورے خطے کی حالت یکساں بگڑ جائے ہم عرصے سے دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب کے اخبارات گو خریداروں کے پیدا کر لینے اور نئے نئے کارخانوں کے چلا لینے میں گو ترقی کر رہے ہیں مگر ان کا اخلاقی تنزل نہایت درد انگیز ہے۔ کل کی بات ہے کہ "زمیندار" اور "وطن" میں جوتی پیزار ہو رہی تھی، اور جس طرح پنجاب میں پہلوانوں کے دنگل ہوا کرتے ہیں اسی طرح دونوں پہلوان ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے (زمیندار) کا صرف یہ قصور تھا کہ تھوڑے دنوں کے اندر ہی اس کی اشاعت پرانے اخباروں سے کیوں بڑھ گئی اور کیوں وہ لاہور کے چند دولتمندوں کی پرستش سے انکار کرتا ہے ؟ انسان کے تمام قصور معاف ہو سکتے ہیں مگر ایک دوکاندار اس شخص کو تو کبھی معاف نہیں کر سکتا جس نے اس کے سامنے کی جگہ کو خالی دوکان پہ قبضہ کر کے راہ کے خریداروں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔

ہمارے عقیدے میں یہ نتائج صرف اس بات کے ہیں کہ پنجاب میں تجارت کی ترقی نے بالعموم دکاندارانہ اخلاق پیدا کر دیا ہے اور اغراض پرستی کی ہوائیں سب چل رہے ہیں۔ تجارتی زندگی کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ شب و روز باہم تصادم و تسابق ہو، اور ملکوں میں ایسے موقعہ پر تجارت ہی کے میدان میں پیچ لڑائے جاتے ہیں، مگر یہاں یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ تلوار کی جگہ قلم کا وار کر کے پھر با اطمینان حریف کی دکان لوٹ لی جائے۔

یہ قصہ کئی ماہ تک جاری رہا اور اب تک جاری ہے، کیکر سنگھ نے غلام پہلوان سے عاجز آ کر اس کی کنپٹی پر مکہ کی ایک سخت ضرب لگا دی تھی، اسی طرح یہ قلم و کاغذ

Marfat.com

کے پہلوان جب عاجز آ جاتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں فحش اور مغلظات سے بھی انہیں دریغ نہیں۔ ایک اپنے حریف سے پوچھتا ہے کہ وہ زمانہ بھی یاد ہے جب کالج میں پڑھتے تھے؟ دوسرا کہتا ہے کہ زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ میں تمہارا فلاں راز فاش کر دوں گا۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایک دوسرے کو چور اور ڈاکو بتلاتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ تم نے طرابلس کے نام پر روپیہ کھالیا، دوسرا کہتا ہے کہ فرضی کمپنیاں بنا کر قوم کو لوٹ لیا، یہ حالت صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں۔ ہندو اور آریہ اخبارات کو کھولئے تو وہ بھی ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کے شریفانہ شغل ہی میں خوش ہیں۔ بدبختو! صرف تم ہی ذلیل نہیں ہوا بلکہ تمہاری تمام قوم اور پورا ملک ذلیل ہے جس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے پہلے اس سے حکومت چھین کر غیروں کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب خدا سے منہ موڑا تو ان پر ایک باہر کی قوم بھیج دی گئی۔

بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید پھر ہم نے تم پر ایک سخت شدید قوم کو مسلط کر دیا۔

جب اس پر بھی باز نہیں آتے تو پھر فسق و فجور، حسد و حقد، ہوا پرستی و نفسانیت نااتفاقی و بیگانگت میں ان کو مبتلا کر دیتا ہے۔ خود ہی کٹتے ہیں اور خود ہی مرجاتے ہیں۔

وما اھلکنا	اور ہم کسی آبادی کو تباہ نہیں کرتے مگر
قریۃ الا واھلھا	اس وقت جب کہ وہ ظلم و معاصی میں
ظالمون۔	مبتلا ہو جاتی ہے۔

ہم اپنے معاصرین سے بہ منت التجا کرتے ہیں کہ خدا کے لئے اپنی ملت پر نہیں تو خود اپنے اوپر رحم کریں اور مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی پر قناعت کر لیں۔ نفسانیت و خود پرستی کی حد ہو گئی ہے اور خدا کی طرف سے سب نے منہ موڑ لیا ہے۔ تعجب ہے کہ ساری دنیا آپ پر ہنس رہی ہے اور آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے اوپر رونا نہیں آتا؟ ملک ملت کی خدمت شاید اس طریقے سے الگ ہو کر بھی کی جاسکتی ہے، یہ تو کچھ ضرور نہیں کہ جب

Marfat.com

تک آپ ایک دوسرے کو چور ثابت نہ کر لیں گے اس وقت تک آپ کی زیر اصلاح قوم آپ کو اپنا امین نہ سمجھے گی۔

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

Marfat.com

اصبرو! ورابطو!!

یہ بحث عام طور پر کی جا رہی ہے کہ جب وزیر ہند کا فیصلہ مسلم یونیورسٹی کی امیدوں کے خلاف صادر ہو چکا ہے تو اب یونیورسٹی لی جائے یا نہیں؟ باستثنائے بعض اشخاص عام پبلک کی رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ نہ لی جائے۔ اس کے بعد اب اس پر بحث شروع ہوئی ہے کہ نہ لی جائے تو روپے کو کیا کیا جائے؟ اس کے جواب میں بھی مختلف رائیں ظاہر کی جا رہی ہیں اور بظاہر قوم کا رجحان اس طرف بڑھ رہا ہے کہ اس روپے کو کسی زیادہ وسیع المنفعت کام میں لگا دیا جائے۔

ہم ایک لمحہ کے لئے پسند نہیں کریں گے کہ عام پبلک کو اپنے خیالات کے اظہار سے کسی عنوان بھی روکا جائے اس قسم کے کاموں کے لئے فی الحقیقت اصلی حق رائے وہی عام پبلک ہی کو ہے اور اگر اس کو نہیں ہے تو پھر کسی کو نہیں۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ کاموں میں اگر تقدیم وتاخیر کی قدرتی ترتیب قائم رکھی جائے تو بہتر ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک مرتبہ اس کا فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ آیا انہوں نے اپنے اندر عام قومی رائے کی قوت پیدا کر لی ہے اور وہ اس کے لئے پورے طور پر مستعد ہو گئے ہیں کہ ایک متفق اور متحد عام آواز قائم کر کے کارفرما طبقے کو تعمیل پر مجبور کر دیں؟ اگر اس کا جواب اخباروں کے صفحوں پر نہیں، بلکہ دل کے صفحوں پر اثبات میں ملے تو پھر یہ روح ملی کے عود کرنے کی پہلی تاریخ ہو گی۔ اس وقت قوم کو چاہیئے کہ جو اس کی رائے میں آئے اور جس خیال پر سب متفق ہو جائیں اس پر جم کر کھڑی ہو جائے، اور وہی کر گزرے جو اس کی رائے میں بہتر ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو صرف چند دنوں کے لئے اخبارات میں گرمی طبع کی نمائش کرنا لاحاصل ہے اور نیا موسم عنقریب آنے والا ہے بہتر ہے کہ کل جو نتیجہ نکلنا ہے وہ آج ہی نکل آئے، جہاں برسوں تک اپنے جوش اور روپے کی قسمت لیڈروں کے ہاتھ میں دے چکے ہو، وہاں ایک یونیورسٹی کا مسئلہ

Marfat.com

اور سہی رجس طرح، اور جن شرطوں پہ ان کا جی چاہے لینے دو۔ البتہ آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ تمہارے اندر اسلام کے معتقدات اور اعمال کی اصلی روح پیدا ہو جائے۔ اگر تم نے ایسا کر لیا، تو تم میں سے ہر فرد ایک زندہ مسلم یونیورسٹی ہو گا، جس کو علی گڑھ کی چونے اور اینٹ کی بنی ہوئی یونیورسٹی کی کوئی پروا نہ ہو گی۔ اصلی یونیورسٹی ایک مسلمان کا مومن قلب ہے جو چاہے تو سارے عالم کو اپنے مرکز سے ملحق کر لے۔

حُبّ الدُّنیا راس کل خطیئۃ

بعض اشخاص کی رائے ہے کہ "جو لوگ یونیورسٹی کے روپے کے بارے میں رائے دے رہے ہیں، پہلے بتلائیں کہ انہوں نے خود کتنا چندہ دیا ہے؟ ورنہ انہیں رائے دینے کا کوئی حق نہیں"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کی بعض جماعتیں دولت کو پوجتے پوجتے اب اس درجہ فناء فی المعبود ہو گئی ہیں کہ انہیں روپیہ کے سوا اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

آخر ایں صفرا بہ سودا می کشد

یہ سب نتائج اس جماعت کے عملی الحاد اور اسلام سے بیگانگت کے ہیں۔ یا للعجب! آج ایک مسلمان کو باوجود ادعائے اسلام و توحید یہ کہتے ہوئے کوئی ندامت نہیں رہی ہے کہ پیروانِ اسلام کے مفاد پر بحث کرنے کا صرف ایک محدود گروہ کو حق حاصل ہے اور جس نے ہماری چندے کی مٹھی نہیں گرمائی، اسے زبان کھولنے کا کوئی حق نہیں؟

ساء مایحکمون۔

ہم نے ادھر ارادہ کر لیا تھا کہ ہر طرف سے کان بند کر کے صرف اپنے خیالات و مقاصد کی اشاعت میں مصروف ہو جائیں مگر کیا کریں، اس قسم کے ہفوات و ترہات کو سن کر اپنے اندر اصلا ضبط کی طاقت نہیں پاتے اور مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو قومی خدمت کا نام لیتے ہیں مگر عملاً اسلام کی اصلی روح و قوت کو مٹانا چاہتے ہیں، قرون اولیٰ

جب ایک راہ چلتی بڑھیا خلیفۂ اعظم کو برِ راہ ٹوک سکتی تھی، تو کیا اس سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ خود تو نے بیت المال میں کتنا روپیہ داخل کیا ہے؟ جب مسجد نبوی میں ایک شخص فاروق اعظم کو منبر پہ خطبہ دیتے ہوئے روک دیتا تھا، تو کیا تبلایا جا سکتا ہے کہ اس سے اسلامی معاملات پر حق رائے دہی کا ٹکٹ مانگا جاتا تھا؟ علی گڈھ کالج کی تاریخ کو رٹ لینا، اور اس کے ایڈرسوں اور وائسرائے اور گورنروں کے جوابوں کو حفظ کر لینا دوسری شے ہے، اور اسلام کو جاننا دوسری شے ہے۔ یہ کیا کفر آمیز استبداد و تحکم ہے، جس کی زنجیریں برسوں سے قوم کے پاؤں میں ڈالی جا رہی ہیں؟ غریب مسلمان ایک کھیلنے کا گیند بن گئے ہیں جس نے چاہا لیڈری کی ایک ٹھوکر لگائی اور اپنی طاقت کی نمائش کر دی۔ آخر ان پہ خود غلط نادانوں نے اسلام، اور اسلام کے پیرؤں کو کیا سمجھ لیا ہے؟

هل عندكم من علم فتخرجوه لنا؟ ان تتبعون الا الظن، وان انتم الا تخرصون۔

آیا تمہارے پاس کوئی اور علم شریعت ہے جو تم دکھا سکتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں صرف اپنے نفس کے واہموں پر چلتے ہو اور خالی اٹکلیں دوڑاتے ہو۔

کاش یہ معاصرین جس عقیدت و نیازمندی سے علی گڈھ کالج کے ایڈرسوں کے مجموعے کی تلاوت کرتے ہیں، اس کے عشر عشیر توجہ سے کبھی قرآن اور تاریخ پیروان قرآن کو بھی پڑھ لیتے۔

یونیورسٹی اگر مسلمانوں کی ہے، اگر ان کے روپیہ سے بنائی جا رہی ہے، اور اگر مسلمانوں میں اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک نو مسلم چمار۔ جس نے ایک پھوٹی کوڑی بھی کبھی لیڈروں کے سپرد نہیں کی ہے۔ یہ حق رکھتا ہے کہ بلا استثنا ہر اسلامی اور قومی معاملے کی نسبت رائے دے، اور اور اگر لیڈر مسلمانوں کے لیڈر ہیں تو مجبور ہیں کہ اس کی آواز پر کان دھریں۔ یہ حق ہر قائل لا الہ الا اللہ کو حاصل ہے۔ اس میں تمہاری بنائی ہوئی شرطوں کو کوئی دخل نہیں۔ چندہ دینے یا نہ دینے کا کوئی سوال نہیں۔ یہ حق خدا کا، اس کے قرآن کا، اور اس

Marfat.com

کے رسول کریم کا دیا ہوا ہے۔ پھر کیا تم میں سے کسی کو طاقت ہے جو اسے چھین لے؟

اسلام کی رُوحِ حرّیت

○

اس بارے میں اسلام کی تعلیم اور اس کے نظائر بالکل صاف اور غیر مشتبہ ہیں۔ اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے اور اس اصول کو اعمدۂ دین متین و اکبر اساطین قوام ملت سے قرار دیا ہے۔ بلکہ اصل شرف و امتیاز ملت مرحومہ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"۔ احادیث کو دیکھا جائے تو منجملہ صدہا حدیث کے ایک مشہور حدیث (صحیح مسلم) میں ملتی ہے جس کو (ابو سعید خدریؓ) نے روایت کیا ہے۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم تستطع فبلسانہ فان لم تستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔

تم میں سے جو مسلمان کوئی خلاف حق بات دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ کے زور سے اس کا انسداد کرے، اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر دے، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ دیکھے تو خیر، دل ہی دل میں اسے برا سمجھے، مگر یہ آخری صورت ایمان کا نہایت ضعیف درجہ ہے۔

Marfat.com

نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اس روایت کو لیا ہے اور نسائی کی روایت میں ہر صورت کے بعد "فقد بری" کا لفظ موجود ہے، کہ اگر اتنا بھی اس نے کہہ دیا تو اپنے فرض سے بری ہو گیا۔

اس کے بعد خود آنحضرت اور صحابہ کرام کا طرز عمل ہے، اس کا یہ حال ہے کہ نہ صرف خلفائے اربعہ، بلکہ خود مہبط وحی، اور مورد "ما ینطق عن الھوی" کے سامنے بے دھڑک اپنے اعتراضات وشبہات پیش کرتے تھے، اور ان کی جرأت افزائی کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے (صلح حدیبیہ) کے موقعہ پر جس سختی سے اپنا اعتراض پیش کیا تھا، وہ ہر تاریخ میں مل سکتا ہے۔

خلفائے اسلام کا اس بارے میں جو طرز عمل تھا، وہ آجکل بار بار دہرایا جا چکا ہے حضرت (عمر) کے زمانے میں جس شخص کا جی چاہتا تھا " واللہ ما عدلت یا عمر" کہہ کر سر راہ ٹوک دیتا تھا، اور وہ اس سے خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور عربی خون کی آزادی کا اصلی جوہر ہے۔ البتہ (بنی امیہ) نے اس روح حریت کو غارت کیا اور لوگوں کی زبانوں پر تلوار کی ضرب سے مہر لگا دی۔

یا سبحان اللہ! جس قوم کے ہر فرد کو سید المرسلین کے جانشینوں سے بیت المال کے حساب لینے کا حق تھا، اور وہ جب چاہتے تھے خلیفہ اسلام کی دیانت داری کو جانچ سکتے تھے، آج ان کو کہا جاتا ہے کہ ان لیڈروں کے آگے قوم کے روپے کی نسبت کوئی رائے نہ دو، جن کو اور تو اور آج تک اسلام کے عام احکام صوم وصلوٰۃ پر بھی عمل کرنے کی توفیق کبھی نہیں ملی! فمالھؤلاء القوم، لایکادون یفقھون حدیثا۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خاموشی اور غلط اصول اعتماد سے کام کرنے والوں کو جس مطلق العنانی کا عادی بنا دیا تھا، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔

تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ خود کام کرنے والے تو اب اس طرح کی کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے، ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو قوم کی مداخلت کو بنظر استحسان

Marfat.com

دیکھتے ہیں، لیکن یہ ان کے خواہ مخواہ کے دوست اس طرح کے خیالات ظاہر کر کے پبلک میں لیڈروں کو اور زیادہ بدنام کر رہے ہیں۔

(حبیب رقم)

Marfat.com

Marfat.com

چند اچھی کتابیں

- سیرۃ ابن ہشام ــــــ علامہ ابن ہشام
- تمدّن عرب ــــــ سید علی بلگرامی
- تمدّن ہند ــــــ سید علی بلگرامی
- عبرت نامہ اندلس ــــــ مولانا عنایت اللہ دہلوی
- مسلمان یورپ میں ــــــ احسان الحق سلیمانی
- قائداعظم اور انکا عہد ــــــ رئیس احمد جعفری
- خطبات قائداعظم ــــــ رئیس احمد جعفری
- خدا موجود ہے ــــــ عبدالحمید صدیقی
- رسولؐ میدانِ جنگ میں ــــــ سید واجد رضوی
- صحائف ــــــ قمر نقوی
- قرآن اور پاکستان ــــــ آغا اشرف
- مشاہیر اسلام ــــــ آغا اشرف
- ارمغان مجدّد ــــــ ایم۔ ایس۔ ناز
- آدمی کی انسانیت ــــــ محمد بخش مسلم
- دانائے راز ــــــ سید واجد رضوی
- برکات اقبال ــــــ ڈاکٹر محمد ریاض

مقبول اکیڈمی ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور

Marfat.com

چند اچھی کتابیں

- سیرۃ ابن ہشام ——— علامہ ابن ہشام
- تمدن عرب ——— سید علی بلگرامی
- تمدن ہند ——— سید علی بلگرامی
- عبرت نامہ اندلس ——— مولانا عنایت اللہ دہلوی
- مسلمان یورپ میں ——— احسان الحق سلیمانی
- قائد اعظم اور انکا عہد ——— رئیس احمد جعفری
- خطبات قائد اعظم ——— رئیس احمد جعفری
- خدا موجود ہے ——— عبدالحمید صدیقی
- رسولؐ میدانِ جنگ میں ——— سید واجد رضوی
- صحائف ——— قمر نقوی
- قرآن اور پاکستان ——— آغا اشرف
- مشاہیر اسلام ——— آغا اشرف
- ارمغان مجدد ——— ایم ایس ناز
- آدمی کی انسانیت ——— محمد بخش مسلم
- دانائے راز ——— سید واجد رضوی
- برکات اقبال ——— ڈاکٹر محمد ریاض

مقبول اکیڈمی
ادبی مارکیٹ
چوک انارکلی
لاہور

Marfat.com

ت غ 325

نگارشاتِ آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد

Marfat.com